قرآن مجید اور
احادیثِ صحیحہ
کی روشنی میں

شرعی احکام کا انسائیکلوپیڈیا

تالیف
ابنِ بشیر الحسینوی

تخریج و تحقیق
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

تقدیم
حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ







(حصہ اول)

تالیف

ابن بشیر الحسینوی حفظہ اللہ

فاضل مرکز التربیۃ الاسلامیۃ، فیصل آباد

مدرس جامعہ امام بخاری گندھیاں اوتاڑ، قصور

تحقیق و تخریج

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

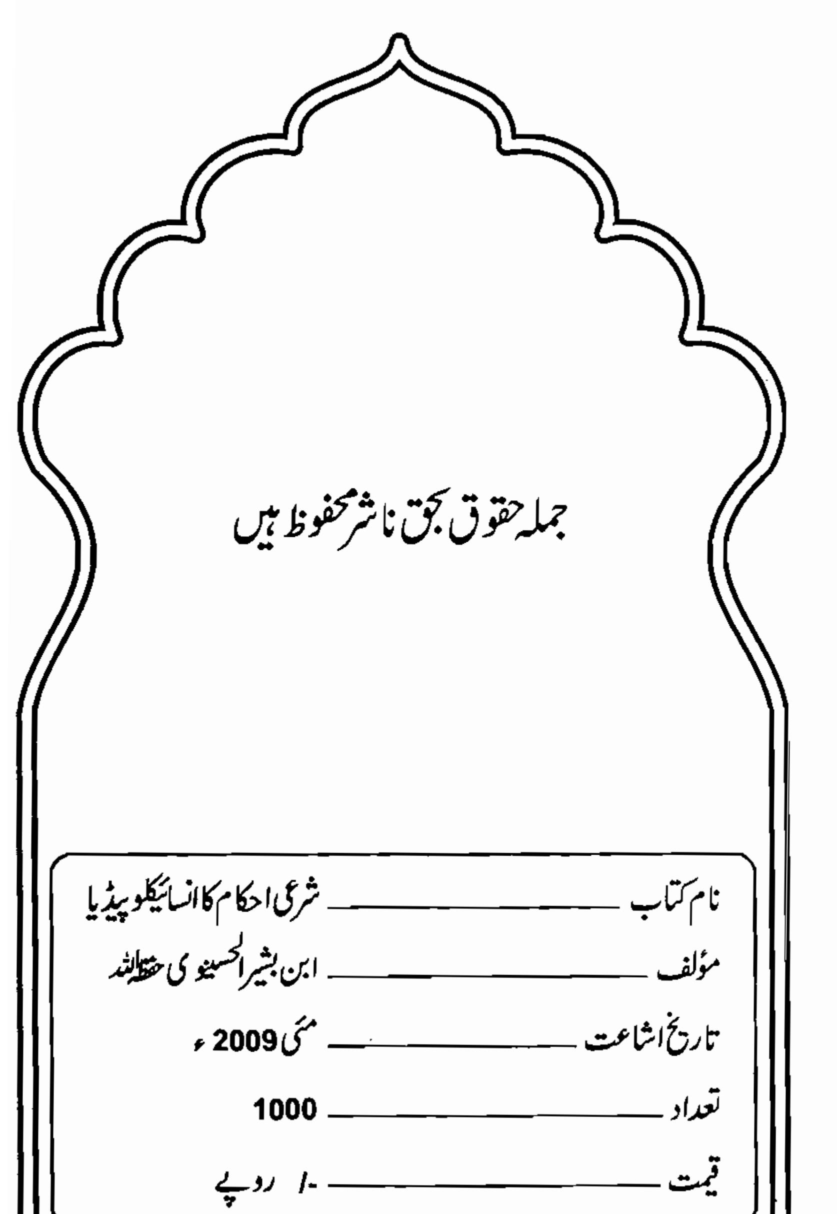
تقدیم

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ناشر

إحياء السنة پبلی کیشنز، قصور

0306 5094013



نام کتاب ——— شرعی احکام کا انسائیکلوپیڈیا

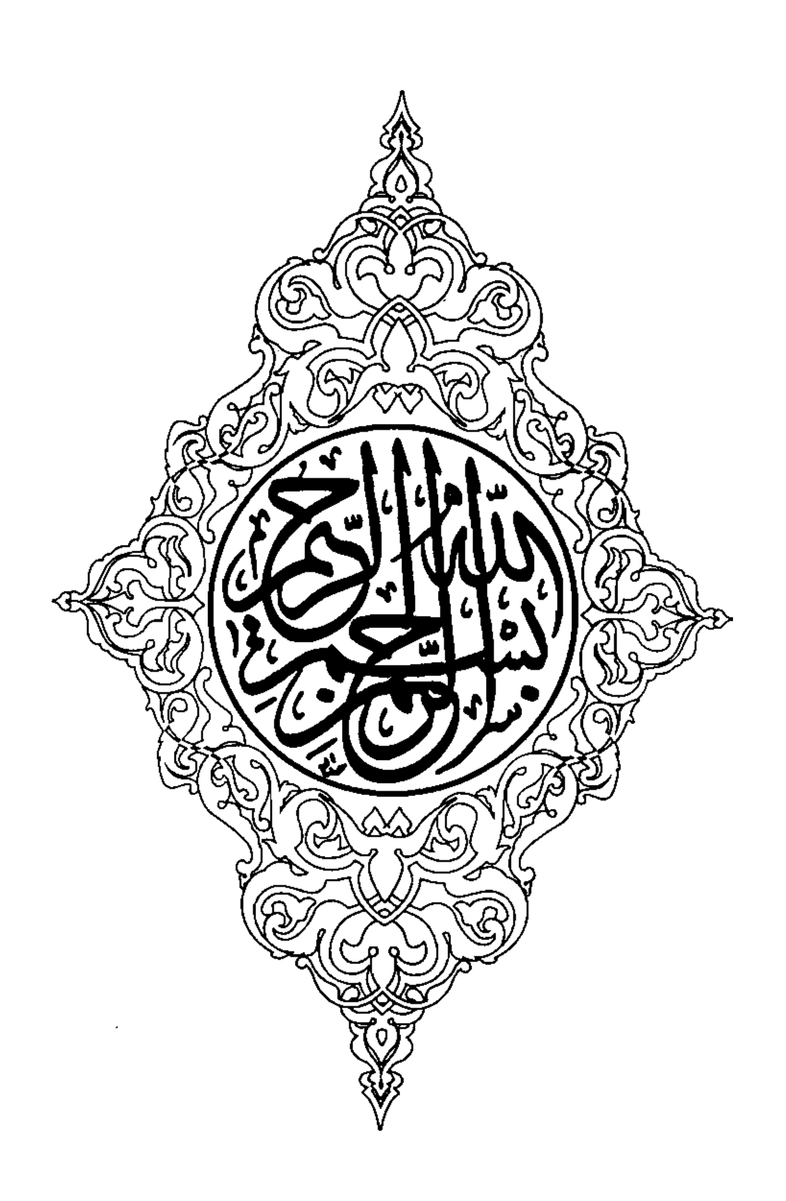
مؤلف ——— ابن بشیر الحسینوی حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت ——— مئی 2009ء

تعداد ——— 1000

قیمت ——— -/ روپے

کی جملہ مطبوعات پاکستان بھر میں تمام بڑے شہروں کے کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ **لاہور**: مکتبہ قدوسیہ، دارالسلام، نعمانی کتب خانہ، اسلامی اکیڈمی، مکتبہ رحمانیہ، اسلامی کتب خانہ، مکتبۃ العلم، خزینہ علم و ادب، دارالفرقان، مکتبہ سلفیہ، دارالمدنی، کتاب سرائے، شرکۃ الامتیاز **گوجرانوالہ**: مدینہ کتاب گھر، مکتبہ نعمانیہ، والی کتاب گھر، دارالسلام **فیصل آباد**: مکتبہ اسلامیہ، مکتبہ اہلحدیث، دارارقم **کراچی**: مکتبہ نور حرم، مکتبہ اہلحدیث (ٹرسٹ) **راولپنڈی**: تسہیلات طیبہ کشمیری بازار، **اسلام آباد**: المسعود اسلامک بکس سے طلب فرمائیں۔


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

❀ عرض مؤلف 23

❀ تقدیم صلاح الدین یوسف ﷾ 25

نیت کے احکام

اسلام میں نیت کی اہمیت: 27

اخلاص نیت سے کیا مراد ہے؟ 29

نیت دل سے ہوتی ہے نہ کہ زبان سے: 29

لطیفہ: 30

تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے: 31

نیت کے فوائد: 32

نیت اور طہارت

نیت اور وضو: 33

نیت اور غسل: 34

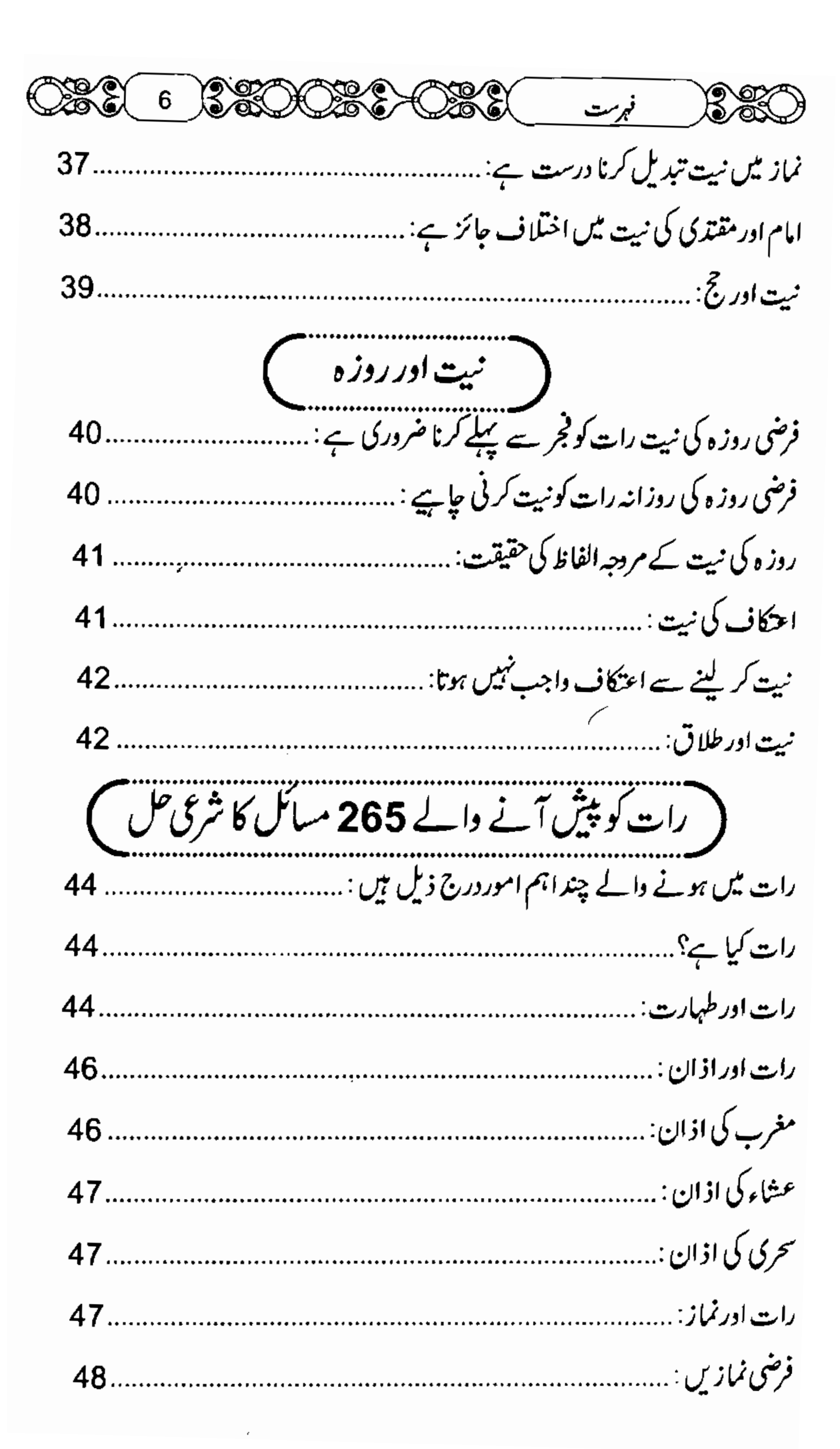
نیت اور تیمّم: 35

نیت اور نماز

نماز کے لئے نیت کرنا شرط ہے: 36

ہر نماز کے لیے علیحدہ علیحدہ نیت کرنی چاہیے: 36

نماز کی زبان کے ساتھ نیت کرنا بدعت ہے: 36



نماز میں نیت تبدیل کرنا درست ہے:..........37
امام اور مقتدی کی نیت میں اختلاف جائز ہے:..........38
نیت اور حج:..........39

نیت اور روزہ

فرضی روزہ کی نیت رات کو فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے:..........40
فرضی روزہ کی روزانہ رات کو نیت کرنی چاہیے:..........40
روزہ کی نیت کے مروجہ الفاظ کی حقیقت:..........41
اعتکاف کی نیت:..........41
نیت کر لینے سے اعتکاف واجب نہیں ہوتا:..........42
نیت اور طلاق:..........42

رات کو پیش آنے والے 265 مسائل کا شرعی حل

رات میں ہونے والے چند اہم امور درج ذیل ہیں:..........44
رات کیا ہے؟..........44
رات اور طہارت:..........44
رات اور اذان:..........46
مغرب کی اذان:..........46
عشاء کی اذان:..........47
سحری کی اذان:..........47
رات اور نماز:..........47
فرضی نمازیں:..........48

نمازِ مغرب: 48
نمازِ عشاء: 48
سفر میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا: 49
مسنون یا نفلی نمازیں: 51
نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھنا: 51
مغرب اور عشاء کے درمیان نفلی نماز: 52
نمازِ عشاء سے پہلے دو رکعت پڑھنا: 52
نمازِ عشاء کے بعد دو رکعت پڑھنا: 52

نماز وتر کے احکام

نماز وتر مستحب ہے: 53
نماز وتر کی اہمیت: 54
نماز وتر کا وقت: 55
نماز وتر کی رکعات کی تعداد: 56
ایک رات میں دو بار وتر پڑھنا جائز نہیں: 57
وتر کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے: 57
نماز وتر میں دعاء وتر رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے: 58
دعاء وتر کے لیے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں: 58
دعاء وتر: 58
وتروں سے سلام پھیرنے کے بعد کی دعاء: 59
نمازِ تہجد: 59
نمازِ تراویح: 59

رات اور جنازہ

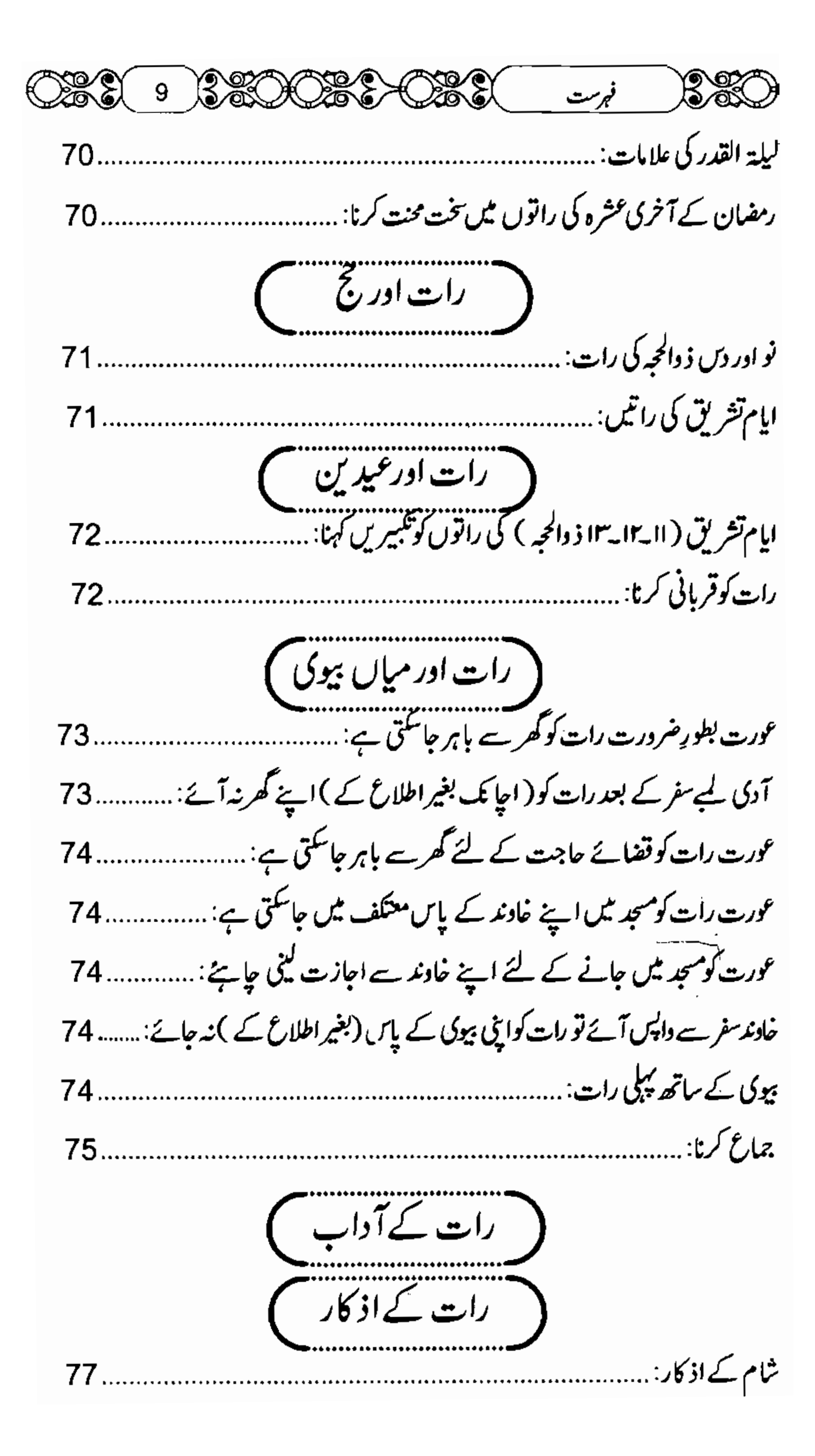
میت رات کو دفن کرنا:............61

رات اور روزہ

چاندکو دیکھ کر رمضان کے روزے شروع کرنا:............62
شک والے دن روزہ نہیں رکھنا چاہئے:............62
چاند دیکھ کر ہی روزے ختم کرنا:............63
رؤیت ہلال کی دعا:............63
اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا:............63
فرضی روزہ کی نیت رات کو کرنا ضروری ہے:............64
فرضی روزہ کی روزانہ رات کو نیت کرنی چاہئے:............64
رات کو سحری کھانا:............65
رات کے شروع ہوتے ہی (یعنی غروبِ آفتاب کے فوراً بعد) روزہ افطار کرنا:............65
روزوں کی راتوں میں اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا جائز ہے:............65
رات کو روزہ نہیں ہوتا:............66
روزہ کے احکام:............66
فرضی روزہ کی روزانہ رات کو نیت کرنی چاہیے:............66
روزہ باطل کرنے والے امور:............68

لیلۃ القدر کے احکام

لیلۃ القدر کو تلاش کرنا:............69
لیلۃ القدر کی دعا:............70



لیلۃ القدر کی علامات: 70
رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں سخت محنت کرنا: 70

رات اور حج

نو اور دس ذوالحجہ کی رات: 71
ایام تشریق کی راتیں: 71

رات اور عیدین

ایام تشریق (۱۱۔۱۲۔۱۳ ذوالحجہ) کی راتوں کو تکبیریں کہنا: 72
رات کو قربانی کرنا: 72

رات اور میاں بیوی

عورت بطورِ ضرورت رات کو گھر سے باہر جا سکتی ہے: 73
آدمی لمبے سفر کے بعد رات کو (اچانک بغیر اطلاع کے) اپنے گھر نہ آئے: 73
عورت رات کو قضائے حاجت کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے: 74
عورت رات کو مسجد میں اپنے خاوند کے پاس معتکف میں جا سکتی ہے: 74
عورت کو مسجد میں جانے کے لئے اپنے خاوند سے اجازت لینی چاہئے: 74
خاوند سفر سے واپس آئے تو رات کو اپنی بیوی کے پاس (بغیر اطلاع کے) نہ جائے: 74
بیوی کے ساتھ پہلی رات: 74
جماع کرنا: 75

رات کے آداب

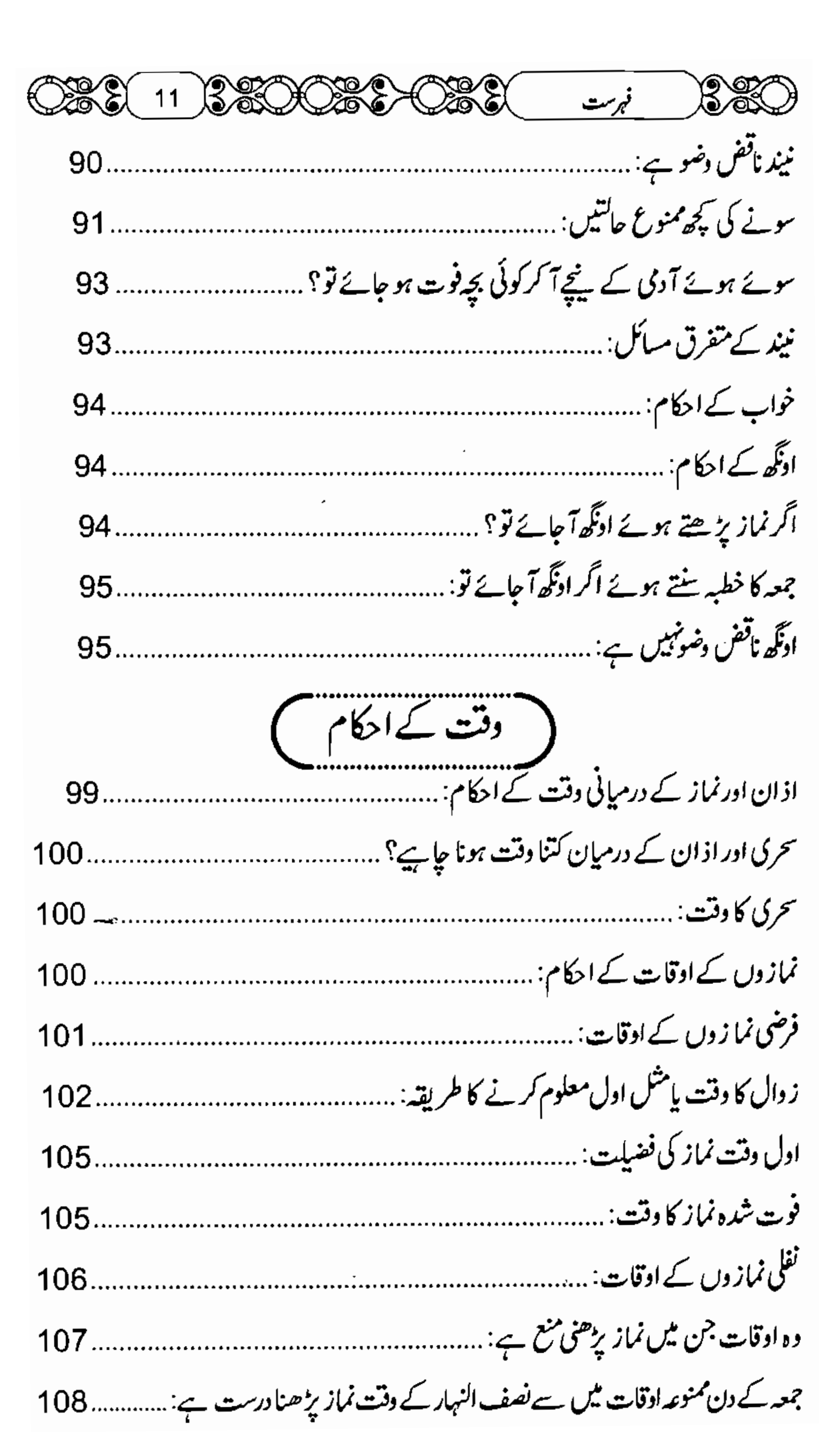
رات کے اذکار

شام کے اذکار: 77

سید الاستغفار پڑھنا: 77

نیند (سونے) کے احکام

سونے کے آداب: 78
نیند سے بیدار ہوتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں: 81
نیند سے بیدار ہو کر کرنے والے کام: 82
سوئے ہوئے آدمی کو بیدار کرنے کا طریقہ: 83
صبح کی نماز کے وقت سویا نہ رہے: 84
سونے سے پہلے کسی سے کہہ دیا جائے کہ صبح مجھے بیدار کر دینا: 84
رات کے اول حصے میں سو جانا چاہیے: 85
نماز تہجد کا اہتمام کرنا بہت بڑا عمل ہے: 85
نماز تہجد کے لیے اپنی بیوی کو بھی بیدار کرنا چاہیے: 85
رمضان کے آخری عشرے میں آدمی خود بھی بیدار ہو اور گھر والوں کو بھی بیدار کرے: 86
عام دنوں میں مکمل رات عبادت کرنا مکروہ یا ممنوع ہے: 86
قیام اللیل کا سب سے بہتر طریقہ: 87
ساری رات سوئے رہنے کی مذمت اور نماز تہجد پڑھنے کی فضیلت: 87
اگر نیند کا غلبہ ہو تو؟ 88
مسجد میں سونا درست ہے: 88
سونے والے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے: 89
قیلولہ کرنا مسنون ہے: 89
نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا مسنون ہے: 89
کچھ لوگ سو رہے ہوں اور کچھ لوگ جاگتے ہوں تو السلام علیکم آہستہ کہنا چاہیے: 90



نیند ناقض وضو ہے:............ 90
سونے کی کچھ ممنوع حالتیں:............ 91
سوئے ہوئے آدمی کے نیچے آ کر کوئی بچہ فوت ہو جائے تو؟............ 93
نیند کے متفرق مسائل:............ 93
خواب کے احکام:............ 94
اونگھ کے احکام:............ 94
اگر نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آ جائے تو؟............ 94
جمعہ کا خطبہ سنتے ہوئے اگر اونگھ آ جائے تو:............ 95
اونگھ ناقض وضو نہیں ہے:............ 95

وقت کے احکام

اذان اور نماز کے درمیانی وقت کے احکام:............ 99
سحری اور اذان کے درمیان کتنا وقت ہونا چاہیے؟............ 100
سحری کا وقت:............ 100
نمازوں کے اوقات کے احکام:............ 100
فرضی نمازوں کے اوقات:............ 101
زوال کا وقت یا مثل اول معلوم کرنے کا طریقہ:............ 102
اول وقت نماز کی فضیلت:............ 105
فوت شدہ نماز کا وقت:............ 105
نفلی نمازوں کے اوقات:............ 106
وہ اوقات جن میں نماز پڑھنی منع ہے:............ 107
جمعہ کے دن ممنوعہ اوقات میں سے نصف النہار کے وقت نماز پڑھنا درست ہے:............ 108

بیت اللہ میں ممنوعہ اوقات میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے:............ 108
تین اوقات میں گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا منع ہے:............ 109

دن کے احکام

اذان کے احکام:............ 110
امامت کون کروائے؟............ 111
امام کی ذمہ داری:............ 112
امام کی مختلف حالتوں کا بیان:............ 112
نماز کے بعض احکام:............ 114

باجماعت نماز کے احکام

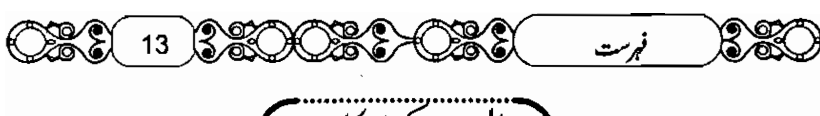
وہ مقامات جہاں نماز پڑھنی جائز نہیں ہے:............ 116
دن میں فرضی نمازوں کے احکام:............ 117
نماز جمعہ:............ 120

جمعہ کے دن کے احکام

جمعہ پڑھنے والے کے احکام:............ 122
خطبہ جمعہ کے احکام:............ 127
نماز جمعہ کے احکام:............ 128

سلام کے احکام

جواب دینے کے احکام:............ 131

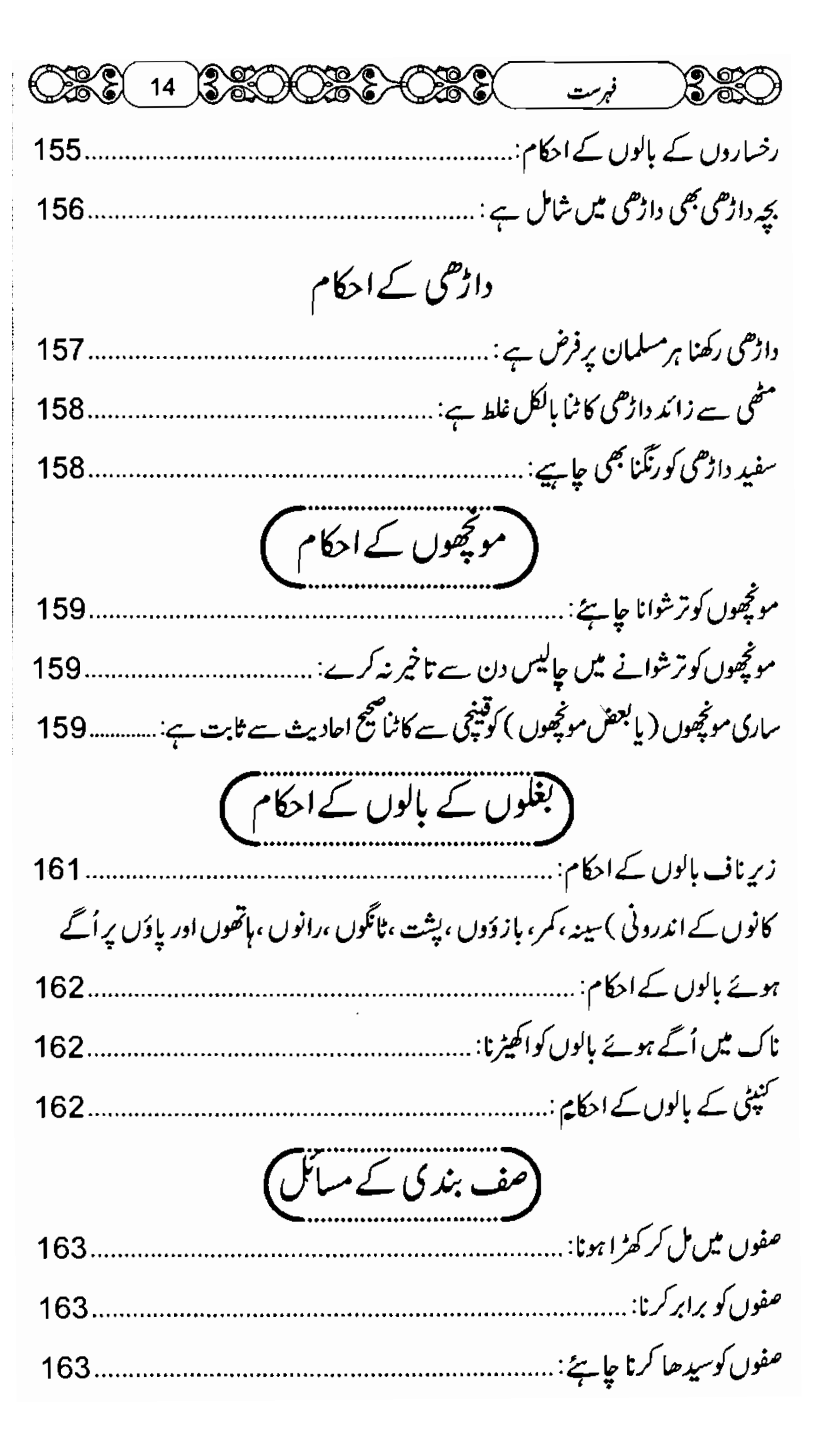


بالوں کے احکام

سر کے بالوں کے احکام:........ 134
مسلمان مرد کے بالوں کے احکام:........ 134
کنگھی کرنے کے آداب:........ 136
مانگ تالو سے نکالنی چاہیے:........ 136
بالوں میں تیل لگانا:........ 137
بالوں میں خوشبو لگانا:........ 137
بالوں کی چوٹی بنا کر یا انھیں گوندھ کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے:........ 138
بال درج ذیل طریقوں سے رکھنا جائز ہیں:........ 138
اعتراض کا جواب:........ 142
مصنوعی بال (وِگ) لگانا حرام ہے:........ 145
وضو میں سر کا مسح کرنا:........ 145
غسل جنابت کے وضو میں سر کا مسح کرنا بھی صحیح ہے:........ 148
نومسلم (New Muslim) کے بال:........ 148
بچوں کے بالوں کے احکام:........ 149
مسلمان عورت کے سر کے بال:........ 150
عورت کا اپنے سر کے بال منڈوانا حرام ہے:........ 151
عورت کے لیے حرام ہے کہ وہ اپنے بال غیر محرموں کے سامنے کھلے چھوڑے:........ 152

ابروؤں کے بالوں کے احکام

ابروؤں کے بال اتارنا یا باریک کرنا حرام ہیں:........ 154



رخساروں کے بالوں کے احکام:.......... 155

بچہ داڑھی بھی داڑھی میں شامل ہے:.......... 156

داڑھی کے احکام

داڑھی رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے:.......... 157

مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا بالکل غلط ہے:.......... 158

سفید داڑھی کو رنگنا بھی چاہیے:.......... 158

مونچھوں کے احکام

مونچھوں کو ترشوانا چاہئے:.......... 159

مونچھوں کو ترشوانے میں چالیس دن سے تاخیر نہ کرے:.......... 159

ساری مونچھوں (یا بعض مونچھوں) کو قینچی سے کاٹنا صحیح احادیث سے ثابت ہے:.......... 159

بغلوں کے بالوں کے احکام

زیر ناف بالوں کے احکام:.......... 161

کانوں کے اندرونی) سینہ، کمر، بازوؤں، پشت، ٹانگوں، رانوں، ہاتھوں اور پاؤں پر اُگے
ہوئے بالوں کے احکام:.......... 162

ناک میں اُگے ہوئے بالوں کو اکھیڑنا:.......... 162

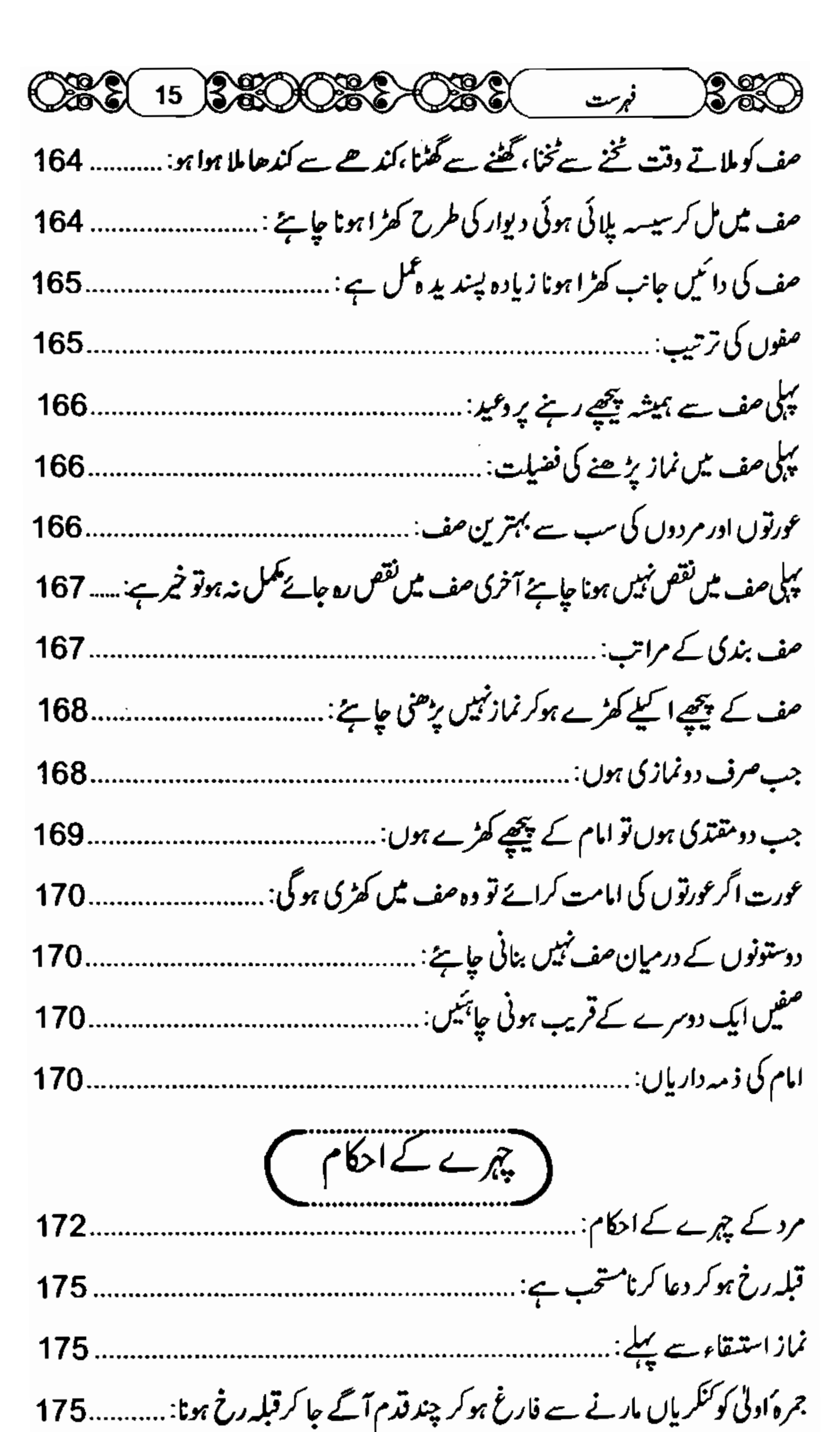
کنپٹی کے بالوں کے احکام:.......... 162

صف بندی کے مسائل

صفوں میں مل کر کھڑا ہونا:.......... 163

صفوں کو برابر کرنا:.......... 163

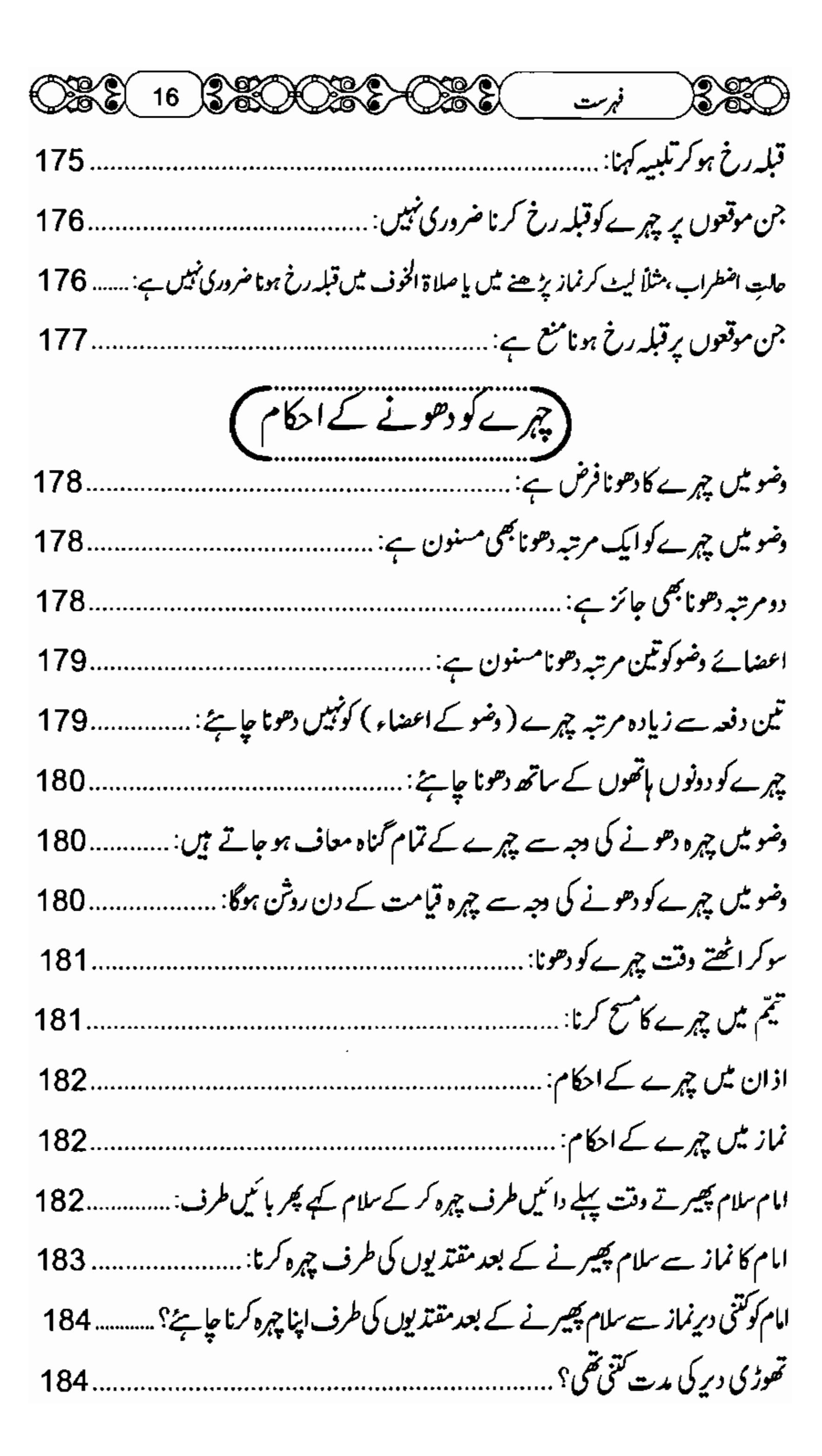
صفوں کو سیدھا کرنا چاہئے:.......... 163



صف کو ملاتے وقت ٹخنے سے ٹخنا، گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا ملا ہوا ہو: 164
صف میں مل کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑا ہونا چاہئے: 164
صف کی دائیں جانب کھڑا ہونا زیادہ پسندیدہ عمل ہے: 165
صفوں کی ترتیب: 165
پہلی صف سے ہمیشہ پیچھے رہنے پر وعید: 166
پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت: 166
عورتوں اور مردوں کی سب سے بہترین صف: 166
پہلی صف میں نقص نہیں ہونا چاہئے آخری صف میں نقص رہ جائے مکمل نہ ہو تو خیر ہے: 167
صف بندی کے مراتب: 167
صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھنی چاہئے: 168
جب صرف دو نمازی ہوں: 168
جب دو مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں: 169
عورت اگر عورتوں کی امامت کرائے تو وہ صف میں کھڑی ہوگی: 170
دوستونوں کے درمیان صف نہیں بنانی چاہئے: 170
صفیں ایک دوسرے کے قریب ہونی چاہئیں: 170
امام کی ذمہ داریاں: 170

چہرے کے احکام

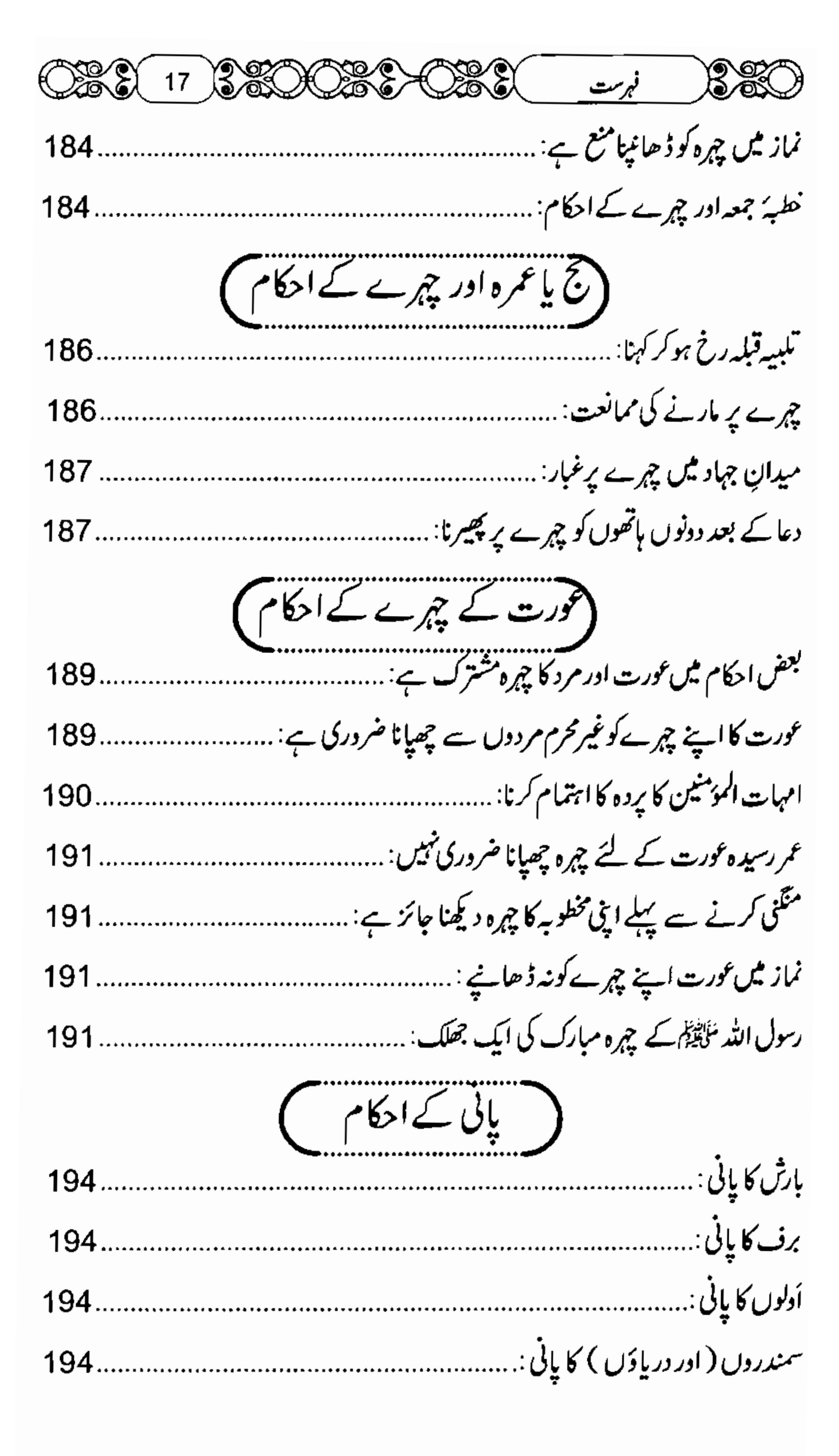
مرد کے چہرے کے احکام: 172
قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا مستحب ہے: 175
نماز استسقاء سے پہلے: 175
جمرۂ اولیٰ کو کنکریاں مارنے سے فارغ ہو کر چند قدم آگے جا کر قبلہ رخ ہونا: 175



قبلہ رخ ہو کر تلبیہ کہنا: 175
جن موقعوں پر چہرے کو قبلہ رخ کرنا ضروری نہیں: 176
حالتِ اضطراب، مثلاً لیٹ کر نماز پڑھنے میں یا صلاۃ الخوف میں قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں ہے: 176
جن موقعوں پر قبلہ رخ ہونا منع ہے: 177

چہرے کو دھونے کے احکام

وضو میں چہرے کا دھونا فرض ہے: 178
وضو میں چہرے کو ایک مرتبہ دھونا بھی مسنون ہے: 178
دو مرتبہ دھونا بھی جائز ہے: 178
اعضائے وضو کو تین مرتبہ دھونا مسنون ہے: 179
تین دفعہ سے زیادہ مرتبہ چہرے (وضو کے اعضاء) کو نہیں دھونا چاہئے: 179
چہرے کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ دھونا چاہئے: 180
وضو میں چہرہ دھونے کی وجہ سے چہرے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں: 180
وضو میں چہرے کو دھونے کی وجہ سے چہرہ قیامت کے دن روشن ہوگا: 180
سو کر اٹھتے وقت چہرے کو دھونا: 181
تیمّم میں چہرے کا مسح کرنا: 181
اذان میں چہرے کے احکام: 182
نماز میں چہرے کے احکام: 182
امام سلام پھیرتے وقت پہلے دائیں طرف چہرہ کر کے سلام کہے پھر بائیں طرف: 182
امام کا نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف چہرہ کرنا: 183
امام کو کتنی دیر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا چہرہ کرنا چاہئے؟ 184
تھوڑی دیر کی مدت کتنی تھی؟ 184



نماز میں چہرہ کو ڈھانپنا منع ہے:........................184
خطبۂ جمعہ اور چہرے کے احکام:........................184

حج یا عمرہ اور چہرے کے احکام

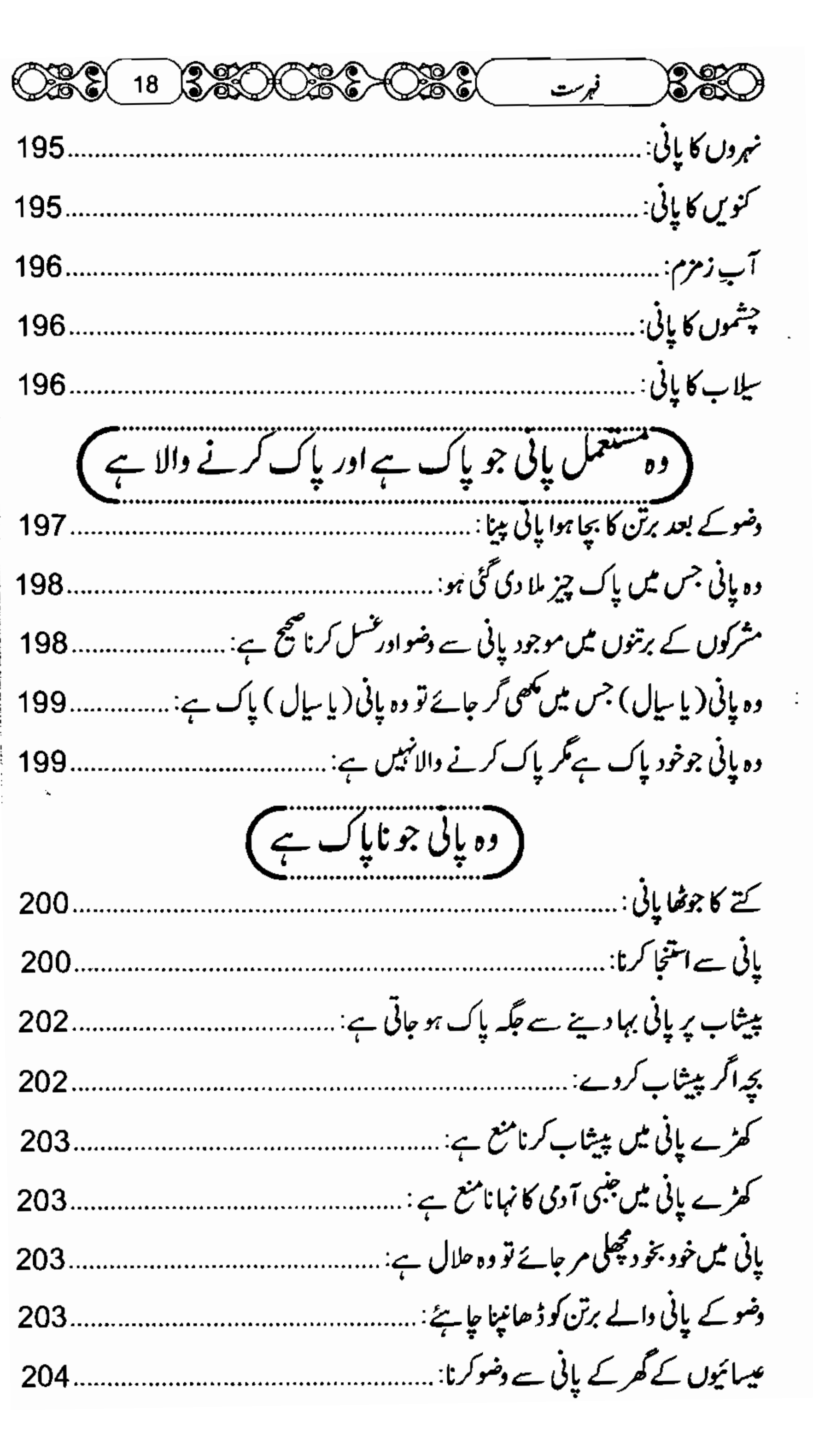
تلبیہ قبلہ رخ ہو کر کہنا:........................186
چہرے پر مارنے کی ممانعت:........................186
میدانِ جہاد میں چہرے پر غبار:........................187
دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا:........................187

عورت کے چہرے کے احکام

بعض احکام میں عورت اور مرد کا چہرہ مشترک ہے:........................189
عورت کا اپنے چہرے کو غیر محرم مردوں سے چھپانا ضروری ہے:........................189
امہات المؤمنین کا پردہ کا اہتمام کرنا:........................190
عمر رسیدہ عورت کے لئے چہرہ چھپانا ضروری نہیں:........................191
منگنی کرنے سے پہلے اپنی مخطوبہ کا چہرہ دیکھنا جائز ہے:........................191
نماز میں عورت اپنے چہرے کو نہ ڈھانپے:........................191
رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک:........................191

پانی کے احکام

بارش کا پانی:........................194
برف کا پانی:........................194
اَولوں کا پانی:........................194
سمندروں (اور دریاؤں) کا پانی:........................194



نہروں کا پانی:..........195
کنویں کا پانی:..........195
آبِ زمزم:..........196
چشموں کا پانی:..........196
سیلاب کا پانی:..........196

وہ مستعمل پانی جو پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے

وضو کے بعد برتن کا بچا ہوا پانی پینا:..........197
وہ پانی جس میں پاک چیز ملا دی گئی ہو:..........198
مشرکوں کے برتنوں میں موجود پانی سے وضو اور غسل کرنا صحیح ہے:..........198
وہ پانی (یا سیال) جس میں مکھی گر جائے تو وہ پانی (یا سیال) پاک ہے:..........199
وہ پانی جو خود پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے:..........199

وہ پانی جو ناپاک ہے

کتے کا جوٹھا پانی:..........200
پانی سے استنجا کرنا:..........200
پیشاب پر پانی بہا دینے سے جگہ پاک ہو جاتی ہے:..........202
بچہ اگر پیشاب کردے:..........202
کھڑے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے:..........203
کھڑے پانی میں جنبی آدمی کا نہانا منع ہے:..........203
پانی میں خود بخود مچھلی مر جائے تو وہ حلال ہے:..........203
وضو کے پانی والے برتن کو ڈھانپنا چاہیے:..........203
عیسائیوں کے گھر کے پانی سے وضو کرنا:..........204

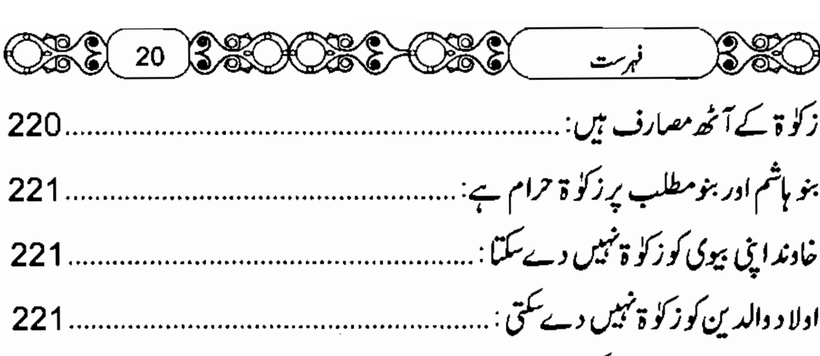


باقی پانی کے بعض احکام کی فہرست

دم کر کے پانی پر پھونکنا:............206
اگر کھیتی آسمانی پانی سے پکی ہے:............206
پانی پینے کے آداب:............207
بعض صورتوں میں کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے:............209
پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہئے:............211
پانی پلانے کے آداب:............212

زکوٰۃ کے احکام

اہمیتِ زکوٰۃ:............213
جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام، جانوروں کی زکوٰۃ کے اجماعی مسائل:............213
اونٹوں کی زکوٰۃ:............214
گائے (اور بھینس) کی زکوٰۃ:............215
بکریوں (بھیڑوں اور دنبوں) کی زکوٰۃ:............215
درج ذیل صفات والے جانور بطور زکوٰۃ وصول نہیں کئے جائیں گے:............215
سونے اور چاندی میں زکوٰۃ:............216
مالِ تجارت میں زکوٰۃ:............217
مال تجارت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ:............217
ہر قسم کے پھل اور ہر جنس پر زکوٰۃ واجب ہے:............218
عشر ادا کرنے کا طریقہ:............218
شہد میں دسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے:............219



زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں: 220
بنو ہاشم اور بنو مطلب پر زکوٰۃ حرام ہے: 221
خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا: 221
اولاد والدین کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی: 221
بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے: 221
صدقہ فطر کا بیان: 222
صدقۂ فطر کی مقدار: 223
صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت: 223
صدقۂ فطر کن اشیاء سے نکالا جا سکتا ہے؟ 224

متفرقات

دعا: 226

مؤلف کی دیگر تالیفات



قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ماخوذ:

شرعی احکام کا انسائیکلوپیڈیا

(حصہ اول)

تالیف

ابن بشیر الحسینوی حفظہ اللہ

مدرس جامعہ امام بخاری گندھیاں اوتاڑ (قصور)

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

تقدیم: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ناشر:

احیاء السنة پبلیکیشنز قصور 0306-5094013



یہ جلد مشتمل ہے:

۱۔ نیت کے احکام۔
۲۔ رات کو پیش آنے والے 265 مسائل کا شرعی حل۔
۳۔ نیند کے احکام۔
۴۔ وقت کے احکام۔
۵۔ دن کے احکام
۶۔ بالوں کے احکام۔
۷۔ صف بندی کے احکام۔
۸۔ چہرے کے احکام۔
۹۔ پانی کے احکام۔
۱۰۔ زکوۃ کے احکام۔

عرض مؤلف

دینی احکام و مسائل کی معرفت ہر مسلمان کے لئے انتہائی ضروری ہے،لیکن اکثر مسلمانوں کو دین کے موٹے موٹے اور کثیر الاستعمال مسائل کا بھی علم نہیں ہے،اس کی کئی ایک وجوہات ہیں، اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اہل علم دن رات محنتیں کر رہے ہیں اللہ رب العزت ان تمام علماء کی محنتوں کو قبول فرمائے،آمین۔

راقم الحروف نے اس کار خیر میں اپنا حصہ ڈالنے کے لئے ایک اہم سلسلہ ''سلسلة الأحكام الصحيحة'' شروع کیا ہوا ہے، جس کے تحت کئی ایک اہم اور نادر موضوعات پر لکھا جا چکا ہے،اب انھیں میں سے بعض ''شرعی احکام کا انسائیکلو پیڈیا'' کا پہلا جز شائع کیا جارہا ہے۔دیگر اجزاء بھی جلد شائع کر دیئے جائیں گے۔إن شاء الله!

یہ مبارک کام کافی وسیع ہے، جو بہت زیادہ اجزاء پر مشتمل ہے۔ہم نے اس میں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح احکام کا انتخاب کیا ہے اور اس کی تحقیق وتخریج استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کی ہے۔[1] جزاه الله خيرا!

اب راقم کہاں تک اس کوشش میں کامیاب ہو سکا اس کا اندازہ تو قارئین کو پڑھنے

---

[1] یاد رہے کہ نیت کے احکام، وقت کے احکام اور نیند کے احکام کی تخریج وتحقیق محترم حافظ صاحب نے خود نہیں کی ہے، کیونکہ ان مضامین کے علاوہ باقی تمام مضامین ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع ہو چکے ہیں، لیکن ان مضامین میں احادیث پر حکم محترم حافظ صاحب کی مختلف کتب سے منقول ہیں، اگر کسی اور کا ہوگا تو وہاں اسی کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔مثلاً شیخ البانی رحمہ اللہ۔ الحسینوی

سے ہو جائے گا میں انسان ہوں، غلطی کا امکان ضروری ہے اگر کوئی اس میں غلطی محسوس کرے اگر میں زندہ ہوا تو مجھے وہ بتلا دے اور اگر وفات پا گیا تو اس کی اصلاح کر دے اور کسی طرح لوگوں کو اس سے مطلع کر دے تا کہ اصلاح ممکن ہو سکے۔اللہ رحم کرے ہر اس شخص پر جو مجھے میری غلطی پر تنبیہ احسن کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اس عمل کو ہمارے، والدین، اساتذہ کرام خصوصاً استادِ محترم عبدالرشید راشد ﷫ اور اہلیہ ام رمیثہ (جو میری بہت زیادہ مدد کرتی ہیں) کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین

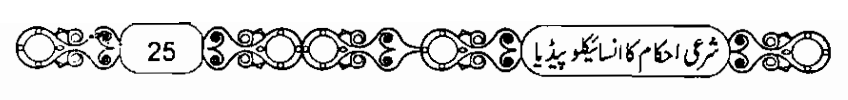
آپ کا بھائی

ابو رمیثہ محمد ابراہیم بن بشیر احمد بن محمد یعقوب بن عمر الحسینوی

فاضل مرکز التربیة الإسلامیه فیصل آباد

مدرس جامعہ محمد بن اسماعیل البخاری گندھیاں اوتاڑ تحصیل پتوکی ضلع قصور

رابطہ نمبر 03065094013



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

مولانا محمد ابراہیم حفظہ اللہ، جو ابن بشیر الحسینوی کے قلمی نام سے ایک عرصے سے علمی و دینی مضامین جماعت کے علمی جرائد میں لکھ رہے ہیں، ان کا بیشتر تعلق دینی احکام و مسائل سے ہے۔

یہ احکام و مسائل اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ ان میں:

أولاً: نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے اور اِطناب وتفصیل سے گریز کیا گیا ہے۔

ثانیاً: ہر بات باحوالہ ہے، کوئی مسئلہ حوالے کے بغیر نہیں ہے۔

ثالثاً: کسی ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کیا گیا ہے، صرف صحیح یا حسن احادیث کا اہتمام والتزام کیا گیا ہے، اسی لیے ہر حدیث کی تحقیق وتخریج کا التزام ہے۔

رابعاً: اختلافات کے بیان سے گریز اور مثبت انداز سے صرف راجح اور قوی مسئلہ بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

خامساً: فاضل مؤلف حفظہ اللہ کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان احکام مسائل پر روشنی ڈالیں جن پر بہت کم لکھا گیا ہے اور ان کی بابت زیادہ تفصیل دستیاب نہیں، گویا نادر احکام و مسائل کو ضبطِ تحریر میں لانا ان کے پیشِ نظر ہے۔

سادساً: اختصار کے ساتھ جامعیت کا بھی اہتمام ہے، یعنی جزئیات تک پر فاضل مؤلف کی نظر ہے اور وہ ان کو بھی بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر رات کے احکام کی تعداد ۲۶۵ جانوروں سے متعلقہ احکام کی تعداد ۳۱۵ اور بالوں کے احکام کی تعداد ۱۳۷ ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس!



اس اعتبار سے بلاشبہ "سلسة الاحکام الصحیحه" کا یہ انسائیکلو پیڈیا (دائرة المعارف) اپنی مثال آپ اور ایک بے نظیر علمی کاوش ہے۔

یہ ابھی پہلی جلد ہے، جو ۱۰ مضامین پر مشتمل ہے، ان شاء اللہ جلد ہی اس کی دیگر جلدیں بھی منظر عام پر آ جائیں گی۔ وبید اللّٰه التوفیق والتکمیل.

فاضل مؤلف حفظہ اللہ نہایت سادہ منش، ایک دوردراز دیہاتی علاقے میں درسِ نظامی کے استاذ ہیں، جہاں تمدنی سہولیات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اور علمی و تحقیقی کاموں کے لیے وسیع لائبریری کا فقدان بھی، اس کے باوجود فاضل مؤلف کا یہ علمی کارنامہ ایک معجزے سے کم نہیں، بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص سے بہرہ ور اور اس کے فضل و کرم کے خصوصی مورد ہیں۔

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اس علمی منصوبے میں کامیاب فرمائے اور اس کی تکمیل کی جلد از جلد توفیق عطا فرمائے۔ ع

ویرحم اللّٰه عبداً قال آمینا

"سلسلة الأحکام الصحیحه" کی تکمیل کے بعد فاضل مؤلف حفظہ اللہ کا ارادہ ہے کہ وہ اسی انداز سے "سلسلة الأحکام الضعیفه" بھی مرتب کریں، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ان کے اخلاص و عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کی جہود و مساعی کو قبول اور عوام وخواص کے لیے ایسے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

صلاح الدین یوسف

مدیر شعبہ تحقیق و تالیف و ترجمہ دارالسلام لاہور

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ۔اپریل ۲۰۰۹ء



نیت کے احکام

انتہائی اختصار کے ساتھ ''نیت کے احکام'' پیش خدمت ہے۔

اسلام میں نیت کی اہمیت:

عمل کی مقبولیت میں اخلاص شرط ہے اگر یہ مفقود ہے تو عمل رائیگاں ہے۔

اس کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگا لیجیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وما امروا الا ليعبدوالله مخلصين له الدين ﴾ [البينة:٥]

''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرء ما نوىٰ''

تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق جزاء ملے گی۔

(صحيح البخاري:١،صحيح مسلم:١٩٠٧)

یاد رہے کہ عمل خواہ کتنا ہی اچھا اور افضل ہو لیکن اگر نیت خالص نہیں تو وہ عمل ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالی کو اپنے بندوں سے تمام اعمال میں اخلاص مطلوب ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم ﴾ [الحج:٣٧]

''اللہ تعالی کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اسے تو تمہارا تقوی پہنچتا ہے۔''

یہاں تقوی سے مراد اخلاص نیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم ،ولكن ينظر إلىٰ قلوبكم وأعمالكم.

''بے شک اللہ تعالی تمہاری شکل وصورت اور مال ودولت کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔'' (صحيح مسلم:٢٥٦٤)

مشہور حدیث جس میں تین آدمیوں (قاری، مجاہد اور سخی) کو عذاب ملنے کا ذکر ہے وجہ صرف اخلاصِ نیت کا مفقود ہونا ہے۔ (صحيح مسلم:١٩٠٥) حالانکہ ان اعمال کے بڑا ہونے میں کوئی شک نہیں۔

قیامت کے دن لوگوں کو ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کرنے کی نیت سے نکلے گا، جب وہ بیداء میں پہنچے گا تو اس کے اول و آخر (تمام کے تمام لوگ) زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے پوچھا، یا رسول اللہ! ان کے آخر کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں بازاری (منڈیوں وغیرہ میں رہنے والے جو جنگ جو نہیں ہوتے) اور وہ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں؟۔''

آپ نے فرمایا:

''ان کے اول اور آخر سب دھنسا دیے جائیں گے پھر وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت والے دن ان کا حساب وکتاب ان کی نیتوں کے مطابق ہوگا)۔'' (صحيح البخاري: ٢١١٨، صحيح مسلم: ٢٨٨٤)

نیت اچھی ہو تو ثواب ملے گا آدمی وہ نفلی عمل خواہ نہ کر سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''جو شخص رات کو سوتے وقت تہجد کی نیت کر لے لیکن وہ بیدار نہ ہو سکے تو اسے اس عمل کا ثواب مل جاتا ہے جس کی اس نے نیت کی اور وہ نیند اس پر اس کے رب کی طرف سے صدقہ ہے۔'' (سنن النسائي: ١٧٨٧ صححه الالباني)

اخلاص نیت سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد ہے کہ ہر اچھا کام محض اللہ اور اس کے رسول کا حکم سمجھتے ہوئے کیا جائے اور اس سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہو۔اور کسی دنیاوی لالچ وطمع کی خاطر وہ عمل نہ کیا جائے کہ لوگ اسے اچھا سمجھنا شروع کر دیں۔

نیت دل سے ہوتی ہے نہ کہ زبان سے:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''نیت دل کے ارادے اور قصد کو کہتے ہیں،قصد و ارادہ کا مقام دل ہے زبان نہیں۔'' (الفتاوی الکبری:١/١)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ:

''زبان سے نیت کرنا نہ نبی ﷺ سے ثابت ہے نہ کسی صحابی سے نہ تابعی اور نہ آئمہ اربعہ سے۔'' (زادالمعاد:١/٢٠١)

یہ قول ذکر کرنے کے بعد استاد محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''لہٰذا زبان سے نیت کی ادائیگی بے اصل ہے یہ کس قدر افسوس ناک عجوبہ ہے کہ دل سے نیت کرنا واجب ہے،مگر اس کا درجہ کم کر کے اسے محض سنت قرار دیا گیا جبکہ زبان سے نیت بے اصل ہے مگر اسے ایسا ''مستحب'' بنا دیا



گیا جس پر امر واجب کی طرح، پوری شدومد کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے۔

نیز حافظ صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

امام شافعی نماز میں داخل ہونے سے پہلے زبان سے کہا کرتے تھے:

"بسم الله موجها لبيت الله مؤديالفرض الله عزو جل الله اكبر"

(المعجم لابن المقرئی:ص۱۲۱ح۳۳۶ وسنده صحيح،قال اخبرناخزيمة:ثنا الربيع قال:كان الشافعي إذا أراد أن يدخل في الصلاة..."الخ)

معلوم ہوا کہ یہ نیت ائمہ ثلاثہ (ابوحنیفہ، مالک اور احمد) سے ثابت نہیں ہے لہذا اس سے اجتناب ہی ضروری۔ (هدية المسلمين: ص ۱)

حافظ عبد المنان نور پوری ﷾ لکھتے ہیں:

"ہمیں تو اتنا معلوم ہے کہ زبان سے نیت کرنا نہ لغت ہے نہ شریعت۔ کیونکہ نیت کی تعریف کی گئی ہے:

"الارادة المتوجهةنحو الفعل لابتغاء مرضاة الله وامتثال حكمه"

(فتح الباری)

"اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے کسی کام کی طرف توجہ کا مرکوز ہونا۔"

اور معلوم ہے کہ ارادہ دل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ زبان کے ساتھ۔"

(احکام و مسائل:۱۸۰/۲)

لطیفہ:

ہم بعض لوگوں سے جب آمین بالجہر کے متعلق بات کرتے ہیں کہ یہ سنت، اونچی آواز سے کہنا ہے تو وہ کہتے ہیں کیا اللہ تعالی دل کی بات کو نہیں جانتا، یعنی آہستہ نہیں سنتا! ہم کہتے ہیں آمین بالجہر کے مسئلہ میں تمہارا یہ جواب ہے تو تم نیت اونچی آواز سے کرتے ہو یہاں کیا اللہ تعالی تمہارے دل کی بات کو نہیں جانتا حالانکہ زبان سے نیت کرنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

کئی علماء نے زبان سے نیت کرنے کو بدعت قرار دیا ہے۔

مثلاً:

۱۔ ابن تیمیہ (الفتاوی الکبری: ۱/ ۲۱٤)

۲۔ ابن القیم (زاد المعاد: ۱/ ٦۹)

۳۔ ابن عابدین حنفی (رد المختار: ۱/ ۲۷۹)

۴۔ ملا علی قاری حنفی (مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ٤۱)

تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے:

امام بخاری فرماتے ہیں:

"باب ماجاء : إن الاعمال بالنية والحسبة،ولكل امرء ما نوىٰ ،فدخل فيه الإيمان، والوضوء، والصلاة، والزكاة، والحج، والصوم، والاحكام، وقال الله تعالى: "قل كل يعمل على شاكلته) (الاسراء:٨٤) على نيته، ونفقة الرجل على أهله يحتسبها ،صدقة ،وقال النبي ﷺ "ولكن جهاد و نية"

اس چیز کا بیان کہ تمام اعمال کا دارو مدار نیت اور خلوص پر ہے ،اور ہر کسی کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ،اس میں ایمان ،وضو ،نماز ،زکوۃ، حج ، روزہ اور تمام احکام (نکاح، طلاق اور بیع وشراء وغیرہ)داخل ہیں۔"

اور اللہ تعالی نے فرمایا:

"اے پیغمبر کہہ دیجیے ہر کوئی اپنے طریقے یعنی نیت پر عمل کرتا ہے۔اور اسی وجہ سے آدمی اگر ثواب کی نیت سے اللہ کا حکم سمجھ کر اپنے گھر والوں پر خرچ کرے تو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔"

اور (جب مکہ فتح ہو گیا) تو نبی ﷺ نے فرمایا:



''اب ہجرت نہیں رہی لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔''

(صحیح البخاری:قبل ح٥٤)

امام نووی فرماتے ہیں:

''تمام ظاہری اور باطنی اعمال ، اقوال اور احوال میں اخلاص اور حسن نیت ضروری ہے۔'' (ریاض الصالحین :قبل ح١)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

''ابن المنیر نے ایک ضابطہ لکھا ہے کہ جن چیزوں میں نیت کرنا شرط ہے اور جن چیزوں میں نیت کرنا شرط نہیں ہے۔انھوں نے کہا کہ:''ہر وہ عمل جس کا فائدہ جلدی ظاہر ہونے والا نہ ہو بلکہ اس سے صرف ثواب مقصود ہو تو اس میں نیت شرط ہے۔اور ہر وہ عمل جس کا فائدہ ظاہر ہو اور طبعی کام ہو شریعت سے پہلے تو اس میں نیت شرط نہیں ہے۔'' (فتح الباري: ١/ ١٨٠)

نیت کے فوائد:

سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے ایک اہم اصول پر عمل ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

١۔ ''کیونکہ نیت خالص اللہ کے لیے عمل کرنے کو ممیز کرتی ہے اس عمل سے جو غیر اللہ کے لیے کیا جائے۔

٢۔ اعمال کے مرتبوں میں تمیز کرتی ہے یعنی فرض کو نفل سے۔

٣۔ عبادت کو عادت سے تمیز کرتی ہے جیسے روزے ہیں۔'' (فتح الباری:١/ ١٨٠)



نیت اور طہارت

نیت اور وضو: [1]

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا تفصیلی رد کیا ہے جو وضو میں نیت کو ضروری نہیں سمجھتے ،اور ثابت کیا ہے کہ وضو میں نیت ضروری ہے۔ (اعلام المؤقعین: ۲/ ۱۱۱)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

''جمہور نے نیت کو وضو میں شرط قرار دیا ہے صحیح اور واضح احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اور اس پر ثواب ملنے کی وجہ سے۔'' (فتح الباری: ۱/ ۱۸۰)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے شروع میں ''میں نیت کرتا ہوں رفع حدث کے لیے یا نماز پڑھنے کے لیے'' وغیرہ الفاظ قطعا نہیں کہتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہے اور اس سلسلہ میں ایک حرف بھی آپ سے مروی نہیں،نہ صحیح سند سے اور نہ ضعیف سند سے۔'' (زاد المعاد: ۱/ ۱۹۶)

شیخ عمرو بن عبدالمنعم لکھتے ہیں کہ:

بدعتی کہتا ہے: ''میں نماز کے لیے وضو کی نیت کرتا ہوں۔''

یہ ایسی منکر بدعت ہے جس پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں اور نہ یہ عقل مند

---

[1] ہم نے اس مسئلہ پر مفصل بحث (ہدایہ کا پوسٹ مارٹم) میں کی ہے۔ الحسینوی

لوگوں کا کام ہے بلکہ اس فعل کا مرتکب صرف وسوسہ پرست، بیمار ذہن اور پاگل شخص ہی ہوتا ہے۔

میں اللہ کی قسم دیتے ہوئے آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ جب کھانے کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا زبان سے نیت کرتے ہیں کہ میں فلاں قسم کے صبح کے کھانے کی نیت کرتا ہوں؟!

یا جب آپ قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہیں تو کیا یہ کہتے ہیں کہ میں پیشاب یا پاخانہ کی نیت کرتا ہوں؟۔

یا جب آپ اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا یہ کہتے ہیں کہ میں اپنی بیوی فلانہ بنت فلانہ سے نکاح کے بعد جائز شرعی جماع کی نیت کرتا ہوں؟۔

ایسا کرنے والا شخص یقیناً پاگل اور مجنوں ہی ہوسکتا ہے۔

تمام عقل مند انسانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نیت کا مقام دل ہے زبان نہیں، کسی چیز کے بارے میں آپ کے ارادہ کو نیت کہتے ہیں،جس کے لیے آپ کو زبان کے ساتھ نیت کے تکلف کی ضرورت نہیں اور نہ ایسے الفاظ کہنے کی ضرورت ہے جو آپ کے ہونے والے عمل کو واضح کریں.... یہ بھی یاد رہے کہ عبادات میں اصل حرمت ہے یعنی کوئی عبادت بغیر شرعی دلیل کے جائز نہیں بلکہ حرام ہے اللہ آپ کو اور مجھے اتباع سنت پر قائم رکھے۔ عبادات میں یہ حرمت بغیر کسی صحیح شرعی دلیل کے جواز نہیں بن جاتی۔

زبان سے نیت کرنے والا شخص اگر اسے عبادت نہیں سمجھتا تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اسے عبادت سے منسلک کردے اور اگر وہ یہ رٹے رٹائے الفاظ بطورِ عبادت کہتا ہے تو اس پر یہ لازم ہے کہ اس فعل کے جواز پر شرعی دلیل پیش کرے اور حالانکہ اس کے پاس اس فعل پر سرے سے کوئی دلیل نہیں۔'' (عبادات میں بدعات:ص۴۶۔۴۸)

نیت اور غسل:

غسل بھی ایک عمل ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ'' تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر

ہے۔''امام ابن خزیمہ نے وضو اور غسل کے لیے نیت کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔
(صحیح ابن خزیمہ:قبل ح ١٤٢)

نیت اور تیمّم:

اس میں بھی نیت ضروری ہے۔کیونکہ یہ بھی ''اعمال'' کے تحت آتا ہے۔[1]

---

[1] ہم نے اس مسئلہ پر مفصل بحث (ہدایہ کا پوسٹ مارٹم) میں کی ہے۔الحسینوی

نیت اور نماز

نماز کے لئے نیت کرنا شرط ہے:

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ''نیت کے نماز میں شرط ہونے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔'' (فتح الباری: ١/ ١٨٠)

ہر نماز کے لیے علیحدہ علیحدہ نیت کرنی چاہیے:

امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ:

''ہر نماز میں داخل ہوتے وقت جس کا آدمی ارادہ کرے، اس کی نیت کرے خواہ وہ فرضی ہو یا نفلی۔ کیونکہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور بے شک رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق آدمی کے لیے وہی کچھ ہو گا جس کی وہ نیت کرے گا۔'' (صحیح ابن خزیمہ: قبل ح٤٥٥)

نماز کی زبان کے ساتھ نیت کرنا بدعت ہے:

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

''نماز کے شروع میں جہری نیت کرنا بدعت سیئہ ہے نہ کہ بدعت حسنہ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ نماز میں میں نیت جہری کرنا مستحب ہے اور یہ بھی نہیں کہا کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ اور جس نے یہ کہا ہے کہ نیت جہر کرنی چاہیے اس نے رسول اللہ ﷺ کی اور آئمہ اربعہ (سوائے

امام شافعی [1] کے، از ناقل) وغیرہ کے اجماع کی مخالفت کی۔"

(مجموع الفتاوی:٥-١٥٣) (الفتاوی الکبری : ٢/٢١٣)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اس (تکبیر) سے پہلے آپ کچھ بھی نہ کہتے اور نہ زبانی کرتے۔ نہ یہ فرماتے کہ "میں ایسے چار رکعتیں، قبلہ رخ ہو کر پڑھتا ہوں، امام یا مقتدی کی حیثیت سے، اور نہ یہ فرماتے کہ اداء یا قضاء ہے، یا (میری یہ نماز) فرض ہے۔ یہ سب بدعات ہیں۔ آپ سے ان کا ثبوت نہ صحیح سند سے ہے اور نہ ضعیف سند سے۔ ان میں سے ایک لفظ با سند (متصل) یا مرسل (یعنی منقطع) مروی نہیں ہے اور نہ کسی صحابی یہ (عمل) منقول ہے، یا تابعین کرام اور آئمہ اربعہ میں بھی کسی نے اس (مستحب و) مستحسن قرار نہیں دیا۔" (زاد المعاد: ١/٢٠١)

نماز میں نیت تبدیل کرنا درست ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

"...میں رات کی نماز میں نبی ﷺ کی بائیں طرف کھڑا ہوا آپ نے میرا سر اپنی پیٹھ کے پیچھے سے پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کر دیا..."

(صحیح البخاری:٦٩٩)

امام بخاری نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے:

اذا لم ینو الامام ان یؤم ثم جاء قوم فامهم.

"جب امام نے امامت کرانے کی نیت نہ کی ہو پھر کوئی قوم آجائے تو ان کی امامت کرادے۔"

اس میں واضح دلیل ہے کہ نیت نماز میں تبدیل کرنا درست ہے۔ حافظ عبدالمنان

---

[1] المعجم لابن المقرئی: ص ١٢١ ح ٣٣٦ وسندہ صحیح۔ الحسینوی

نور پوری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اور نیت نماز میں تبدیل بھی کی جا سکتی ہے اور عمل ختم ہونے سے پہلے کسی وقت بھی نیت کی جا سکتی ہے "إنما الأعمال بالنيات" آیا ہے۔ہاں جن اعمال میں نیت کی ابتداء وآغاز عمل میں ہونے کی تصریح موجود ہے ان میں نیت ابتداء وآغاز عمل میں ہی ہوگی۔'' (احکام و مسائل:۲/۱۸۷)

امام اور مقتدی کی نیت میں اختلاف جائز ہے:

مثلاً امام کی نماز نفلی ہو اور مقتدی کی فرضی ہو، اس میں دونوں کی نیتیں مختلف ہیں۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ عشاء پڑھتے پھر اپنی قوم (اہل محلہ) کے پاس آتے، پھر انھیں یہی عشاء کی نماز پڑھاتے۔

(صحيح البخاري: ٧٠٠، صحيح مسلم: ٤٦٥)

یہ واضح نص ہے کہ نیتوں کا مختلف ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔کیونکہ اس روایت میں یہ اضافہ بھی ثابت ہے کہ:

''سیدنا معاذ کی دوسری نماز نفلی ہوتی تھی اور مقتدیوں کی فرضی ہوتی تھی۔''

(مصنف عبدالرزاق: ٨/٢، سنن الدارقطني: ٢٧٤/١ وقال ابن حجر: "وهو حديث صحيح رجاله رجال الصحيح۔" فتح الباري: ٢/٢٤٩)

اسی مذکورہ حدیث پر امام نسائی نے باب قائم کیا ہے:

اختلا ف نية الإمام والمأموم.

''امام اور مقتدی کی نیت کا مختلف ہونا۔'' (سنن النسائي: ١/٩٦)

گویا کہ امام نسائی بھی اس سے یہی استدلال کر رہے ہیں کہ امام اور مقتدی کی نیت مختلف ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"إن موافقة الإمام في نية الفرض أو النفل ليست بواجبة۔"

بے شک فرض یا نفل (نماز) کی نیت میں امام کی موافقت کرنا واجب نہیں (یعنی امام اور مقتدی کی نیت کا اختلاف جائز ہے)۔

(مجموع الفتاوى: ۲۰۹/۲، التعليقات السلفية)

نیت اور حج:

شیخ عمرو بن عبدالمنعم ﷾ لکھتے ہیں کہ:

"بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج اور عمرہ کی لبیک کہنا ہی زبانی نیت کا جواز ہے، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں۔ نیت تو صرف ارادے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا ہے، بلند آواز سے جو لبیک کہی جاتی ہے وہ نماز تکبیر تحریمہ کے قائم مقام ہے اور کوئی عقل مند آدمی تکبیر کو نماز کی نیت نہیں کہتا اور وضو پر بسم اللہ کو وضو کی نیت نہیں سمجھتا ہے۔"

امام ابن رجب نے کہا ہے کہ:

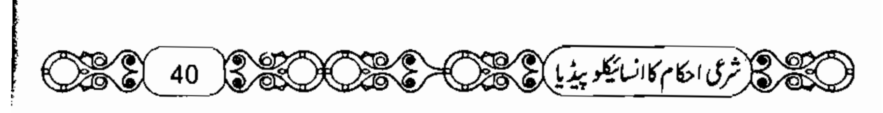
"ان مسائل میں ہمیں نہ سلف صالحین سے کوئی ثبوت ملا ہے اور نہ کسی امام سے۔"

پھر مزید کہا ہے کہ:

"اور ابن عمر سے صحیح ثابت ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو احرام باندھتے وقت یہ کہتے سنا کہ اے اللہ! میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ کیا تو لوگوں کو بتا رہا ہے؟ کیا تیرے دل میں جو کچھ ہے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر نہیں؟۔" (جامع العلوم والحكم: ص ٤٠)

یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ حج اور عمرہ میں لفظی نیت جائز نہیں ہے، جو اسے ضروری سمجھتے ہیں اور خواہ مخواہ اس پر زور دیتے ہیں تو انہوں میں ایسی بدعت ایجاد کی ہے جس کی اللہ نے اجازت دی ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ نے۔"

(عبادات میں بدعات: ص ۲۱۴)



نیت اور روزہ

فرضی روزہ کی نیت رات کو فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے:

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا صیام لمن لم یجمع قبل الفجر" جو شخص فجر سے پہلے نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں۔ (سنن النسائي: ٢٣٣٨، وسنده صحيح)

امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ

''اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضی روزے مراد لیے ہیں نفلی نہیں۔''

(صحيح ابن خزيمه:قبل ح١٩٣٥)

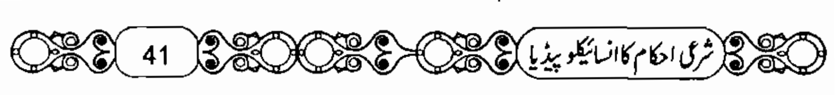
فرضی روزہ کی روزانہ رات کو نیت کرنی چاہیے:

اوپر والی حدیث اس پر صادق آتی ہے۔امام ابن خزیمہ نے (إنما الأعمال بالنيات) پر باب باندھا ہے کہ:

''روزہ کی اس دن فجر طلوع ہونے سے پہلے روزانہ نیت کرنا واجب ہے، برخلاف اس آدمی کے جس نے کہا ہے کہ ایک دفعہ کی نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہے۔'' (صحيح ابن خزيمه:قبل ح١٩٣٤)

اور امام ابن المنذر النیشابوری فرماتے ہیں:

''اجماع ہے کہ جس نے رمضان کی ہر رات روزہ کی نیت کی اور روزہ رکھا اس کا روزہ مکمل ہے۔'' (كتاب الاجماع:رقم١٢٣)



روزہ کی نیت کے مروجہ الفاظ کی حقیقت:

روزہ کی نیت کے مشہور مروجہ الفاظ: "وبصوم غدنویت من شهر رمضان" کسی نے خود گھڑے ہیں جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

شیخ منیر احمد قمر حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ نے نہ خود کہے اور نہ تعلیم فرمائے۔ یہ نہ خلفاء وصحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں اور نہ ہی تابعین و آئمہ رحمہم اللہ میں سے کسی سے ثابت ہیں۔ کتب حدیث وفقہ کا سارا ذخیرہ چھان ماریں یہ الفاظ کہیں نہیں ملیں گے اور جن بعض عام سی کتابوں میں ملیں گے۔ان میں بھی قطعا بے سند مذکور ہوں گے۔ معلوم نہیں کہ یہ الفاظ کس نے جوڑ دیئے ہیں۔ ویسے اگر تھوڑے سے غور وفکر سے کام لیا جائے تو خود ان الفاظ میں ہی ان کے جعلی و من گھڑت ہونے کی دلیل موجود ہے۔ مثلا طلوع صبح صادق کے وقت اذانِ فجر سے تھوڑا پہلے سحری کھانے سے قبل یہ کہتا ہے ہے: ''میں نے کل کے روزے کی نیت کی۔'' تو اس کا یہ قول واقع اور حقیقت کے خلاف ہے، کیونکہ فجر تو ہو چکی اور یہ روزہ جس کی وہ سحری کھانے لگا ہے کل کا نہیں بلکہ آج کا ہے۔ یہاں "وبصوم اليوم" جیسے الفاظ ہونے چاہییں تھے کہ میں نے آج کے روزے کی نیت کی۔ کیونکہ کتب لغت میں غَدٍ کا معنی لکھا ہے: آئندہ کل یا وہ دن جس کا انتظار ہے، یعنی قیامت کا دن۔''

(نماز وروزہ کی نیت: ص۳۷۔۳۸)

معلوم ہوا کہ یہ الفاظ شرعا ولغۃ دونوں اعتبار سے ثابت نہیں ہیں۔ جب نیت کا تعلق ہی دل سے ہے تو پھر ان موضوع (من گھڑت) الفاظ سے نیت کرنا چہ معنی دارد؟۔

اعتکاف کی نیت:

یہ بھی عبادت ہے اس کے لیے بھی نیت ضروری ہے۔اس کی نیت کی صورت یہ

ہے کہ جب آدمی اپنا بستر وغیرہ مسجد میں لا کر خیمہ وغیرہ بناتا ہے تو اس کی نیت تھی تو تب ہی اس نے یہ سارے کام کیے ہیں بس یہی نیت ہے کیونکہ نیت کا تعلق دل سے ہے اور نیت کسی کام کے ارادے کو کہتے ہیں لیکن بعض لوگ اپنی زبان سے تلفظوں کی صورت میں مسجد میں داخل ہو کر اعتکاف کے لیے "نویت سنة الاعتکاف" میں نے اعتکاف کی سنت کی نیت کی۔ کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

نیت کر لینے سے اعتکاف واجب نہیں ہوتا:

مثلاً کوئی شخص اعتکاف کرنے کی نیت سے مسجد میں اپنا خیمہ بنا لے پھر ایسا کوئی عذر پیش آ جائے جس کی وجہ سے وہ اعتکاف نہ کر سکے تو اس کے اعتکاف نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آتا ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ کے لیے مسجد میں خیمہ بنایا گیا تو آپ کی تین بیویوں سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہن نے بھی مسجد میں اپنے اپنے خیمے بنا لیے جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان خیموں کو ختم کر دینے کا حکم دیا پھر آپ نے شوال کے دس دنوں کا اعتکاف کیا۔"

(صحیح البخاری:۲۰۳۳)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "وفيه إن الاعتكاف لا يجب بالنية" اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نیت کر لینے سے اعتکاف کرنا واجب نہیں ہوتا۔

(فتح الباری:٤/٣٤٩)

نیت اور طلاق:

۱۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو طلاق کا لفظ کہے خواہ طلاق کی نیت ہو یا محض مذاق مقصود ہو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ حدیث "ثلاث جدهن جد و هذلهن جد" اگر سہواً زبان سے طلاق کا لفظ نکل جائے اور طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہو



گی۔بہر حال چند حالتیں وہ ہیں جن میں طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ ان حالتوں میں نیت کو دخل نہیں ہے۔مثلاً

۱۔ حالتِ نشہ میں دی گئی طلاق۔(یہ استدلال ہے کیونکہ انسان نشے کی حالت میں پاگل انسان کی طرح ہوتا ہے اور اسے کوئی پتا نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

۲۔ پاگل کی طلاق۔۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:''حالت نشہ میں دی گئی طلاق اور پاگل آدی کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔'' (صحيح البخاري:قبل ح٥٢٦٩ تعليقا بالجزم)

۳۔ شدید غصے میں دی گئی طلاق کیونکہ اس وقت بھی انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔
(سنن أبي داؤد:٢١٩٣،ابن ماجه:٢٠٤٦ وحسنه الالباني)

۴۔ زبر دستی دلوائی گئی طلاق۔سیدنا ابن عباس نے فرمایا:''حالت نشہ میں موجود انسان اور مجبور شخص کی دی ہوئی طلاق جائز نہیں ہے۔''
(صحيح البخاري:قبل ح٥٢٦٩ تعليقا بالجزم)

۵۔ سونے کی حالت میں طلاق۔

۶۔ خواب میں دی گئی طلاق۔حدیث میں آتا ہے کہ:''...سونے والا مرفوع القلم ہے...۔
(سنن أبي داؤد:٤٤٠٣،سنن النسائي: ٣٤٣٢ وصححه الالباني)

لہٰذا سونے کی حالت یا خواب میں اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔

۲۔ اگر کوئی اشارے کنائے میں طلاق دینے کے ہم مثل کلمات استعمال کرے تو اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا نا کہ ظاہری الفاظ کا مثلاً اگر وہ کہے کہ:''تو اپنے گھر چلی جا، یا کہے کہ تو آج کے بعد آزاد ہے'' وغیرہ۔اگر تو اس سے اس کا اپنی بیوی کو طلاق دینا مقصود ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔اور اگر اس سے طلاق دینا مقصود نہیں تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔امام زہری نے کہا کہ:''اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میری بیوی نہیں ہے تو اس کی نیت معلوم کی جائے گی اگر اس نے اس سے طلاق مراد لی ہے تو واقع ہو جائے گی (ورنہ نہیں)۔'' (صحيح البخاري:قبل ح٥٢٦٩ تعليقا بالجزم)



رات کو پیش آنے والے 265 مسائل کا شرعی حل

رات میں ہونے والے چند اہم امور درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن حکیم رات کو نازل ہوا۔ (الدخان : ۳ ، القدر : ۱)

۲۔ معراج رات کو کروائی گئی۔ (الاسراء : ۱)

۳۔ رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے۔
(صحیح البخاری : ۷٤۹٤ ، صحیح مسلم : ۷۵۸)

رات کیا ہے؟

رات اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے۔ (الاسراء : ۱۲)

رات کو اللہ تعالیٰ نے سکون کا ذریعہ بنایا۔ (الانعام : ۹٦، النمل : ۸٦)

رات کو اللہ تعالیٰ نے پردہ بنایا۔ (الفرقان : ٤۷)

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ رات کو لائے ہی نہ ہمیشہ دن ہی رکھے اور اس پر بھی قادر ہے کہ وہ دن کو لائے ہی نہ ہمیشہ رات کو ہی برقرار رکھے۔
(دیکھئے: القصص: ۷۱، ۷۲)

اللہ کی خاص رحمت ہے جس نے دن اور رات (دونوں) کو بنایا۔
(دیکھئے: القصص: ۷۳)

رات اور طہارت:

اس میں درج ذیل بحثیں ہیں:

۱۔ رات کو سوتے وقت باوضو ہو کر سونا۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مسلمان رات کو ذکر و اذکار اور وضو کر کے سوتا ہے تو وہ رات کو بیدار ہونے پر دنیا و آخرت کی جو بھلائی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے وہ بھلائی اللہ تعالیٰ اسے دے دیتا ہے۔“

(سنن أبي داود: ٥٠٤٢ و سنده صحيح)

نیز دیکھئے: صحیح بخاری (٦٣١١) صحیح مسلم (٢٧١٠)

٢۔ سویا ہوا قضائے حاجت کے لیے بیدار ہو تو اس کا ہاتھوں اور چہرے کو دھونا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

” أن النبي ﷺ قام من الليل فقضى حاجته وغسل وجهه ويديه ثم نام “

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (نیند سے) بیدار ہوئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قضائے حاجت کی پھر چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سو گئے۔

(صحيح مسلم: ٣٠٤)

٣۔ جنبی آدمی سونے سے پہلے شرم گاہ کو دھوئے اور وضو کرے پھر سو جائے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں جب سونا چاہتے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی شرمگاہ کو دھوتے اور نماز جیسا وضو کرتے۔

(صحيح بخاری: ٢٨٨)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جنابت کی حالت میں سونے سے پہلے وضو کرنے اور اپنی شرمگاہ کو دھونے کا حکم دیا تھا۔

(صحيح البخاري: ٢٩٠، صحيح مسلم: ٣٠٦، ترقيم دارالسلام: ٧٠٤)

٤۔ جنبی آدمی کا سونے سے پہلے کبھی کبھار نہانا بھی مسنون ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات غسل کر کے سوتے اور بعض دفعہ حالتِ جنابت میں (ہی) وضو کر کے سو جاتے۔ (صحيح مسلم: ٣٠٧)

فائدہ: حالتِ جنابت میں غسل کر کے سونا مستحب ہے، بغیر غسل کے سونا بھی صحیح ہے، دیکھئے: (صحیح البخاري: ١٨٢٥، صحیح مسلم: ١١٠٩) اسی طرح وضو بھی مستحب ہے، بغیر وضو کے سونا صحیح ہے۔ (ابو داود: ٢٢٨، صححه الألباني)

۵۔ رات کو نیند سے اُٹھ کر مسواک کرنا

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو مسواک کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ٢٤٥)

٦۔ جنبی آدمی کا کبھی کبھار تیمم کر کے سونا بھی صحیح ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ حالتِ جنابت میں سونے کا ارادہ کرتے تو وضو کرتے اور کبھی تیمم کرتے۔

(بیهقی ١/٢٠٠ وسنده حسن و حسنه الحافظ ابن حجر في فتح الباری ٣٩٤/١ تحت ح ٢٩٠)

اس مرفوع حدیث کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ بھی ہے۔

دیکھئے: مصنف ابن أبي شيبه (١/٦١ ح ٦٧٦ وسنده صحيح)

رات اور اذان:

رات سورج غروب ہونے سے شروع ہو جاتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔ اس دوران میں درج ذیل اذانیں دی جاتی ہیں:

مغرب کی اذان:

سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آفتاب غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٥٦١، صحیح مسلم: ٦٣٦)

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے تو ہم میں سے ہر ایک نماز پڑھ کر واپس آجاتا تو وہ تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔

(صحیح البخاری: ٥٥٩)



بعض لوگ یہ اذان کہنے میں تاخیر کرتے ہیں جو سنت کے سراسر خلاف ہے حالانکہ مغرب کی اذان سورج غروب ہوتے ہی کہہ دینی چاہیے۔

عشاء کی اذان:

عشاء کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے سے شروع ہو جاتا ہے۔ شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو غروبِ آفتاب کے بعد کچھ وقت کے لئے آسمان پر باقی رہتی ہے۔

نمازِ عشاء کا اول وقت وہ ہے جب شفق غائب ہو جائے۔ (صحیح مسلم : ٦١٣)

نمازِ عشاء کا آخری وقت آدھی رات تک ہے۔

(صحیح البخاری : ٥٧٢، صحیح مسلم : ٦١٢)

معلوم ہوا کہ جب شفق غروب ہو تو اسی وقت عشاء کی اذان کہہ دینی چاہیے تاہم تاخیر بھی جائز ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

سحری کی اذان:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن بلالًا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم.

''بے شک بلال (رضی اللہ عنہ) رات کو اذان کہتے ہیں لہٰذا تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) اذان دیں۔'' (صحیح البخاری : ٦٢٣)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت ثابت ہے۔

(دیکھئے صحیح البخاری : ٦١٧، صحیح مسلم : ١٠٩٢)

اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے وہ اتنی دیر تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک انھیں کہا نہ جاتا کہ تم نے صبح کر دی۔

رات اور نماز:

رات میں دو طرح کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں:



۱: فرض

۲: نوافل

فرضی نمازیں:

یہ دو ہیں: نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء

نمازِ مغرب:

اس میں تین رکعات فرض ہیں۔ (مسند احمد ٦/٢٧٢ ح ٢٦٨٦٩ وسندہ حسن لذاتہ)

سفر میں بھی اس کی تین رکعات پڑھی جاتی ہیں۔

(صحیح ابن حبان ٤/١٨٠ ح ٢٧٢٧، صحیح ابن خزیمہ ٢/٧١ ح ٩٤٤ وسندہ حسن)

حالتِ سفر میں تین رکعات پڑھنے پر اجماع بھی ہے۔

(مراتب الاجماع از ابن حزم ص ٢٤، ٢٥)

اس پر بھی اجماع ہے کہ مغرب کی نماز غروبِ آفتاب کے بعد واجب ہوتی ہے۔

(کتاب الاجماع از ابن المنذر مترجم ص ٢٤)

جب تک شفق غائب نہ ہو نمازِ مغرب کا وقت رہتا ہے۔ (صحیح مسلم : ٦١٢)

نمازِ عشاء:

اس کی چار رکعت فرض ہیں۔ (مسند احمد ٦/٢٧٢ ح ٢٦٨٦٩ وسندہ حسن لذاتہ)

سفر میں اس کی دو رکعات پڑھنی فرض ہیں۔ (ایضا وصحیح مسلم : ٦٨٧)

اور حالتِ خوف میں ایک رکعت فرض ہے۔ (صحیح مسلم: ٦٨٧)

شفق غائب ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آدھی رات تک رہتا ہے۔

(صحیح مسلم : ٦١٢، نیز دیکھئے :صحیح البخاری : ٥٧٢)

اگر نمازی جلدی آجائیں تو جلدی جماعت کروائی جائے اور اگر نمازی لیٹ آئیں تو پھر نماز بھی لیٹ کروائی جائے۔ (صحیح البخاری : ٥٦٠)

رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری : ٥٦٠)

نمازِ عشاء کو مؤخر کر کے پڑھنا رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا۔

(صحیح البخاری قبل ح ٥٧٢)

منافقین پر نمازِ عشاء اور فجر بہت بھاری ہیں۔

(صحیح البخاری : ٦٥٧ ، صحیح مسلم : ٦٥١)

سفر میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا:

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

خرجنا مع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك فكان يصلي الظهر والعصر جميعًا والمغرب والعشاء جميعًا.

ہم غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، آپ ظہر وعصر کی نماز اکٹھی (جمع کر کے) پڑھتے تھے اور مغرب وعشاء کی نماز اکٹھی پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم : ٧٠٦)

۴۔ مقیم آدمی بھی بارش، خوف یا شدید عذر کی بنیاد پر دونوں نمازیں جمع کر سکتا ہے۔

(دیکھئے صحیح مسلم : ٧٠٥)

تنبیہ: بعض کہتے ہیں کہ یہ جمع صوری (ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری کو اس کے پہلے وقت میں پڑھنا یہ صورۃ جمع ہے درحقیقت ہر نماز اپنے وقت میں ہے ایک آخری وقت میں اور دوسرا اول وقت میں ہے) تھی دیکھے۔

(سنن النسائی : ٥٩٠)

حالانکہ اس میں سفیان بن عیینہ مدلس راوی ہے اور وہ عن سے بیان کر رہا ہے اس لیے یہ روایت ضعیف ہے، اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بارش میں دو نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔

(موطأ امام مالك ص ١٢٦ وسنده صحيح)

۵۔ حج کرتے ہوئے ۹ ذوالحجہ کو مغرب اور عشاء کی نمازیں منیٰ ہی میں ادا کی جائیں۔

(صحیح مسلم : ١٢١٨)

اورنمازِ عشاء منیٰ میں دو رکعت پڑھی جائے گی۔ (صحیح مسلم : ٦٩٤)

علامہ نووی نے اس پر باب قائم کیا ہے کہ "منیٰ میں نماز قصر کرنا"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے شروع زمانہ میں دو رکعتیں ہی پڑھتے تھے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں۔ (ایضاً)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب امام کے ساتھ پڑھتے تو چار رکعتیں پڑھتے اور جب اکیلے پڑھتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ (صحیح مسلم : ١٢٠٨، و دارالسلام : ١٥٩٢)

٦۔ حج والے دن (١٠ ذوالحجہ کو) عرفات سے واپسی کے بعد مزدلفہ پہنچ کر اذان دی جائے پھر اقامت کہی جائے اور مغرب کی تین رکعت نماز ادا کی جائے۔

(صحیح مسلم : ١٦٧٢)

پھر نمازِ عشاء کی دو رکعتیں ادا کی جائیں۔ (صحیح مسلم : ١٢٨٨)

نمازِ مغرب اور عشاء کے درمیان کوئی (نفلی) نماز نہ پڑھے۔

(صحیح البخاری ١٦٧٢، صحیح مسلم : ١٢٨٨)

نمازِ عشاء کے بعد بھی کوئی (نفلی) نماز نہ پڑھی جائے۔

(صحیح البخاری : ١٦٧٣)

پھر طلوعِ فجر تک سو جائے۔ (صحیح مسلم : ١٢١٨)

٧۔ عورت رات کو اندھیرے میں مسجد کی طرف جا سکتی ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ:

"إذا استا ذنكم نساؤكم بالليل إلى المسجد فأذنوا لهن"

جب تمھاری بیویاں تم سے رات کو مسجد میں (نماز پڑھنے کے لئے) جانے کی اجازت مانگیں تو تم انھیں اجازت دے دو۔ (صحیح البخاری : ٨٦٥)

٨۔ نمازِ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ "عشاء کا



وقت آدھی رات تک ہے۔" (ح ٥٧٢)

مسنون یا نفلی نمازیں:

رات کی نفلی نماز دو دو رکعات کر کے پڑھنی چاہیے۔ (بخاری: ١/١٣٥، مسلم: ١/٢٥٧)

ا۔ نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا۔

سیدنا عبداللہ (بن مغفل) المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" صلوا قبل صلاة المغرب" قال في الثالثة: "لمن شاء" كراهية أن يتخذها الناس سنة.

"تم مغرب سے پہلے (دو رکعت) پڑھو (یہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا) تیسری بار فرمایا: جو چاہے پڑھے اس بات کو ناپسند سمجھتے ہوئے کہ کہیں اس (نفلی نماز) کو سنت (ضروریہ یعنی فرض) نہ بنا لیں۔" (صحیح البخاری : ١١٨٣)

سنن ابی داود میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" صلوا قبل المغرب ركعتين" مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔

(ح ١٢٨١، وسنده صحيح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خود بھی) مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔

(صحيح ابن حبان : ١٥٨٦، وسنده صحيح)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان دو رکعت کا اہتمام کرتے تھے۔

(صحیح البخاری : ١١٨٤)

نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھنا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے، پھر (گھر میں) داخل ہوتے اور دو رکعت (سنت) پڑھتے۔" (صحیح مسلم : ٧٣٠)



وہ بارہ رکعات نفلی نماز جن کے دن اور رات میں پڑھنے سے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے اس میں نماز مغرب کے بعد کی دو رکعتیں بھی ہیں۔

(سنن الترمذی :٤١٥ وقال : حسن صحیح)

مغرب اور عشاء کے درمیان نفلی نماز:

اس کی تعداد متعین نہیں، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھی جب آپ (ﷺ) نے (نمازِ مغرب) پوری پڑھ لی تو آپ (ﷺ) نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کی آپ (ﷺ عشاء تک) نماز پڑھتے رہے یہاں تک رسول اللہ (ﷺ) نے نمازِ عشاء پڑھی پھر مسجد سے نکلے۔''

(سنن الترمذی : ٣٧٨١وقال: "حسن" وسنده حسن ،مسند أحمد ٣٩١/٥ ،السنن الكبرى للنسائي :٣٨٠ ـ٣٨١، صحيح ابن خزيمه ٢٠٧/٢ ح ١١٩٤، صحيح ابن حبان الموارد : ٢٢٢٩، وصححه الذهبي في تلخيص المستدرك ٣٨١/٣)

نمازِ عشاء سے پہلے دو رکعت پڑھنا:

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" ما من صلاة مفروضة إلا وبين يديها ركعتان"

''کوئی فرض نماز ایسی نہیں ہے جس سے پہلے دو رکعتیں نہ ہوں۔''

(صحيح ابن حبان ، الاحسان: ٢٤٤٦ وسنده صحيح اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے)

نمازِ عشاء کے بعد دو رکعت پڑھنا:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دن اور رات میں (فرضوں کے علاوہ) بارہ رکعتیں پڑھیں اس کے لئے بہشت میں گھر بنایا جاتا ہے (ان میں) دو رکعتیں نماز عشاء کے بعد (بھی) ہیں۔

(سنن الترمذی : ٤١٥ وقال :حسن صحیح)

٦۔ نمازِ عشاء کے بعد گھر میں آ کر چار رکعتیں پڑھنا بھی مسنون ہے۔

(صحيح البخاری : ١١٧)

نماز وتر کے احکام

نماز وتر مستحب ہے:

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نجد والوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آیا تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دن رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں'' وہ بولا: ان کے سوا میرے اوپر اور کوئی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''لا الا ان تطوع'' نہیں مگر یہ کہ تو نفل پڑھنا چاہے۔

(صحیح البخاری:٤٦،صحیح مسلم:٨)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالی نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں لوٹ کر آیا، جب موسی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انھوں نے پوچھا: اللہ نے کیا فرض کیا تمہاری امت پر؟۔ میں نے کہا پچاس نمازیں ان پر فرض کیں ۔موسی علیہ السلام نے کہا: تم پھر اپنے رب کے پاس واپس جاؤ کیونکہ تمھاری امت میں اس قدر طاقت نہیں میں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر گیا اس نے آدھی معاف کر دیں ۔پھر میں لوٹ کر موسی علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے بیان، کیا انھوں نے کہا کہ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جاؤ کیونکہ تمھاری امت میں اتنی طاقت نہیں، پھر میں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ گیا۔اس نے فرمایا: پانچ نمازیں فرض ہیں اور وہ پچاس کے برابر ہیں میری بات نہیں بدلتی ہے'' (صحیح البخاری:٣٤٩،صحیح مسلم:١٦٣)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ مذکورہ دلائل کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

یہ احادیث اور اس موضوع کی دیگر احادیث جن کو میں نے ذکر نہیں کیا اس بات پر دلیل ہیں کہ فرضی نمازیں پانچ ہیں اور ان کے علاوہ باقی نفلی ہیں۔" (الاوسط: ٥/١٦٧)

امام ابن خزیمہ لکھتے ہیں کہ:

"یہ احادیث اس بات پر دلیل ہیں کہ وتر کو بندوں پر واجب قرار دینے والا ان پر چھ نمازیں واجب کرنے والا ہے۔" (صحیح ابن خزیمہ: ٢/١٣٧)

امام ابن حبان نے دس احادیث سے استدلال کیا ہے کہ نماز وتر فرض نہیں ہے اور وہ ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ وتر فرض نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا کہ وہ انھیں بتلائے بے شک اللہ تعالی نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وتر فرض ہوتا تو اللہ تعالی اس کو بھی لوگوں کے لیے واضح کر دیتے۔" (صحیح ابن حبان: ٥/٦٥۔٦٦)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے آئندہ رات ہم مسجد میں جمع ہو گئے اور ہم نے امید کی کہ آپ ہماری طرف آئیں گے ہم مسجد میں رہے یہاں تک ہم نے صبح کر دی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ہم نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہم نے امید کی تھی کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے اور ہمیں نماز پڑھائیں گے آپ نے فرمایا: "کرهت ان یکتب علیکم الوتر " میں نے ناپسند سمجھا کہ وتر تم پر فرض کر دیا جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ٢/١٣٨، ح١٠٧٠)

نماز وتر کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ سفر میں بھی نماز وتر پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ١٠٠٠، مسلم: ٧٠٠)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے جدھر وہ منہ کرے اور اسی پر وتر پڑھتے تھے مگر فرض اس پر نہ پڑھتے تھے۔''

(صحیح البخاری: ۱۰۰۰، صحیح مسلم: ۷۰۰، دارالسلام: ۱۶۱۸)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

''نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے تھے اور وہ سامنے لیٹی رہتیں پھر جب وتر رہ جاتے تو آپ انھیں بیدار کر دیتے وہ وتر پڑھ لیتیں۔''

(صحیح البخاری: ۹۹۷، صحیح مسلم: ۷۴۴، دارالسلام: ۱۷۳۵)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالی وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۴۱۰، صحیح مسلم: ۲۶۷۷)

ان احادیث سے نماز وتر کی اہمیت تو ثابت ہوتی ہے لیکن فرضیت نہیں۔

نماز وتر کا وقت:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو ڈر ہو کہ رات کے آخری حصے میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ رات کے اول حصے میں (نماز عشاء کے بعد) پڑھ لے۔ اور جس کو امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھے گا تو وہ وتر رات کے آخری حصے میں پڑھے اس لیے کہ آخری رات کی نماز ایسی ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۷۵۵)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت کی۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲۴، صحیح مسلم: ۷۲۱)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر اول رات میں اور درمیان رات میں اور آخر رات میں سب وقت ادا کیے ہیں اور آپ کے وتر کی انتہا سحری تک ہوئی۔ (صحیح مسلم: ۷۴۵، دارلسلام: ۱۷۳۷)

نماز کے آخری حصے (فجر) تک نماز وتر کا وقت ہے۔

(صحیح مسلم:٧٤٥، دارالسلام: ١٧٣٨)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب صبح (صادق) ہونے کا خطرہ ہوتو ایک رکعت پڑھ لو۔ یہ ایک (رکعت پہلی ساری) نماز کو طاق بنا دے گی۔

(صحیح البخاری:٩٩٠،٩٩٣ صحیح مسلم:٧٤٩)

نماز وتر کی رکعات کی تعداد:

ایک وتر: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الوتر ركعة من آخر الليل" وتر ایک رکعت ہے رات کے آخری حصے میں۔

(صحیح مسلم:٧٥٢)

ایک وتر کے مسنون ہونے پر بہت زیادہ دلائل ہیں تفصیل کا طالب (الدلیل الواضح از: شیخ عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ) کی طرف رجوع کرے۔

تین اور پانچ وتر: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وتر ہر مسلمان پر حق ہے پس جس کی مرضی ہو پانچ وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو تین وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو ایک وتر پڑھے۔ (سنن النسائی: ١٧١٠، صححه الألباني)

تین وتر پڑھنے کا طریقہ: دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں پھر ایک وتر الگ پڑھیں۔

(صحیح البخاری:٦٢٦،صحیح مسلم:٧٥٢)

یا تین وتر اکٹھے پڑھنا اور تشہد صرف آخری رکعت میں بیٹھنا۔ (مسلم:٧٣٧)

تنبیه: تین وتر دو قعدوں اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین وتر (اکٹھے) نہ پڑھو، پانچ یا سات پڑھو۔ اور مغرب کی مشابہت نہ کرو۔

(سنن الدار قطنی:١٦٣٤،صحیح ابن حبان:٦٨٠،واسناده صحيح) تفصیل کے لیے دیکھئے (فتاوی الدین الخالص:٥/٥٣٦.٥٣٨)

فائدہ:جب تین وتر پڑھنے ہوں تو پہلی رکعت میں سورۃ الاعلی دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص پڑھنی چاہیے۔

(سنن ابو داؤد: ۱٤۲۳، سنن ابن ماجه: ۱۱۷۱ قال الاستاذ صحیح)

سات(۷) وتروں کے ثبوت کے لیے دیکھیے۔(صحیح مسلم:۱/۲۵٦)

نو(۹)وتروں کے ثبوت کے لئے دیکھئے۔(صحیح مسلم:۱/۲۵٦)نو(۹) وتروں میں پہلا تشہد اس وقت ہوگا جب آٹھ رکعات مکمل ہو جائیں اور دوسرا تشہد نویں رکعات میں کرنا ہے۔ (مسلم:۱/۲۵٦)

ایک رات میں دو بار وتر پڑھنا جائز نہیں:

سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ رمضان میں قیام کیا اور وتر پڑھ لیا پھر اپنی مسجد میں گئے تو اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی لیکن وتر نہیں پڑھایا اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (لا وتران فی لیلة) ایک رات میں وتر کی نماز دو دفعہ نہیں ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۱٤۳۹، سنده صحیح)

وتر کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ایک سفر میں نماز وتر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔

(صحیح ابن خزیمه:۱۱۰٦،صحیح ابن حبان:٦۸۳، سنده حسن)

یہ دو رکعت رسول اللہ ﷺ سے فعلا بھی ثابت ہیں۔

(صحیح مسلم: ۷۳۸، دارالسلام: ۱۷۲٤)

امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں :وتر کے بعد جو بھی نماز پڑھنا چاہے وہ پڑھ سکتا ہے اور بے شک یہ دونوں رکعتیں وتر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہیں اور یہ امت کے علاوہ آپ کا خاصہ نہیں تھیں۔ جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا وہ حکم مستحب اور فضیلت پر محمول ہے نہ کہ واجب اور فرض پر ہے۔(صحیح ابن خزیمه:قبل ح:۱۱۰٦)

تنبیہ: نمازِ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا اور وتر کو رات کی آخری نماز قرار دینے میں علامہ نووی کے نزدیک کوئی تعارض نہیں ہے۔ دیکھئے خلاصۃ الاحکام للنووی (١/٥٦٧)

ان دو رکعتوں میں رسول اللہ ﷺ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ﴾ اور ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھتے تھے۔ (مسند احمد ٥/٢٦٠ ح ٢٢٢٤٤، وسنده حسن)

اور اس مسئلہ کی ایک دلیل ماقبل مسئلہ (نمبر٦) میں گزر چکی ہے۔

نماز وتر میں دعاء وتر رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور دعاء رکوع سے پہلے کرتے۔

(سنن ابن ماجه:١١٨٢ صحيح) نیز دیکھیں: مصنف ابن ابی شیبه(٢/٩٧)

دعاء وتر کے لیے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں:

امام نسائی نے باب باندھا ہے: "ترك رفع اليدين فى الدعاء فى الوتر" وتر کی دعاء میں ہاتھوں کا نہ اٹھانا۔ (سنن النسائی: قبل ح ١٧٤٩)

مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں مجھے کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔

(تحفة الأحوذي: ٢/٥٦٧)

دعاء وتر:

اللهم اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت وتولني فيمن توليت وبارك لي فيما أعطيت وقني شر ما قضيت فإنك تقضي ولا يقضى عليك إنه لا يذل من واليت ولايعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت (سنن أبو داود: ١٤٢٥، ترمذی: ٤٦٤ وهو صحيح)

وتروں سے سلام پھیرنے کے بعد کی دعاء:

تین دفعہ کہے: "سبحان الملك القدوس" دو دفعہ پست آواز میں۔

(سنن ابو داؤد: ١٤٣٠ وهو صحيح)

اور تیسری دفعہ اونچی آواز میں۔ (سنن الدارقطني: ٣١/٢، سنن الكبرى للبيهقي: ٣٩/٣)

اور آخر میں کہے: "رب الملائكة والروح"

(سنن الدارقطني: ٣١/٢، سنن الكبرى للبيهقي: ٤٠/٣)

نمازِ تہجد:

سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أفضل الصلاة بعد الفريضة : صلاة الليل" فرض نماز کے بعد سب نمازوں سے افضل تہجد کی نماز ہے۔" (صحيح مسلم : ١١٦٣)

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لئے رحمت کی دعا کی ہے جو رات کو اٹھا پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنی عورت کو جگایا پھر اس نے (بھی) نماز پڑھی ....

(سنن ابی داود: ١٣٠٨، وسنده حسن ، اس حدیث کو حاکم [المستدرك ٤٠٩/١] ذهبى ، ابن خزيمه [١١٤٨] اور ابن حبان [٦٤٦] نے صحیح قرار دیا ہے۔)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کا غالب معمول بیان فرماتی ہیں کہ:

"ماكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة..."

رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

(صحيح البخاری : ١١٤٧، صحيح مسلم : ٧٣٨)

نمازِ تراویح:

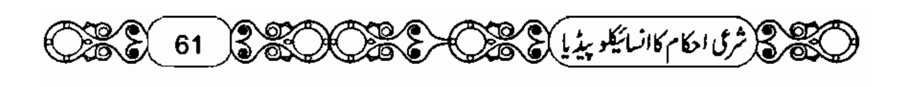
نمازِ تراویح گیارہ رکعات ہے۔



سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات کا حکم دیا تھا۔

دیکھئے موطأ امام مالك (١/١١٦ ح ٢٤٩ وسنده صحيح)

یاد رہے نماز تراویح نماز تہجد اور قیام اللیل ایک ہی نماز ہیں اور اس مسئلہ پر مستقل کتب لکھی جا چکی ہیں جن میں سے ایک کتاب حافظ زبیر علی زئی ﷾ کی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔



راتِ اور جنازہ

میت رات کو دفن کرنا:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی (کی قبر) پر نمازِ جنازہ پڑھائی جسے رات کو دفن کیا گیا تھا... (صحيح البخاری : ١٣٤٠)

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے کہ "رات کو دفن کرنا"

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رات کو دفن کئے گئے ۔(صحيح البخاری: قبل ح ١٣٤٠)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان صحابہ کا یہ عمل جواز میں اجماع کی مانند ہے۔

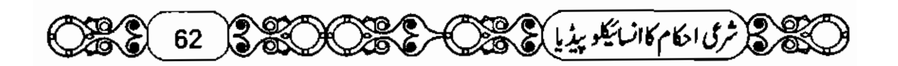
(فتح الباری ٢٦٧/٣)

اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی رات کو دفن کیا گیا تھا۔ (صحيح البخاری : ٤٢٤٠، ٤٢٤١)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"بہت زیادہ محدثین نے رات کو دفن کرنے کی اجازت دی ہے۔"

(سنن الترمذی تحت ح ١٠٥٧)



رات اور روزہ

اس میں درج ذیل بحثیں ہیں:

چاند کو دیکھ کر رمضان کے روزے شروع کرنا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صوموا لرؤیته.."
چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰۹، صحیح مسلم: ۱۰۸۱)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: " لا تصوموا حتی تروا الهلال ..."
اس وقت تک تم روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔
(صحیح البخاری: ۱۹۰۶، صحیح مسلم: ۱۰۸۰)

شک والے دن روزہ نہیں رکھنا چاہئے:

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " من صام یوم الشك فقد عصی أبا القاسم "
جس نے شک والے دن (چاند کے طلوع میں شک کے باوجود) روزہ رکھا تو یقیناً اس نے ابو القاسم (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔ (صحیح البخاری قبل ح ۱۹۰۶)

رؤیتِ ہلال کے ثبوت کے لئے دو (عادل) مسلمانوں کی گواہی ضروری ہے (سنن أبي داود: ۲۳۳۹ وھو صحیح) رؤیتِ ہلال میں اگر ایک (عادل) مسلمان کی گواہی مل جائے تو وہ بھی قبول کی جائے گی۔
(ابو داود: ۲۳٤۲، وسندہ صحیح، صحیح ابن حبان: ۸۷۱)

چاند دیکھ کر ہی روزے ختم کرنا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم فاكملوا شعبان ثلاثين" چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔

(صحيح البخاری : ۱۹۰۹، صحيح مسلم : ۱۰۸۱)

رؤیت ہلال کی دعا:

[اس باب میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ اللهم أهله علينا بالأمن وغیرہ والی سب روایتیں ضعیف ہیں ۔ صحیح روایت میں صرف یہ آیا ہے کہ نبی ﷺ نے پہلی رات کے بعد والا چاند دیکھا تو فرمایا: "اے عائشہ! اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔" الخ

(سنن الترمذی : ۳۳٦٦ وسنده حسن وقال الترمذی : "حسن صحيح" و صححه الحاکم ۲/ ۵٤۰، ۵٤۱ ووافقه الذهبی) /ز ع]

اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا:

دیکھئے: (صحيح ابن خزيمه ۲۰۵/۳ ح ۱۹۱٦، ورواه مسلم : ۱۰۸۷)

مطلع کی حد کوئی ملک نہیں اس کی حد (۳۲) بتیس منٹ کا فرق ہے۔

اسی پر اختلاف مطالع ہو جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: مرعاة المفاتيح (۲۱۵/٤)

تنبیه: اگر پہلی رات کا چاند تھوڑا سا بڑا نظر آئے تو اسے سابقہ دن کا خیال کرنا غلط ہے۔

(دیکھئے: صحيح ابن خزيمه ۲۰٦/۳ ح ۱۹۱۹)

فائدہ: بیوہ یا مطلقہ کی عدت، مدت حمل، رضاعت، زکوۃ اور حج وغیرہ کا اعتبار چاند سے ہی لگایا جاتا ہے۔

جس شخص نے قربانی کرنی ہو وہ ذوالحجہ کے چاند طلوع ہونے سے لے کر قربانی کرنے تک نہ بال کاٹے اور نہ ناخن تراشے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا رأيتم هلال ذی الحجة وأراد أحدكم أن يضحي فليمسك عن شعره وأظفاره. (صحيح مسلم : ١٩٧٧)

''جب ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تمھارا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں (کو کاٹنے اور تراشنے) سے بچو۔''

فرضی روزہ کی نیت رات کو کرنا ضروری ہے:

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

" لا صيام لمن لم يجمع قبل الفجر " جو شخص فجر سے پہلے نیت نہ کرے، اس کا روزہ نہیں ہے۔ (سنن النسائی ١٩٧/٤ ح ٢٣٣٨ وسنده صحيح)

نفلی روزوں کی دن کو بھی نیت کر سکتے ہیں۔ دیکھیں: صحيح البخاری (١٩٢٤)

فرضی روزہ کی روزانہ رات کو نیت کرنی چاہئے:

اوپر والی حدیث بھی اس پر صادق آتی ہے اور امام ابن المنذر النیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اجماع ہے کہ جس نے رمضان کی ہر رات روزہ کی نیت کی اور روزہ رکھا، اس کا روزہ مکمل ہے۔'' (کتاب الاجماع ص ٣٨ مترجم) نیز دیکھئے: صحيح ابن خزيمه (٢١٢/٣) [1]

تنبیہ: ''وبصوم غد نويت من شهر رمضان " کے مروجہ الفاظ سے روزہ کی نیت کرنا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ [2]

فائدہ: نیت دل کا فعل ہے نہ کہ زبان کا۔ مزید تحقیق کے لئے دیکھئے ہمارا رسالہ ''نیت کے احکام''۔ [3]

---

[1] ہم نے اس پر مفصل بحث اپنی کتاب (علمی اور تحقیقی بحوث) میں کی ہے۔ الحسینوی

[2] [3] ان مسائل کی تفصیل شروع کتاب میں گزر چکی ہے۔ الحسینوی

رات کو سحری کھانا:

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فصل ما بين صيامنا وصيام أهل الكتاب أكلة السحر.

ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں کے درمیان حدِ فاصل سحری کھانا ہے۔

(صحيح مسلم: ١٠٩٦)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تسحروا فإن في السحور بركة" سحری کا کھانا کھاؤ، بے شک سحری کے کھانے میں برکت ہے۔ (صحيح البخاری: ١٩٢٣، صحيح مسلم: ١٠٩٥)

مومن کی بہترین سحری کھجور کا کھانا ہے۔

(سنن ابی داود: ٢٣٤٥ وسنده صحيح، صحيح ابن حبان: ٨٨٣)

سحری تاخیر سے کھانی چاہیے اذانِ فجر اور سحری کھانے کا درمیانی وقت تقریباً پچاس آیات (پڑھنے کے برابر) کا ہونا چاہیے۔ (صحيح البخاری: ١٩٢١، صحيح مسلم: ١٠٩٧)

رات کے شروع ہوتے ہی (یعنی غروبِ آفتاب کے فوراً بعد) روزہ افطار کرنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ﴾ [البقره: ١٨٧]

''پھر رات تک (اپنے) روزے پورے کرو۔''

افطاری کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کریں گے۔

(صحيح البخاری: ١٩٥٧، صحيح مسلم: ١٠٩٣)

روزوں کی راتوں میں اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا جائز ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ ﴾ [البقرہ : ۱۸۷]

''روزوں کی راتوں میں تمھارے لئے اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔''

رات کو روزہ نہیں ہوتا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ'' پھر رات تک اپنے روزے پورے کرو۔'' (البقرہ : ۱۸۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس دلیل کی روشنی میں فرمایا کہ'' یہ اس شخص کی دلیل ہے جس نے کہا کہ رات کو روزہ نہیں ہے۔'' (صحیح بخاری قبل ح ۱۹٦۱)

روزہ کے احکام

رمضان کے روزے فرض ہیں۔ (البقرہ: ۱۸٤، ۱۸۵، خ: ۸م: ۱۰۸۰)

فرضی روزہ کی نیت رات کو فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے۔

(سنن النسائی: ۲۳۳۸، وسندہ صحیح)

امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ:

'' اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرضی روزے مراد لیے ہیں نفلی نہیں۔''

(صحیح ابن خزیمہ: قبل ح ۱۹۳۵)

فرضی روزہ کی روزانہ رات کو نیت کرنی چاہیے:

اوپر والی حدیث اس پر صادق آتی ہے۔ امام ابن خزیمہ نے ''انما الاعمال بالنیات'' پر باب باندھا ہے کہ:

''روزہ کی اس دن فجر طلوع ہونے سے پہلے روزانہ نیت کرنا واجب ہے، برخلاف اس آدمی کے جس نے کہا ہے کہ ایک دفعہ کی نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہے۔''

(صحیح ابن خزیمہ: قبل ح ۱۹۳٤)

اور امام ابن المنذر النیشابوری فرماتے ہیں:

''اجماع ہے کہ جس نے رمضان کی ہر رات روزہ کی نیت کی اور روزہ رکھا اس کا روزہ مکمل ہے۔'' (کتاب الاجماع:رقم۱۲۳)

وصال (بغیر افطاری اور سحری کے روزہ رکھ لینا) منع ہے۔
(بخاری:۱۹٦۲، مسلم:۱۱۰۲)

روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہئے۔ (بخاری :۱۹۵۷، مسلم :۱۰۹۸)

سحری دیر سے کھانی مستحب ہے۔
(مصنف عبدالرزاق:۷۵۹۱، صححه ابن حجر: فتح الباری: ٧١٢/٤)

سینگھی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بخاری:۱۹۳۸)

دوران روزہ سرمہ لگانا جائز ہے۔ (ابن ماجه:۱٦۷۸، صححه البانی)

دوران روزہ جھوٹ سے پرہیز لازم ہے۔ (بخاری :۱۹۰۳)

لغو اور بے ہودہ باتوں سے پرہیز لازم ہے۔ (صحیح ابن خزیمه: ۱۹۹٦)

حالت جنابت میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ (بخاری : ۱۹۲٦، مسلم :۱۱۰۹)

دوران روزہ بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے۔ (أبو داود: ۲۳۸۵ صححه البانی)

گرمی کی وجہ سے دوران روزہ غسل کرنا مسنون ہے۔
(أبو داود:۲۳٦۵، صححه البانی)

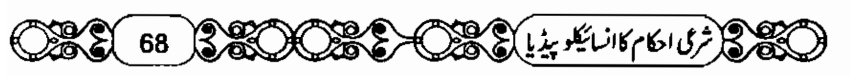
مبالغہ سے ناک میں پانی نہ چڑھائے۔ (ترمذي :۷۸۸، صححه البانی)

روزہ افطار کرنے کی دعا: ''ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله'' (أبو داود:۲۳۵۷، حسنه البانی)

روزہ کس چیز سے افطار کرنا چاہئے: تازہ کھجور، یا چھوہارے یا پانی سے کرنا چاہیے۔
(أبو داود:۲۳۵٦، صححه البانی)

افطار کروانے والے کو روزہ روزہ دار کے مثل اجر ملے گا۔

(ترمذی:۸۰۷، صححه البانی)



مریض یا مسافر پر روزہ ضروری نہیں پھر قضاء لازم ہے۔ (البقرہ: ۱۸٤)

اسی طرح حائضہ (اور نفاس) والی عورت بعد میں قضائی دے گی۔

(بخاری: ۳۲۱، مسلم: ۳۳٥)

دوران سفر روزہ رکھنا بھی جائز ہے۔ (بخاری: ۱۹٤۳، مسلم: ۱۱۲۱)

جس آدمی کے ذمے روزے تھے وہ فوت ہو جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔ (بخاری: ۱۹٥۲، مسلم: ۱۱٤۷)

روزہ باطل کرنے والے امور:

جان بوجھ کر کھانا، پینا۔ (بخاری: ۱۸۹٤)

لیکن بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بخاری: ۱۹۳۳، مسلم: ۱۱٥٥)

جماع کرنا۔ (بخاری: ۱۹۳٦، مسلم: ۱۱۱۱)

اس کا کفارہ یہ ہے کہ: ایک گردن آزاد کرنا اس کی طاقت نہیں تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنا اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا۔

(بخاری: ۱۹۳٦، مسلم: ۱۱۱۱)

اگر بھول کر جماع کر لیا تو ایسے شخص پر کفارہ لازم نہیں ہے۔

(مستدرك حاكم: ۱/ ٤۳۰)

جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

(أبو داود: ۲۳۸۰، صححه الباني)

حیض (اور نفاس) کے شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (بخاری: ۱۹٥۱)

لیلۃ القدر کے احکام

لیلۃ القدر کے احکام درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ برکت والی رات ہے۔ (الدخان : ۳)

اس میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ (الدخان : ٤)

یہ رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (القدر : ۳)

اس رات روح اور فرشتے اپنے پروردگار کے اذن سے ہر حکم لے کر نازل ہوتے ہیں۔ (القدر : ٤)

یہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔ (القدر : ٥)

اس رات قرآن مجید نازل ہوا۔ (القدر : ۱)

لیلۃ القدر کو تلاش کرنا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تحروا لیلة القدر في الوتر من عشر الأواخر من رمضان.'' رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (صحیح البخاری : ۲۰۱۷، صحیح مسلم : ۱۱۶۹)

۳۔ لیلۃ القدر کے قیام کا ثواب۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس شخص نے لیلۃ القدر کا قیام، ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا، اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری : ۱۹۰۱، صحیح مسلم : ۷۵۹)



لیلۃ القدر کی دعا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ ! اگر مجھے لیلۃ القدر کا علم ہو جائے تو میں کیا کہوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہو:

" اللهم إنك عفو تحب العفو فاعف عني "

"اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند فرماتا ہے پس تو مجھے معاف کر دے۔"

(سنن الترمذی : ٣٥١٣ وقال:" حسن صحيح" وهو صحيح)

لیلۃ القدر کی علامات:

اس کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ بلند ہونے تک ایک تھال کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم : ٧٦٢)

٦۔ لیلۃ القدر کی نماز عشاء باجماعت پڑھنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس نے لیلۃ القدر کی فضیلت کو پالیا ہے۔

(صحيح ابن خزيمه ٣٣٣/٣ ح ٢١٩٥ وسنده حسن، عقبة بن أبي الحسناء وثقه ابن خزيمه و ابن حبان)

رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں سخت محنت کرنا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رمضان المبارک کے آخری دس دن آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمربستہ ہو جاتے، رات کو جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بیدار کرتے۔

(صحيح البخاری : ٢٠٢٤، صحيح مسلم : ١١٧٤)

ایک رات کا اعتکاف بھی صحیح ہے۔

(صحيح البخاری : ٢٠٣٢ ، صحيح مسلم : ١٦٥٦)



رات اور حج

نو اور دس ذوالحجہ کی رات:

حج کے موقع پر ۹۔۱۰، ذوالحجہ کو نمازِ مغرب اور عشاء کے احکام کے لئے دیکھئے رات اور نماز/ نمازِ عشاء

ایامِ تشریق کی راتیں:

ایامِ تشریق (۱۱،۱۲،۱۳) کی راتیں منیٰ میں گزارنی چاہئیں۔

(صحیح البخاری : ١٣١٥)

حافظ ابن حجر نے کہا کہ منیٰ میں ۱۱۔۱۲۔۱۳ ذوالحجہ کی راتیں گزارنا واجب ہے۔

(فتح الباری ٣/٧٣٨)

تنبیه: اگر کوئی حاجی ان تینوں راتوں میں منیٰ میں نہیں ٹھہرتا تو امام احمد کے مشہور قول کے مطابق اس پر کوئی صدقہ وغیرہ نہیں۔ (فتح الباری ٣/٧٣٨)

۹ ذوالحجہ کو شام کے بعد جب شفق کی زردی کچھ کم ہو جائے تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم : ١٢١٨)

اور استغفر اللہ کہتا ہوا آئے۔ (البقرہ : ١٩٩)

ایامِ تشریق میں رات کو کنکری مارنا صحیح ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے بشرطیکہ وہ کنکری مارنا اسی دن کا ہو دوسرے دن کا نہ ہو۔ اس لئے کہ وقت سے پہلے کنکری مارنا صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ ابن باز ص ٢١٤ مترجم ملخصاً)

رات اور عیدین

ایام تشریق (۱۱۔۱۲۔۱۳ ذوالحجہ) کی راتوں کو تکبیریں کہنا:

عورتیں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پیچھے مسجد میں ایام تشریق کی راتوں میں تکبیریں کہتی تھیں۔ (صحیح البخاری قبل ح ۹۷۰)

رات کو قربانی کرنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ﴾

''اور جو جانور ہم نے انھیں عطا کیے ہیں ان پر مقررہ دنوں میں اللہ کا نام لیں (ذبح کریں)۔'' (الحج: ۲۸)

مقررہ دنوں میں ان کی راتیں بھی شامل ہیں نفی کی کوئی صریح دلیل چاہیے۔



رات اور میاں بیوی

اس میں مندرجہ ذیل احکام ہیں:

عورت بطورِ ضرورت رات کو گھر سے باہر جا سکتی ہے:

سیدہ سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا رات کو باہر نکلیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا اور پہچان لیا پھر کہا:

اے سودہ! اللہ کی قسم تم اپنے آپ کو نہیں چھپا سکیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور یہ واقعہ ذکر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قد أذن الله لكن أن تخرجن لحوائجكن.

یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دے دی ہے کہ تم اپنی ضرورت کے لئے (گھر سے) باہر جا سکتی ہو۔ (صحیح البخاری : ٥٢٣٧)

آدمی لمبے سفر کے بعد رات کو (اچانک بغیر اطلاع کے) اپنے گھر نہ آئے:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اس بات کو برا سمجھتے تھے کہ کوئی (سفر سے) رات کو اپنے گھر میں آئے۔ (صحیح البخاری : ٥٢٤٣)

یعنی جو آدمی اپنے گھر سے کئی دنوں سے غائب ہو تو اچانک وہ رات کو (بغیر اطلاع) اپنے گھر میں نہ آئے۔ (صحیح البخاری: ٥٢٤٤)



عورت رات کو قضائے حاجت کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

إن أزواج النبي ﷺ كن يخرجن بالليل إذا تبرزن إلى المناصع.

رسول اللہ ﷺ کی بیویاں رات کو قضائے حاجت کے لئے مناصع (وہ مقامات جو بقیع کی طرف واقع ہیں) کی طرف باہر جاتی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱٤۸)

عورت رات کو مسجد میں اپنے خاوند کے پاس معتکف میں جاسکتی ہے:

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معتکف (جائے اعتکاف) میں تھے میں آپ کے پاس رات کو آپ کی زیارت کرنے کے لئے آئی۔ (صحیح البخاری: ۳۲۸۱)

عورت کو مسجد میں جانے کے لئے اپنے خاوند سے اجازت لینی چاہئے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔"

(صحیح البخاری: ۵۲۳۸)

خاوند سفر سے واپس آئے تو رات کو اپنی بیوی کے پاس (بغیر اطلاع کے) نہ جائے:

پہلے اطلاع کی جائے پھر داخل ہونا چاہئے تا کہ بیوی اپنے پراگندہ بالوں میں کنگھی کرے اور اپنے آپ کو خاوند کا سامنا کرنے کے لئے تیار کر لے۔

(دیکھئے صحیح البخاری: ۵۲٤۷)

بیوی کے ساتھ پہلی رات:

۱۔ خاوند کو جب پیغام دیا جائے تو پھر بیوی کے پاس جائے۔ خاوند کو بیوی کے پہلو میں قریب بیٹھنا چاہئے۔

۲۔ خاوند بیوی سے ہمبستری کرنے سے پہلے اس کی پیشانی کو (محبت سے) پکڑے، اللہ تعالیٰ کا نام لے اور برکت کی دعا کرے اور یہ دعا پڑھے:

اللهم إني أسألك من خيرها وخير ما جبلتها عليه وأعوذبك من شرها و شرما جبلتها عليه. (سنن ابی داود: ۲۱۶۰ وهو حسن)

۳۔ ہمبستری کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

باسم الله اللهم جنبنا الشيطان و جنب الشيطان ما رزقتنا.

"اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ تو ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور ہمارے رزق کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔" (صحيح البخاری: ٦٣٨٨)

اس کا فائدہ بھی اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر (اس دوران میں) اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اولاد عطا کر دے تو اس کو شیطان کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

جماع کرنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾

[البقرہ: ۲۲۳]

تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔

تنبیہ: دبر میں جماع حرام ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ملعون من أتىٰ امرأة في دبرها.

"جو شخص عورت سے اس کی دبر میں جماع کرے وہ لعنتی ہے۔"

(أبو داود: ۲۱۶۲، النسائي في الكبرىٰ: ۹۰۱۵، ابن ماجه: ۱۹۲۳، وإسناده حسن)

رات کے آداب

شام ہوتے ہی بچوں کو گھر میں روک لیا جائے کیونکہ اس وقت شیطان نکل آتے ہیں۔
(صحيح البخاري: ٣٣٠٤، صحيح مسلم : ٢٠١٢؛ دارالسلام : ٥٢٥٠)

سورج غروب ہوتے ہی مویشیوں کو باندھ دے پھر انھیں نہ چھوڑے جب تک کہ شام کی سیاہی نہ جاتی رہے۔ (صحيح مسلم : ٢٠١٣)

رات کو سوتے وقت اللہ کا نام لے کر دروازوں کو بند کر دینا۔

اللہ کا نام لے کر برتنوں کو ڈھانک دے۔ اگر ڈھانکنے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کوئی لکڑی اس کے اوپر رکھ دے۔

اللہ کا نام لے کر مشکیزوں کے منہ باندھ دے۔ اللہ کا نام لے کر موم بتی وغیرہ بجھا دے۔
(صحيح مسلم: ٢٠١٢)

آگ کو جلتا ہوا نہ چھوڑے۔ (صحيح مسلم : ٢٠١٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک یہ آگ تمھاری دشمن ہے جب تم سونے کا ارادہ کرو تو اس کو بجھا دو۔ (صحيح مسلم : ٢٠١٦)

عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد (بغیر شرعی عذر کے) باتیں کرنا مکروہ ہے۔
(صحيح البخاری : ٥٦٨)

مگر علم سیکھنے یا اہلیہ اور مہمانوں سے بات کرنا عشاء کے بعد بھی جائز ہے۔
(صحيح البخاری : ٦٠٠ تا ٦٠٢)

بچوں کا عشاء کے بعد اور فجر سے پہلے (والدین کے) کمرہ میں بغیر اجازت داخل ہونا منع ہے۔ (دیکھئے النور : ٥٨)



رات کے اذکار

شام کے اذکار:

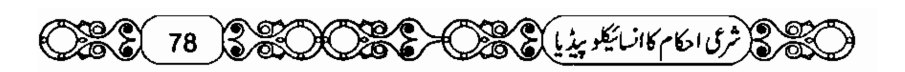
تین تین مرتبہ ﴿ قل هو الله ﴾ اور ﴿ قل أعوذ برب الفلق ﴾ اور ﴿ قل أعوذ برب الناس﴾ پڑھیں۔ (سنن الترمذی : ۳۵۷۵، سنن أبي داود : ۵۰۸۲ وسنده حسن)

سید الاستغفار پڑھنا:

اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت أعوذبك من شرما صنعت أبوء لك بنعمتك علي و أبوء بذنبي فاغفرلي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت.

(صحیح البخاری : ٦٣٠٦)

نوٹ : تفصیلی ذکر و اذکار کے لئے کتاب "الدعوات للبخاری" اور "صحیح مسلم" وغیرہما کا مطالعہ کیجئے۔



نیند (سونے) کے احکام

رات اور نیند کا آپس میں گہرا تعلق ہے اس لیے ہم یہاں نیند کے احکام بھی پیش کیے دیتے ہیں تا کہ ہماری نیند بھی قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق ہو جائے۔ اللہ تعالی ہمارے اس عمل کو خالص اپنی رضا کے لیے بنائے۔آمین

سونے کے آداب:

۱۔ سوتے وقت باوضو ہو کر سونا۔ (صحیح البخاری: ٦٣٧،صحیح مسلم: ٢٧١٠)

۲۔ جنبی آدمی سونے سے پہلے شرم گاہ کو دھوئے اور وضو کرے پھر سوئے۔
(صحیح البخاری: ٢٩٠،صحیح مسلم: ٧٠٤/٣٠٠)

۳۔ جنبی آدمی کا سونے سے پہلے کبھی کبھار نہانا بھی مسنون ہے۔(صحیح مسلم: ٣٠٧)

۴۔ کبھی کبھی تیمّم کرنا بھی صحیح ہے۔
(بیھقی: ١/٢٠٠ وسندہ حسن وحسنہ ابن حجر فی فتح الباری: ١/٣٩٤ تحت ح ٢٩٠)

۵۔ رات کو سوتے وقت بسم اللہ پڑھ کر دروازوں کو بند کر دینا چاہیے۔

۶۔ بسم اللہ پڑھ کر برتنوں کو ڈھانپ دینا چاہیے اگر ڈھانکنے کی کوئی چیز نہ ملے تو کوئی لکڑی اس کے اوپر رکھ دینی چاہیے۔

۷۔ بسم اللہ پڑھ کر مشکیزوں کے منہ باندھ دینے چاہیے.

۸۔ بسم اللہ پڑھ کر موم بتی وغیرہ بجھا دینی چاہیے۔

۹۔ آگ کو جلتا ہوا نہیں چھوڑنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:”بے شک یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سونے کا ارادہ کرو تو اس کو بجھا دو۔“
(صحیح مسلم: ٢٠١٦)

۱۰۔ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ (صحیح البخاری: ٥٦٨)
مگر علم کے سیکھنے، گھر والوں اور مہمان سے عشاء کے بعد بھی بات کرنا درست ہے۔
(صحیح البخاری: ٦٠٠ تا ٦٠٢)

۱۱۔ سوتے وقت بسم اللہ پڑھ کر اپنے کپڑے کے کونے سے بستر کو تین بار جھاڑنا چاہیے۔
(صحیح البخاری:٧٣٩٣)

۱۲۔ دائیں پہلو پر سونا چاہیے۔ (صحیح البخاری: ٦٣١١)

۱۳۔ دائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے رخسار کے نیچے رکھنا چاہیے۔ (صحیح البخاری: ٦٣١٤)

تنبیہ: پیٹ کے بل سونا منع ہے۔ (سنن ابن ماجه: ٣٧٢٤ و صححه الألباني)

۱۴۔ قبلہ رخ ہو کر سونے کا اہتمام کرنا ثابت نہیں ہے۔

۱۵۔ شمال کی طرف ٹانگیں کر کے سونے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔

۱۶۔ یادرہے کہ ہر کام میں اصل اباحت ہے منع کی دلیل چاہیے۔

۱۷۔ بیدار ہوتے وقت چہرے پر ہاتھ پھیرنا بھی مسنون ہے تا کہ نیند ختم ہو جائے۔
(صحیح مسلم:١٧٨٩/٧٠٣)

۱۸۔ سوتے وقت پڑھنے کی دعائیں:

ا۔ اَللّٰھُمَّ اَسلَمتُ نَفسِی اِلَیكَ، وَفَوَّضتُ اَمرِی اِلَیكَ ،وَوَجَّھتُ اِلَیكَ ،والَجا تُ ظَھرِی اِلَیكَ ،رَغبَةً وَرَھبَةً اِلَیكَ لَا مَلجَاَ ،وَلَا مَنجَاَ مِنكَ اِلَّا اِلَیكَ ،اٰمَنتُ بِکِتَابِكَ الَّذِی اَنزَلتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِی اَرسَلتَ۔“

جو آدمی یہ دعا پڑھ کر سو جائے اگر وہ اسی رات مر گیا تو وہ فطرت پر مرا۔
(صحیح البخاری:٦٣١٣،صحیح مسلم:٢٧٠١٠)

اور یہ بھی یاد رہے کہ ان : ”ان کلمات کو اپنی آخری دعا بنانا چاہیے(یعنی ان کے

پڑھنے کے بعد گفتگو نہیں کرنی چاہیے)۔" (صحیح البخاری:۲٤۷، صحیح مسلم:۲۷۱۰)

۲۔ اَللّٰھُمَّ بِاسمِكَ اَمُوتُ وَاَحیَا۔ (صحیح البخاری:٦۳۱۲)

۳۔ اَللّٰھُمَّ خَلَقتُ نَفسِی وَاَنتَ تَوَفَّاھَا لَكَ مَمَاتُھَا وَمَحیَاھَا اِن اَحیَیتَھَا فَاحفَظْھَا وَاِن اَمَتَّھَا فَاغفِرلَھَا ،اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُكَ العَافِیَةَ۔"

(صحیح مسلم:۲۷۱۲)

۴۔ اللهم رب السموات ورب الارض ورب العرش العظيم، ربنا ورب كل شئی،فالق الحب والنوی،ومنزل التوراةوالانجيل والفرقان أعوذ بك من شر كل شيء أنت آخذ بناصيته ،اللهم أنت الأول ليس قبلك شيء أنت الآخر فليس بعدك شيء، و انت الظاهرفليس فوقك شيء وأنت الباطن فليس دونك شیء اقض عنا الدين واغننا من الفقر۔" (صحیح مسلم:۲۷۱۳)

۵۔ سبحانك ربی، بك وضعت جنبي، وبك ارفعه ان امسكت نفسی فاغفرلها، وإن أرسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين۔"

(صحیح مسلم: ۲۷۱٤)

٦۔ الحمد اللذي اطعمنا وسقانا ،وكفانا وآوانا، فكم ممن لا كافي له ولا مؤوي۔" (صحیح مسلم:۲۷۱۵)

۷۔ سورہ بقرہ کی آخری دس (۱۰) آیتیں تلاوت کرنا چاہیے۔

(صحیح البخاری:٤۰۰۸ ،صحیح مسلم:۸۰۸)

۸۔ آیت الکرسی پڑھنی چاہیے ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ:"جب تو اپنے بستر پر آئے تو آیت الکرسی پڑھ تو اللہ کی طرف سے ایک محافظ ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہیں پھٹکے گا۔ (صحیح البخاری:۲۳۱۱)

۹۔ آدمی جب بستر پر آئے تو دونوں ہاتھوں کو جوڑ لے اور سورہ اخلاص ،سورہ فلق اور

سورۃ الناس پڑھ لے تو دونوں ہاتھوں میں پھونکے اور اپنے جسم پر جہاں تک ہو سکے انھیں پھیر لے اور (ہاتھوں کو) پھیرنے کی ابتداء سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے کرے یہ عمل تین بار کرنا چاہیے۔ (صحیح البخاری:٥٠١٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے تو آپ مجھے کہتے پھر میں یہ کیا کرتی تھی۔'' (صحیح البخاری:٥٧٤٨)

١٠۔ سوتے وقت چونتیس (٣٤) مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس (٣٣) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (٣٣) مرتبہ الحمدللہ پڑھنا چاہیے۔ (صحیح البخاری:٦٣١٨،صحیح مسلم: ٢٧٢٧)

یہ تسبیحات فاطمۃ کے نام سے مشہور ہیں ۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے ان کلمات کو کبھی بھی نہیں چھوڑا۔'' (صحیح البخاری:٥٣٦٢)

١١۔ جب رات کو آدمی اچانک بیدار ہو جائے تو یہ دعا پڑھے اور یہ دعا پڑھ کر جو دعا کرے گا قبول ہوگی۔ "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ،الحمدلله وسبحان الله ولا إله إلاالله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله ۔" یہ پڑھ کر کہے: "اللهم اغفرلی۔"
(صحیح البخاری:١١٥٤)

نیند سے بیدار ہوتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں:

١۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَحیَانَا بَعدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیہِ النُّشُورُ۔"
(صحیح البخاری :٦٣١٢)

٢۔ (الله أكبر) دس مرتبہ، (الحمدلله) دس مرتبہ، (سبحان الله وبحمده) دس مرتبہ، (سبحان الملك القدوس) دس مرتبہ، (استغفر الله) دس مرتبہ، (لا إله إلا الله) دس مرتبہ اور پھر (اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُبِكَ مِن ضِيقِ الدُّنيَا وَضِيقِ يَومِ القِيَامَةِ) دس مرتبہ، پھر کہے: (اَللّٰهُمَّ اغفِرلِي وَاهدِنِي وَارزُقنِي وَعَافِنِي)
(سنن ابی داؤد:٧٦٦، سنن النسائی١٦١٨، اسنادہ حسن)

۳۔ سورہ آلِ عمران کی دس آیتیں (ان فی خلق السموات سے لے کر واتقوالله لعلکم تفلحون تک) آسمان کی طرف چہرہ کر کے پڑھنی چاہیے۔ (صحیح البخاری: ٤٥٧٩، صحیح مسلم: ٧٦٣)

یہ آخری دونوں دعاؤں کے وقت کی صراحت بھی ہے کہ ان کو تہجد کے وقت بیدار ہوتے ہوئے پڑھنا چاہیے۔

۴۔ آپ ﷺ رات کو (نیند سے بیدار ہوتے وقت) کافی دیر تک فرماتے: "سبحان الله رب العالمين" پھر فرماتے: "سبحان ربی وبحمده"

(صحیح ابی عوانہ: ٢/ ٣٠٢ وسندہ صحیح، سنن النسائی: ٣/ ٢٠٩ ح: ١٦١٩، وسنن ابن ماجہ: ٣٨٧٩)

نیند سے بیدار ہو کر کرنے والے کام:

ا۔ سو کر اٹھے تو مسواک کرے۔ (صحیح البخاری: ٢٤٥، صحیح مسلم: ٢٢٥)

۲۔ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ کو تین بار دھوئے، کیونکہ پتا نہیں کہ اس کے ہاتھوں نے رات کہاں گزاری ہے (یعنی جسم کے کس حصے کو لگے ہیں۔)۔"

(صحیح مسلم: ٢٧٨)

۳۔ سو کر اٹھے تو ناک میں پانی ڈال کر اسے تین بار جھاڑنا چاہیے، کیونکہ شیطان رات سونے والے کے نتھنوں میں گزارتا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٨)

۴۔ سوئے ہوئے آدمی کو بیدار کر دے۔ (تا کہ وہ بھی نماز پڑھ لے)

(صحیح البخاری: ٩٩٧)

اس حدیث میں تو نماز وتر کے لیے اٹھانے کا ذکر ہے ویسے ہر نماز کے لیے ضروری ہے کیونکہ یہ امر بالمعروف میں آتا ہے۔

۵۔ اگر کوئی نماز سے سویا رہ گیا کسی نے اٹھایا ہی نہیں تو جب وہ بیدار ہوگا تو اس کی فوت شدہ نماز کا وہی وقت ہے۔ اس وقت وہ نماز پڑھے گا۔ (صحیح مسلم: ٦٨٤)

سوئے ہوئے آدمی کو بیدار کرنے کا طریقہ:

اس کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں:

۱۔ پہلے بیدار ہونے والا اونچی آواز میں بار بار "الله أكبر الله أكبر" کہتا رہے یہاں تک کہ سونے والے بیدار ہو جائیں۔ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم رات کو دیر سے سوئے، صبح کے وقت بیدار نہ ہو سکے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا اور سورج کی گرمی کی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بیدار ہوئے جب چوتھے نمبر پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو: "فكبر ورفع صوته بالتكبير، فما زال يكبر ويرفع صوته بالتكبير حتى استيقظ بصوته النبي ﷺ۔" انھوں نے اونچی آواز میں اللہ اکبر کہا، آپ بار بار اونچی آواز میں اللہ اکبر کہتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی آواز سے رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے۔ (صحيح البخاری: ٣٤٤)

یہ چونکہ سفر کی کیفیت تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھکے ہوئے تھے اور وہ سوئے بھی رات کے آخری حصے میں تھے۔اس لیے وہ اور رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے وقت سوئے رہ گئے۔

اس سے کوئی کج فہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کوئی اور استدلال کرنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کون ہے جو نمازوں کا محافظ ہو۔ یہ تو پوری زندگی میں چند مرتبہ ہوا ہے اور وہ بھی مجبوری کے باعث۔

۲۔ سونے والے کو حرکت دے کر جگانا ثابت ہے۔ (صحيح مسلم: ١٧٩٠/٧٦٣)

۳۔ سونے والے کا نام لے کہنا کہ اے فلاں کھڑے ہو جائے۔

(صحيح البخاری: ٥٩٥،٤٤١)

بہر حال جب آدمی نماز پڑھنے کے لیے خود بیدار ہو جائے تو سونے والوں کو بھی ضرور بیدار کرے کیونکہ یہ اس کا فرض بنتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لیے رحمت کی دعا کی ہے، جو رات کو اٹھا، پھر نماز تہجد ادا کی اور اپنی بیوی کو جگایا، پھر اس نے بھی



نماز پڑھی اور اگر اس نے انکار کیا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، اس عورت کے لیے بھی رحمت کی دعا کی، جو رات کو اٹھی اور نماز پڑھی خاوند کو جگایا اس نے بھی نماز پڑھی اگر اس نے انکار کیا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔''

(سنن أبي داود:١٣٠٨، امام حاکم (٤٠٩/١) اور ابن خزیمہ (١١٤٨) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔)

صبح کی نماز کے وقت سویا نہ رہے:

رسول اللہ ﷺ کے پاس اس آدمی کا ذکر کیا گیا جو ساری رات سویا رہتا ہے صبح کی نماز کے لیے بھی بیدار نہیں ہوتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بال الشيطان في أذنه۔" شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری:١١٤٤)

بلکہ ہر نماز کے وقت نیند سے بیدار ہو کر نماز پڑھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیان کیا کہ ایک آدمی کا سر پتھر کے ساتھ کچلا جا رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ قرآن سے کنارہ کشی کرتا تھا:

"وينام عن الصلاة المكتوبة " اور وہ فرض نماز سے (پڑھنے کی بجائے) سویا رہتا تھا۔ (صحیح البخاری:١١٤٣)

سونے سے پہلے کسی سے کہہ دیا جائے کہ صبح مجھے بیدار کر دینا:

سوتے وقت آدمی پہلے بیدار ہونے والے سے کہہ دے کہ مجھے صبح بیدار کر دینا۔ یہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (صحیح مسلم:١٧٩٢/٧٦٣)

یا سونے سے پہلے ایک آدمی کی ڈیوٹی لگائی جائے کہ وہ رات کو نہیں سوئے گا اور صبح کے وقت تمام ساتھیوں کو جگائے گا۔

ایک سفر میں جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے رات کو سونے کا



ارادہ فرمایا تو آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ رات کو نہیں سوئے گا اور صبح کو ہمیں بیدار کرے گا۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم)

رات کے اول حصے میں سو جانا چاہیے اور آخری حصے میں نماز تہجد کے لیے بیدار ہو جانا چاہیے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتی ہیں:

"كان ينام أوله ويقوم آخره فيصلي" آپ رات کے اول حصے میں سو جاتے اور آخری حصے میں بیدار ہو جاتے، اور نماز (تہجد) پڑھتے۔ (صحيح البخاری:١١٤٦)

نماز تہجد کا اہتمام کرنا بہت بڑا عمل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أفضل الصلاة بعد صلاة الفريضة صلاة الليل" فرض نماز کے بعد سب نمازوں سے افضل نماز تہجد ہے۔ (صحيح مسلم:١١٦٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"پہلے نمازِ تہجد فرض تھی پھر بارہ (۱۲) ماہ کے بعد نفل قرار دی گئی۔"

(صحيح مسلم:٧٤٦)

اس وقت دعاء بھی کرنی چاہیے کیونکہ اس وقت اللہ تعالی آسمانِ دنیا پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا کہ میں اسے دوں اور اس وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(صحيح البخاری:١١٤٥، صحيح مسلم:٧٥٨)

نماز تہجد کے لیے اپنی بیوی کو بھی بیدار کرنا چاہیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے رحمت کی دعا کی ہے، جو رات کو اٹھا۔ پھر نماز تہجد ادا کی اور اپنی بیوی کو جگایا پھر اس نے بھی نماز پڑھی، اور اگر اس نے انکار کیا تو اس

کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو اٹھی اور نماز پڑھی خاوند کو جگایا اس نے بھی نماز پڑھی اگر اس نے انکار کیا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔''

(سنن أبي داؤد: ١٣٠٨، امام حاکم (١/٤٠٩) اور ابن خزیمه(١١٤٨) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔)

رمضان کے آخری عشرے میں آدمی خود بھی بیدار ہو اور گھر والوں کو بھی بیدار کرے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يجتهد في العشر الأواخر، ما لا يجتهد في غيره.

''رسول اللہ ﷺ جتنی محنت رمضان کے آخری عشرے میں کرتے تھے اتنی اس کے علاوہ دنوں میں نہیں کرتے تھے۔'' (صحیح مسلم: ١١٧٥)

یعنی ان دنوں کی راتوں میں نماز تہجد کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔

عام دنوں میں مکمل رات عبادت کرنا مکروہ یا ممنوع ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''میرے پاس بنو اسد قبیلے کی ایک عورت تھی اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ یہ عورت کون ہے؟ میں نے کہا یہ فلاں عورت ہے جو رات کو نہیں سوتی وہ اپنی نماز کا ذکر کرتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''مه، علیکم ما تطیقون من الأعمال فإن الله لا یمل حتی تملوا۔'' اس کو چھوڑو تم وہی کام کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکتا تم نیک عمل کرنے سے تھک سکتے ہو۔

(صحیح البخاری: ١١٥١)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

''مہ (اس کو چھوڑ) میں اس کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔''

(فتح الباری: ٣/٤٦)

تین آدمیوں والا واقعہ ان میں سے ایک نے کہا تھا کہ میں رات کو قیام کروں گا سوؤں گا نہیں، جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے سختی سے انھیں ڈانٹا۔
(صحیح البخاری:٥٠٦٣)

بعض صوفی قسم کے لوگ ساری ساری رات جاگتے رہتے ہیں وہ اس کو اپنے گمان میں تو اچھا عمل سمجھتے ہیں حالانکہ سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان کا یہ عمل سرے سے مردود ہے۔ کیونکہ قرآن (المزمل:٢۔٤) اور حدیث (صحیح البخاری: ١١٣١، ١١٤١ وغیرہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کا کچھ حصہ سونا اور کچھ حصہ عبادت کرنی چاہیے۔ اور یہی امام کائنات محمد رسول ﷺ کا معمول تھا ،اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کون زیادہ متقی ہو سکتا ہے۔؟! آپ کی پیروی میں ہی نجات ہے لہذا ہم ہر ہر کام میں اسی کو لازم پکڑیں۔

قیام اللیل کا سب سے بہتر طریقہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو نمازوں میں سب سے محبوب داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ رات کا نصف (آدھا) حصہ سو جاتے اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتے اور چھٹا حصہ سو جاتے۔'' (صحیح البخاری:١١٣١)

بعض لوگ نماز تہجد کبھی پڑھتے ہیں اور کبھی نہیں پڑھتے حالانکہ روزانہ تہجد کا اہتمام کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کہا: "لا تکن مثل فلان کان یقوم من اللیل فترك قیام اللیل۔" اے عبداللہ! تو اس شخص کی طرح نہ ہو جو نماز تہجد پڑھا کرتا تھا پھر اس نے چھوڑ دی۔ (صحیح البخاری:١١٥٢)

ساری رات سوئے رہنے کی مذمت اور نماز تہجد پڑھنے کی فضیلت:

بعض لوگ ساری ساری رات سوئے رہتے ہیں نہ ان کو نماز کی فکر ہے اور نہ انھیں دعا کی فکر ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إن في الليل لساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله خيرامن أمر الدنيا والآخرة إلا اعطاه إياه ،و ذلك كل ليلة.

رات میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جو مسلمان آدمی اس گھڑی کی موافقت کرتا ہے (یعنی اسے پا لیتا ہے)تو وہ آدمی جو بھی اللہ تعالی سے دنیا اور آخرت میں سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے وہ چیز دے دیتے ہیں۔(اور یہ گھڑی) ہر رات کو ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم:۷۵۷)

اور پھر نماز تہجد پڑھنے سے شیطان آدمی کے سر پر جو گرہ لگاتا ہے وہ کھل جاتی ہے۔

(صحیح البخاری:۱۱٤۲)

سحری کے وقت اٹھ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنا متقی لوگوں کی علامت ہے۔

(الذاریات:۱۸)

اگر نیند کا غلبہ ہو تو؟

اگر آدمی سویا ہوا ہے اس پر نیند کا غلبہ ہو تو وہ کیا کرے؟ فرض نماز اٹھ کر پڑھے یا بعد میں جب نیند پوری ہو جائے تو پھر پڑھے؟۔

استاذ محترم حافظ عبدالمنان نور پوری ﷾ لکھتے ہیں کہ:

''منہ پر پانی کے چھینٹے لگا کر یا غسل وغیرہ کر کے نیند کھول کر فرض نماز ادا کر لے اگر نماز نفل ہے تو سو جائے اٹھ کر نفل پڑھ لے۔'' (احکام ومسائل:۲/۱٦۸)

مسجد میں سونا درست ہے:

خواہ مرد ہو۔ (صحیح البخاری:٤٤۰-٤٤۲) یا عورت جو اپنا خیمہ لگا کر سوئے (جب فتنہ کا ڈر نہ ہو اور کوئی مجبوری ہو) (صحیح البخاری:٤۳۹)

بعض لوگ مسجد میں سونے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔انھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ مسجد کسی کی جاگیر نہیں یہ تو اللہ کا گھر ہے۔یاد رہے کہ مسجد میں سونا تو جائز ہے افسوس

کہ اس سے منع کیا جاتا ہے۔ مگر مسجد میں شور ڈالنا اور بے ہودہ باتیں کرنا منع ہے، لیکن جب کوئی کسی کو مسجد میں سونے سے منع کرتا ہے تو بے جا باتیں بھی کرتا ہے اور بے جا شور بھی ڈالتا ہے یعنی مسنون فعل (مسجد میں سونے) سے روکتا ہے اور غیر مسنون فعل (مسجد میں شور ڈالنے) کا ارتکاب کر رہا ہے! اللہ تعالیٰ ایسے کم عقل لوگوں کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

سونے والے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كان رسول الله ﷺ يصلي وأنا راقدة معترضة على فراشه ..."

''رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے اس حال میں کہ میں آپ ﷺ کے بستر پر (آپ کے سامنے) چوڑائی میں سوئی ہوتی۔'' (صحیح البخاری:۵۱۲)

امام بخاری نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ: ''سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنا۔''

قیلولہ کرنا مسنون ہے:

خواہ آدمی سفر میں ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں ایک درخت کے نیچے قیلولہ کیا اور اپنی تلوار درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ (صحیح البخاری: ۲۹۱۰)

اگر ایک جماعت نے قیلولہ کرنا ہے ان میں ان کا امیر اور امام بھی ہے تو امام اور امیر کو الگ سایہ مہیا کرنا چاہیے۔ (صحیح البخاری:۲۹۱۳)

نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا مسنون ہے:

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ما كنا نقيل ولا نتغدى في عهد رسول الله إلا بعد الجمعة۔"

''ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صبح کا کھانا اور قیلولہ نماز جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے۔'' (صحیح البخاری:۹۳۹-۹۴۱)

کچھ لوگ سو رہے ہوں اور کچھ لوگ جاگتے ہوں تو السلام علیکم آہستہ کہنا چاہیے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ:

''ہم نبی کریم ﷺ کے لیے ان کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے پس آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے کو بیدار نہ کرتے اور بیدار کو سنا دیتے۔'' (صحیح مسلم: ٢٠٥٥)

اس حدیث کے تحت حافظ نووی لکھتے ہیں کہ:

''اس میں یہ ادب کہ جب آدمی ایسی جگہ پر جائے جہاں پر کچھ لوگ سو رہے ہوں اور کچھ بیدار ہوں تو آنے والا سلام کہے اور سلام ہلکی اور اونچی آواز کے درمیان میں ہو(یعنی درمیانی آواز میں اتنا اونچی ہو) کہ وہ بیدار لوگوں کو سنا دے اور دوسروں کو پریشان نہ کرے۔'' (شرح مسلم للنووی: ١٨٤/٢)

اس سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ سوئے ہوئے ہیں تو ان کے پاس جاگنے والوں کو اس طرح اونچی آواز میں باتیں نہیں کرنی چاہیے کہ سونے والے بیدار ہو جائیں ،اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

نیند ناقض وضو ہے:

اس کی دلیل یہ ہے ،سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم سفر پر ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے کہ ہم تین دن اور ان کی راتیں موزے نہ اتاریں الا یہ کہ حالت جنابت لاحق ہو جائے ،تاہم پاخانہ ،پیشاب اور نیند کی وجہ سے اتارنے کی ضرورت نہیں۔

(سنن الترمذی:٩٦،سنن النسائی: ١٢٧، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ(١٩٦) اور''امام ابن حبان: ١٠٩ " (الموارد) نے صحیح اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔

یہ حدیث اس مسئلہ میں واضح دلیل ہے کہ نیند ناقض وضو ہے کیونکہ نیند کا ذکر

پیشاب اور پاخانہ کے ساتھ ہوا ہے جس طرح ان سے وضوٹوٹ جاتا ہے اسی طرح نیند سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ نیند کا ذکر پیشاب، پاخانہ اور جنابت کے ساتھ ہوا ہے جس طرح ان کو کسی خاص حالت کے خاص نہیں کیا، اسی طرح نیند کو بھی کسی خاص حالت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جائے گا۔ اور جس طرح ان کے تھوڑا یا زیادہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے اسی طرح نیند کے تھوڑا یا زیادہ ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

(صحیح ابن حبان:)

فائدہ: رسول اللہ ﷺ سو بھی جاتے تو آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا کیونکہ یہ آپ کا خاصہ تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ سو گئے آپ نے خراٹے مارے پھر آپ کے پاس مؤذن آیا آپ نکلے آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔'' (صحیح مسلم:١٧٩١/٧٦٣)

درج ذیل محدثین نے اس کو آپ ﷺ کا خاصہ قرار دیا ہے، مثلاً: امام سفیان (صحیح مسلم تحت ح:١٧٩٣/٧٦٣) امام ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ:١/) امام نووی (شرح مسلم للنووي: ١٦٣/١ درسی)

سونے کی کچھ ممنوع حالتیں:

١۔ پیٹ کے بل سونا منع ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:''نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پاؤں کے ساتھ مارا اور کہا اے جنیدب!:"إنما هي ضِجعَة أهل النار۔" بے شک یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔ (سنن ابن ماجه: ٣٧٢٤، صحيح)

٢۔ ایسی چھت پر سونا منع ہے جس کی باڑ نہ ہو۔

٣۔ دھوپ اور سائے میں سونا منع ہے۔ (أبو داود: ٤٨٢١، صححه الألباني)

۴۔ خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے لیکن بیوی آنے سے انکار کر دے اور اس کا اسی حالت میں سو جانا منع ہے کہ خاوند اس پر ناراض ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۵۔ دس سال کی عمر کے بچوں کو اکٹھا نہیں سونا چاہیے

جب بچے دس سال کی عمر کے ہو جائیں گے تو ان کو اکٹھا نہیں سونا چاہیے بلکہ ان کے بسترے الگ کر دینے چاہیے۔اس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں،یعنی دو بہنیں جب دس سال کی ہو جائیں تو ان کے بستر الگ کر دیے جائیں ،اسی طرح جب دو بھائی دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر بھی الگ کر دینے چاہیے خصوصا جب سونے والے بھائی اور بہن ہوں۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو نماز کی تلقین کرو اور جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور نماز میں سستی کریں تو اس پر انھیں مارو اور ان کے درمیان بسترے میں تفریق کر دو۔''

(سنن أبي داؤد: ٤٩٠) امام نووی نے کہا:"إسناده حسن۔" (رياض الصالحين:ح ٣٠١)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں جمع نہ ہوں اور عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں جمع نہ ہوں۔'' (صحيح مسلم:٣٣٨)

علامہ مناوی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں کہ:

''جب تمہاری اولاد دس برس کی عمر کو پہنچ جائے تو ان کے وہ بستر جہاں وہ سوتے ہیں ۔جدا جدا کر دو شہوت کی مصیبتوں سے ڈرتے ہوئے اگرچہ وہ دو بہنیں ہی ہوں۔'' (كذا في عون المعبود:٢/ ٩٩ط :دار احياء التراث)

سوئے ہوئے آدمی کے نیچے آ کر کوئی بچہ فوت ہو جائے تو؟

اگر سوئے ہوئے آدمی یا عورت کے نیچے آ کر کوئی بچہ فوت ہو جائے تو اس پر قتل خطا کی مثل دیت ہے یا کفارہ ہے۔

اس پر مفصل بحث کے لیے دیکھیں: (فتاوی الدین الخالص: ١٥/٥-٢٧)

دیت اس کا حق ہے جس کا قتل ہوا ہے اگر لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگر چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکتا ہے۔

قتل خطا کی دیت درج ذیل ہے:

سو(١٠٠)اونٹ ان میں سے چالیس (٤٠) اونٹنیاں ایسی ہوں گی جن کے پیٹوں میں ان کے بچے ہوں گے۔ (یعنی حاملہ ہوں گی)

(ابو داؤد: ٤٥٤٧، سنن النسائي: ٤٧٩٥، صحيح)

یا پھر کفارہ دو مہینے کے روزے رکھنے ہوں گے۔ تفصیل کے مطولات کی طرف رجوع کریں۔

تنبیہ: اگر باپ یا ماں کے نیچے آ کر بچہ فوت ہو جائے تو ان پر کوئی قصاص نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''والد سے بچے کے بدلے قصاص نہیں لیا جائے گا۔'' (سنن الترمذی: ١٤٠٠ و صححه الالبانی)

نیند کے متفرق مسائل:

١۔ حائضہ عورت کے ساتھ ایک ہی چادر میں خاوند کا سونا صحیح ہے۔ (صحیح البخاری: ٣٢٢)

٢۔ سونے والا مرفوع القلم ہے۔

٣۔ سویا ہوا جب رات کو بیدار ہو تو قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے

دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھو کر سوئے۔ (صحیح مسلم: ٦٩٨/٣٠٤)

خواب کے احکام:

خوابوں کا تعلق نیند سے ہے اس لیے ہم ''خواب کے احکام'' بھی اسی میں بیان کر رہے ہیں۔

اچھا خواب دیکھنے پر مندرجہ ذیل کام کرنے چاہئے۔

ا۔ الحمد للہ کہے۔ ۲۔ آگے بیان کر لے اور اس کو بیان کرے جس سے اس کو محبت ہو۔
(صحیح البخاری: ٢٩٨٥)

برا خواب دیکھنے پر مندرجہ ذیل کام کرنے چاہیے۔

ا۔ اس سے پناہ مانگے۔
۲۔ اس کو آگے بیان نہ کرے اور ایسا خواب اس کو نقصان نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری: ٣٢٩٢)
۳۔ وہ اپنی بائیں جانب تین بار تھوکے۔
۴۔ اور تین بار اعوذ باللہ پڑھے۔
۵۔ اور پہلو بدل لے۔ (صحیح مسلم: ٢٢٦٢)
٦۔ برا خواب دیکھنے پر کھڑا ہو کر (نفلی) نماز پڑھے۔ (صحیح مسلم: ٢٢٦٣)

اونگھ کے احکام:

اونگھ نیند کی بہن ہے اس کے نیند سے ذرا مختلف احکام ہیں اس لیے ہم اس کے الگ طور پر احکام اسی میں بیان کر رہے ہیں۔

اگر نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آجائے تو؟

نماز پڑھنی چھوڑ دے پھر بعد میں جب اونگھ چلی جائے تو پڑھ لے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إذا نعس أحدكم وهو يصلي فليرقد حتى يذهب عنه النوم فان احدكم اذا صلى وهو ناعس لعله يستغفر فيسب نفسه۔"

"جب کسی کو اونگھ آئے اور وہ نماز پڑھ رہا ہواس کوسو جانا چاہیے یہاں تک کہ اس کی نیندختم ہو جائے بے شک جب کوئی اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو وہ نہیں جانتا کہ بخشش طلب کر رہا ہے یا وہ اپنے آپ کو گالیاں دے رہا ہے۔"

(صحيح البخاری:٢١٢)

ایک حدیث میں ہے کہ جب نماز میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے یہاں تک کہ وہ جان لے وہ کیا پڑھ رہا ہے؟ (صحيح البخاری:٢١٣)

معلوم ہوا کہ اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنی جائز نہیں لیکن اگر جماعت کے ساتھ ہے تو نماز میں جس کو اونگھ آجائے تو ساتھ والے نمازی کو چاہیے کہ وہ اس کو جگا دے۔

(صحيح مسلم:١٧٩٢/٧٢٣)

جمعہ کا خطبہ سنتے ہوئے اگر اونگھ آجائے تو:

اس کو اپنی جگہ تبدیل کر لینی چاہیے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إذا نعس أحدكم يوم الجمعة في مجلسه فليتحول من مجلسه ذلك۔"

جب تم میں سے کسی کو جمعہ کے دن اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے اونگھ آجائے تو اسے چاہیئے کہ اپنی اس جگہ سے پھر جائے۔ (یعنی وہاں سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ بیٹھ جائے)

(سنن أبي داؤد:١١١٩، مسند أحمد: ٢٢/٢ اس کو امام ترمذی (٥٢٦) نے حسن صحیح اور ابن خزیمہ (١٦٠/٣ ح: ١٨١٩) نے صحیح کہا ہے۔)

اونگھ ناقض وضو نہیں ہے:

اونگھ کی تعریف: "غنودگی (نیند سے کم درجہ) ابتدائی نیند۔" (القاموس الوحيد: ص١٦٧٢)

امام نووی فرماتے ہیں کہ:

''اونگھ عقل پر غلبہ نہیں پاتی بلکہ اونگھ کے دوران حواس میں صرف معمولی سا فتور آجاتا ہے۔ لہٰذا وہ ساقط نہیں ہوتے۔''

(شرح النووی علی صحیح مسلم:۱/۱۶۳ درسی)

جو ہم نے کہا ہے کہ اونگھ ناقض وضو نہیں ہے اس کی دلائل یہ ہیں ۔

۱۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" إذا نعس أحدكم يوم الجمعة في مجلسه فليتحول من مجلسه ذلك۔"

''جب تم میں سے کسی کو جمعہ کے دن اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے اونگھ آجائے تو اسے چاہیے کہ اپنی اس جگہ سے پھر جائے۔'' (یعنی وہاں سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ بیٹھ جائے)

(سنن أبي داؤد:۱۱۱۹، مسند أحمد:۲/۲۲ اس کو امام ترمذی (۵۲۶) نے حسن صحیح اور ابن خزیمہ (۳/۱۶۰ح: ۱۸۱۹) نے صحیح کہا ہے۔)

امام ابن خزیمہ نے اس حدیث پر باب باندھا ہے:"باب استحباب تحول الناعس يوم الجمعة عن موضعه إلى غيره، والدليل على أن النعاس ليس باستحقاق نوم ولا موجب وضوء۔" اونگھنے والے کا جمعہ کے دن (خطبہ سنتے ہوئے) اپنی جگہ سے دوسری جگہ کی طرف پھرنا مستحب ہے اور اس کی بھی دلیل ہے کہ اونگھ نیند کی مستحق نہیں ہے اور نہ ہی (اونگھ) وضو کو واجب کرنے والی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ:۳/۱۵۹)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا نعس أحدكم وهو يصلي فليرقد حتى حتى يذهب عنه النوم فإن أحدكم إذا صلى وهو ناعس لعله يستغفر فيسب نفسه.

''جب کسی کو اونگھ آئے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو اس کو سو جانا چاہیے یہاں تک کہ

اس کی نیند ختم ہو جائے بے شک جب کوئی اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو وہ نہیں جانتا کہ بخشش طلب کر رہا ہے یا وہ اپنے آپ کو گالیاں دے رہا ہے۔

(صحیح البخاری:٢١٢)

اس حدیث پر امام بخاری نے باب باندھا ہے: "باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسة والنعستین أو الخفقة وضوء اً۔" نیند سے وضو کرنے کا بیان اور جس شخص نے خیال کیا ہے کہ ایک یا دو بار اونگھنے یا نیند کی وجہ سر جھکنے سے وضو لازم نہیں آتا۔

امام نسائی اس حدیث کو نواقض وضو کے بیان میں لائے ہیں اور انھوں نے اس پر باب باندھا ہے: "باب النعاس۔" اونگھ کا بیان۔ (سنن النسائي: ١/٢٢)

علامہ سندھی اس کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''مصنف (امام نسائی) نے اس سے دلیل پکڑی ہے کہ اونگھ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔''

(حاشية السندھی علی النسائی:١/١٠٠)

٣۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز تہجد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھ رہا تھا: "فجعلت إذا اغفیت یأخذ بشحمة أذنیه۔" جب میں اونگھتا تو آپ میرے کان کی لو پکڑ لیتے۔'' (صحیح مسلم:١٧٩٢/٧٦٣)

٤۔ سیدنا انس سے روایت ہے کہ:''عہد رسالت میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نماز عشاء کا (اس قدر) انتظار کرتے کہ (غلبہ نیند کے باعث) ان کے سر جھکنے لگتے، پھر وہ نماز پڑھتے اور (نیا) وضو نہیں کرتے تھے۔''

(سنن أبي داود: ٢٠٠ قال ابن حجر: "إسناده صحیح۔" (فتح الباری:١/٤١٥) اس کی اصل (صحیح مسلم: ٣٦) میں ہے۔)

اس حدیث میں الفاظ ہیں: "حتی تخفق رؤوسھم"خفق کے معنی ہیں: ''ہلنا حرکت میں آنا۔'' (القاموس الوحید:ص٤٦٠)

اس حدیث کو محدثین نے اونگھ پر محمول کیا ہے۔ (فتح الباری: ١/٤١٥)

لیکن امام ابن حبان نے اس کو منسوخ کہا ہے۔ (صحیح ابن حبان:)

امام بخاری نے وضاحت کی ہے کہ جس آدمی کی حالت (خفق) (اونگھ کی وجہ سے سر جھکنا) کی ہو، تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ (صحیح البخاری:قبل ح ۲۱۲)

اور مذکورہ حدیث میں بھی (تخفق) کے الفاظ ہیں۔ فافھم!

سماحۃ الشیخ ابن باز فرماتے ہیں کہ:

''باقی رہی اونگھ تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اونگھ کی صورت میں شعور ختم نہیں ہوتا۔''

(مقالات وفتاوی مترجم اردو:ص ۲۰۵)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اونگھ سے وضو نہیں ٹوٹتا یہی موقف امام بخاری ،امام ابن خزیمہ اور امام نسائی وغیرہم کا ہے۔ کما تقدم



وقت کے احکام

اذان اور نماز کے درمیانی وقت کے احکام:

۱۔ اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يرد الدعاء بين الأذان والإقامة.

''اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔''

(ابو داود: ۵۲۱، ترمذی: ۲۱۲ وھو صحیح)

چنانچہ اس وقت باتیں کرنے کی بجائے دعا کرنی چاہیے کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

۲۔ اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقت ہونا چاہیے؟

اس کی تعیین میں کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث تو نہیں ملی مگر امام شعبہ فرماتے ہیں کہ:

''اذان اور اقامت کے درمیان تھوڑا سا وقت ہونا چاہیے۔''

(بخاری: بعد ح ۶۲۵ تعلیقا بالجزم)

یہ بات یاد رہے کہ اذان سے تو نماز کے وقت کی اطلاع دینا مقصود ہے اب اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقت تو ہونا چاہیے جس میں اذان سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں سے آسکیں، کسی کو ضرورت ہو تو اس نے استنجا بھی کرنا ہے، اسی طرح وضو بھی کرنا ہے، نماز سے پہلے کی دو، چار رکعتیں بھی پڑھنی ہیں، اور اگر کوئی دعا بھی کرنا چاہے تو وہ بھی کر سکے۔ اتنا وقت تو ہونا چاہیے کہ جس میں مذکورہ کام ممکن ہو سکیں۔ اگر مقتدی جلدی آ گئے ہیں تو امام کو جماعت جلدی کروا دینی چاہیے۔ اتنا زیادہ وقت بھی نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے نماز

کا اول وقت ہی فوت جائے۔

تنبیه: وہ حدیث جس میں آتا ہے کہ: ''اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ کرو جتنے میں کوئی کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہو سکے۔''

(ترمذی:۱۹۵، یہ ضعیف ہے۔دیکھئے: فتح الباری:۱۳۶/۲)

۳۔ صبح کی اذان اور پہلی اذان کے درمیان کتنا وقت ہونا چاہیے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''دونوں اذانوں کا درمیانی وقت اتنا تھا کہ ایک (مؤذن) نیچے اترتا تو دوسرا (اذان کے) لیے چڑھتا۔'' (صحیح البخاری:۱۹۱۸)

استاذ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری ﷫ لکھتے ہیں:

''یہ رات والی اذان فجر کی اذان سے پہلے کہی جاتی تھی۔منٹوں،گھنٹوں میں اس وقفے کی تعیین کہیں وارد نہیں ہوئی۔'' (احکام ومسائل:۱/۱۷۱)

سحری اور اذان کے درمیان کتنا وقت ہونا چاہیے؟

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقت تھا؟ تو انھوں نے جواب دیا: ''پچاس آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر۔''

(صحیح البخاری:۱۹۲۱)

یا ساٹھ آیات کی مقدار کے برابر۔ (صحیح البخاری:۵۷۵)

سحری کا وقت:

سحری کا آخری وقت صبح صادق کے خوب نمایاں ہو جانے سے ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری:۱۹۱۶، صحیح مسلم:۱۰۹۰)

نمازوں کے اوقات کے احکام:

اس میں دو بحثیں ہیں

۱۔ فرضی نمازوں کے اوقات

۲۔ نفلی نمازوں کے اوقات

فرضی نمازوں کے اوقات:

نماز فجر:

اس کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے۔ (مسلم: ٦١٢)

امام ابن المنذ ر فرماتے ہیں کہ:

''اجماع ہے کہ نماز فجر کا وقت طلوع فجر (صبح صادق) ہے۔''

(کتاب الاجماع: رقم ٣٦)

نماز فجر اس وقت پڑھنی چاہیے جب فجر (صبح صادق) پھوٹتی ہے اور آدمی اپنے ساتھ والے کو نہ پہچان سکے۔ (مسلم: ٤١٦)

یہ نماز اندھیرے میں پڑھنی چاہیے۔ (بخاری: ٥٦٠، مسلم: ٦٤٦)

''رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر ایک مرتبہ اندھیرے میں پڑھی پھر دوسری مرتبہ روشن کر کے پڑھی پھر وفات تک آپ کی نماز اندھیرے میں ہی رہی آپ نے دوبارہ کبھی اسے روشن کر کے نہ پڑھا'' (ابوداؤد: ٣٩٤، صحیح ابن خزیمہ: ٣٥٢)

جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے اگر ایک رکعت پالی تو اس نے نماز پالی۔

(بخاری: ٥٧٩، مسلم: ٦٠٨ اسنادہ حسن)

نماز فجر کا آخری وقت یہ ہے کہ یہ نماز روشن کر کے پڑھی جائے۔ (مسلم: ٦١٣)

ویسے تو یہ نماز طلوع آفتاب تک پڑھنی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اول وقت پڑھی جائے۔

نماز ظہر:

اس کا وقت سورج ڈھلنے شروع ہوتا ہے اور ایک مثل تک رہتا ہے۔ (مسلم: ٦١٣)

اس بات پر اجماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے فورا بعد شروع ہو جاتا ہے۔
(الافصاح لابن هبيره:۱/۷۲)

گرمیوں میں ذرا دیر سے ٹھنڈی کر کے پڑھنی چاہیے۔ (بخاری:۵۳۶، مسلم:۶۱۵)

اس کو اچھی طرح ٹھنڈی کر کے پڑھنا اس کا آخری وقت ہے۔ (مسلم:۶۱۳)

ویسے تو یہ نماز ایک مثل تک پڑھنی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اول وقت پڑھی جائے۔

زوال کا وقت یا مثل اول معلوم کرنے کا طریقہ:

استاذ محترم حافظ عبدالمنان نور پوری ﷾ لکھتے ہیں:

''زوال کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی روز سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر بعد تقریبا ایک فٹ زمین یا مکان کی سطح لیبل کے ساتھ ہموار کر لیں پھر تین چار انچ پرکار کھول کر اس سطح پر ایک دائرہ بنا لیں اس کے بعد دائرہ کے قطب (مرکزی نقطہ) پر تین انچ لمبا ایک دو سوتر موٹا سریہ یا اس کے مساوی لکڑی گاڑ دیں، بایں طور کہ وہ شاکول (سایل) کے ساتھ سیدھے ہوں شروع شروع میں اس سریے یا لکڑی کا سایہ بطرف مغرب دائرہ سے باہر ہو گا، جب وہ سایہ سمٹتے سمٹتے دائرہ کی لکیر پر ٹھیک برابر ہو جائے تو وہاں (مدخل ظل در دائرہ) پر نشان لگا لیں پھر سایہ کی دائرہ سے بجانب مشرق نکلنے کا انتظار کریں جب سایہ بڑھتے بڑھتے دائرہ کی لکیر پر پہنچے، تو وہاں بھی (مخرج ظل از دائرہ) پر نشان لگا دیں اس کے بعد جنوبا وشمالا ایک خط کھینچیں بایں طور کہ وہ شمالی محیط دائرہ سے شروع ہو کر مدخل اور مخرج کے عین وسط والے نقطہ سے گزرتا ہوا مرکز دائرہ کے نقطہ پر ہوتا ہوا دوسری جانب والے محیط جنوبی پر ختم ہو اور دائرہ کی تنصیف کر دے یہ خط خطِ نصف النہار کہلاتا ہے۔ یہ عمل ایک دن میں ہوگا۔''

اب دوسرے دن ساڑے گیارہ بجے کے قریب اس دائرہ کے پاس بیٹھ جائیں جب دائرہ کے مرکز میں نصب شدہ سریے یا لکڑی کا سایہ خطِ نصف النہار پر پہنچ جائے تو سایہ کے آخری سریے پر خطِ نصف النہار میں نشان لگا دیں ۔یہ وقت وقتِ زوال ہے اور خط نصف النھار میں نشان سے لے کر سریے یا لکڑی کی جڑ تک یا مرکز دائرہ تک سایہ فئے زوال کی پیائش کرلیں اب سایہ جونہی خطِ نصف النہار سے بجانب مشرق بڑھنا شروع ہو گا،ظہر کا وقت شروع ہو جائے گا اور بڑھتے بڑھتے جب سایہ سریے یا لکڑی کی پیائش جمع فئے زوال کی پیائش کے برابر ہو جائے گا تو ظہر کا وقت ختم اور عصر کا وقت شروع ہو جائے گا اور اس وقت سایہ ایک مثل ہو گا کیونکہ ایک مثل فئے زوال کو نکال کر ہے۔''

(احکام و مسائل:١/١١٧)

یا کسی کھلی اور ہموار زمین میں زوال سے پہلے ایک لکڑی گاڑ دی جائے اس لکڑی کا سایہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ زوال کا وقت کم سے کم رہ جائے گا اس سائے کو ماپ لیا جائے جب یہ سایہ بڑھنا شروع ہو تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ زوال ہو گیا ہے پھر جب یہ سایہ اس قدر بڑھ جائے کہ لکڑی کے برابر ہو جائے (زوال کے وقت لکڑی کا ماپا ہوا سایہ اس سے وضع کرنے کے بعد) تو ایک مثل وقت ہو جائے گا اور جب دو گنا ہو جائے تو دو مثل ہو جائے گا۔ (فقه السنة:١/١١٥)

تنبیہ: زوال کا سایہ مثل میں شمار نہیں ہو گا ۔یہی بات امام ابن تیمیہ کے فتاوی (٢٢/٧٤) فقہ حنفی کی کتاب الهدایہ(١/٤) فقہ شافعی کی المجموع (٣/٨١) فقہ حنبلی کی الروض المربع (١/٤٢) وغیرہ میں موجود ہے ،الغرض یہ بات اتفاقی ہے کہ زوال کا سایہ نکال کر مثل پیائش ہو گی۔ کذا فی!

(آپ کے مسائل اور ان کا حل للشیخ مبشر احمد ربانی حفظه الله:٣/١١٣-١١٤)

نماز عصر:

اس کا وقت ایک مثل سے شروع ہوتا ہے

(الترمذی: ١٤٩ وقال :حدیث ابن عباس حدیث حسن، اس کی سند حسن ہے، اسے ابن خزیمہ (ح٣٥٢)، ابن حبان (ح٢٧٩) ، ابن الجارود (ح١٤٩)، الحاکم (١/١٩٣)، ابن عبد البر ،ابوبکر بن العربی،النووی وغیرھم نے صحیح کہا ہے۔" (نیل المقصودفی التعلیق علی سنن ابی داؤد: ح٣٩٣) امام بغوی اور نیموی حنفی نے حسن کہا ہے۔ (آثار السنن ص٨٩ ح١٩٤) کذا فی (ھدیة المسلمین :ص٢٥)

اور سورج کے زرد ہونے تک رہتا ہے۔ (مسلم:٦١٢)

اس کا آخری وقت دو مثل تک ہے۔ (صحیح الترمذی:١٢٧، ١٢٨)

ویسے تو یہ نماز سورج کے زرد ہونے تک پڑھنی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اس کو اول وقت پڑھا جائے۔

جس نے نماز عصر کی ایک رکعت پالی اس نے مکمل نماز پالی۔

(بخاری:٥٧٩،مسلم:٦٠٨)

نماز مغرب:

اس کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ (بخاری: ٥٦١، مسلم: ٦٣٦)

اور شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔ (مسلم:٦١٢)

نماز عشاء:

شفق غائب ہوتے نماز عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (مسلم:٦١٣)

اور آدھی رات تک رہتا ہے۔ (مسلم:٦١٢)

اس نماز کو تاخیر سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھنا پسند کرتے تھے۔ (بخاری: ٥٤٧، مسلم: ٦٤٧)

اول وقت نماز کی فضیلت:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اول وقت پر نماز پڑھنا۔''
(صحیح ابن خزیمہ:٣٢٧،صحیح ابن حبان:٢٨٠۔الموارد اسے حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے المستدرک: ١٨٨/١، ١٨٩ح٦٧٥)

تاخیر سے نماز پڑھنا منافق کا عمل ہے۔ (مسلم:٦٢٢)

یاد رہے کہ تمام نمازوں کو اول وقت پڑھنا افضل ہے لیکن نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھنا افضل ہے۔

نماز جمعہ:

اس کا وقت یہ کہ جب سورج ڈھل جائے تو اس وقت یہ نماز پڑھی جائے۔
(بخاری:٩٠٤)

اس کو سردیوں میں جلد اور سخت گرمی میں دیر سے پڑھنا چاہیے۔ (بخاری:٩٠٦)

نماز عیدین:

ان کا وقت چاشت کا وقت ہے۔سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ عید الفطر کے دن نماز کے لیے گئے۔

امام نے نماز میں تاخیر کر دی تو وہ فرمانے لگے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اس وقت نماز سے فارغ ہو چکے ہوتے تھے، راوی کہتا ہے کہ یہ چاشت کا وقت تھا۔''

(ابو داؤد:١١٣٥ اسے حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے)

فوت شدہ نماز کا وقت:

جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے (یا سویا رہے) پس اس کا کفارہ یہ ہے جس وقت اسے یاد آئے (یا بیدار ہو) تو اس فوت شدہ نماز کو پڑھ لے۔ (بخاری:٥٩٧، مسلم:٦٨٤)



نفلی نمازوں کے اوقات:

نماز استسقاء کا وقت:

اس کا وقت یہ ہے کہ سورج نکلتے ہی اس کو ادا کیا جائے۔
(ابو داؤد: ۱۱۷۳ اسے حاکم (المستدرک: ۲۶۸/۱) ابن حبان(ح ۶۰۴) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔)

فائدہ: نماز استسقاء اس وقت پڑھی جاتی ہے جب قحط سالی ہو مینہ نہ برسے تو اللہ تعالی سے بارش طلب کرنے کے لیے یہ نماز (جس کا خاص طریقہ ہے) پڑھی جاتی ہے۔

نماز اشراق:

وہ نماز جو طلوع آفتاب کے بعد ادا کی جاتی ہے اور یہی اس کا وقت ہے۔

نماز چاشت:

اس وقت یہ نماز پڑھی جائے جب شدتِ گرمی کی وجہ سے اونٹنی کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔ (مسلم:۷٤۸)

یاد رہے نماز چاشت اور نماز اوابین ایک ہی ہیں۔

نماز وتر:

رات کے تمام حصوں میں نماز وتر پڑھنی مسنون ہے، اس کا آخری وقت سحری تک ہے۔
(بخاری:۹۹٦،مسلم:۷٤۵)

اس کا وقت نماز عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے۔
(ابو داؤد:۱٤۱۸، صححه الالبانی ،الصحیحه:۱۰۸)

امام ابن المنذر رفرماتے ہیں کہ:

''اجماع ہے کہ عشاء اور طلوع فجر کے درمیان کا سارا وقت وتر کا وقت ہے۔''
(کتاب الاجماع:رقم۷٦)

رات کی آخری نماز وتر ہونی چاہیے۔ (بخاری:۹۹۸،مسلم:۷۵۱)

جس کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں ہی (یعنی نماز عشاء کے بعد) وتر پڑھ لے اور جسے یہ توقع ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں بیدار ہو جائے گا تو اسے چاہیے کہ رات کے آخری حصے میں ہی وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخری حصے کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (مسلم:٧٥٥)

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وتر سونے سے پہلے پڑھنے کی وصیت کی تھی۔ (بخاری:١٩٨١، مسلم٧٢١)

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنی منع ہے:

تین اوقات ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنی منع ہے۔

١۔ جب سورج طلوع ہو رہا ہو حتی کہ وہ بلند ہو جائے۔

٢۔ جب سورج نصف آسمان پر ہو حتی کہ وہ ڈھل جائے۔

٣۔ جب سورج غروب ہونا شروع ہو جائے۔ (مسلم:٨٣١)

فائدہ: انھیں تین وقتوں میں مردوں کی تدفین بھی منع ہے۔ (مسلم:٨٣١)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

''صبح کی نماز (کی ادائیگی) کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی (دوسری) نماز (جائز) نہیں اور نماز عصر (کی ادائیگی) کے بعد غروبِ آفتاب تک کوئی دوسری نماز جائز نہیں۔'' (بخاری:٥٨٦، مسلم:٨٢٧)

یاد رہے صبح کی نماز کے بعد دو رکعت کا پڑھنا جائز ہے اگر آدمی پہلے نہ پڑھ سکا ہو۔ (ترمذی:٤٢٢، ابو داود:١٢٦٧ اس کو ترمذی نے اور ابن خزیمہ(١١١٦) نے صحیح کہا ہے)

اسی طرح نماز عصر کی ادائیگی کے بعد جو نماز پڑھنا منع ہے وہ سورج کے بلند ہونے کی صورت میں جائز ہے۔ (ابو داود:١٢٧٤ صححہ الالبانی)

یعنی سورج کے بلند ہونے تک کوئی نماز مثلاً دو نفل، نماز جنازہ، فوت شدہ یا بھولی

ہوئی نماز پڑھنا درست ہے۔لیکن جب سورج غروب ہو رہا ہو اس وقت جائز نہیں ہے۔

جمعہ کے دن ممنوعہ اوقات میں سے نصف النہار کے وقت نماز پڑھنا درست ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کو نہائے اور جس قدر پاکی حاصل ہو سکے کرے پھر تیل یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے اور مسجد کو جائے دو آدمیوں کے درمیان راستہ نہ بنائے پھر جو اس کے مقدر میں نماز ہے پڑھے، پھر دوران خطبہ خاموش رہے تو اس کے گزشتہ جمعہ سے لے کر اس جمعہ تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''

(بخاری:۸۸۳، نیز دیکھیں: مسلم: ۸۵۷)

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

''جمعہ کے دن زوال کے وقت (نصف النہار) نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے...اور وہ ہمارے شیخ ابن تیمیہ کا بھی موقف ہے۔'' (زاد المعاد: ۱/ ۳۷۸)

حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہاں نماز سے مانع نصف النہار کو نہیں بلکہ امام کے نکلنے کو نماز سے مانع قرار دیا گیا ہے۔تو معلوم ہوا نصف النہار کے وقت جمعہ کے دن نماز پڑھنی مکروہ نہیں ہے۔'' (احکام ومسائل: ۲/ ۲۸٤)

نیز لکھتے ہیں:

''جمعہ کے روز بھی زوال ہوتا ہے ،البتہ جمعہ کے روز جمعہ پڑھنے والے جس وقت بھی مسجد میں پہنچیں ۔اس وقت سے لے کر خطبہ شروع ہونے تک جتنی ان کے مقدر میں پڑھ سکتے ہیں۔'' (احکام و مسائل: ۲/ ۳۳۹)

بیت اللہ میں ممنوعہ اوقات میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے عبدِمناف کی اولاد! بیت اللہ کا طواف کرنے والے کسی شخص کو منع نہ کرو اور نہ کسی نماز پڑھنے والے کو (نماز پڑھنے سے) خواہ وہ شب وروز کی کسی گھڑی میں یہ کام کرے۔''

(ابوداؤد: ۱۸۹٤، اس کو امام ترمذی (۸٦۸) اور ابن حبان (الاحسان:۳/٤٦،ح: ۱۵۵۰) نے صحیح کہا ہے۔)

یہی موقف علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کا ہے۔(تحفة الاحوزی:۹۵/۲)

شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''عبدمناف کی اولاد کو مخاطب اس لیے کیا ہے کہ یہ اس وقت کعبہ کے متولی تھے۔(صلّٰی اَیَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ) یہ الفاظ ممنوعہ تین اوقات میں بھی نماز پڑھنے کی اجازت پر دلالت کرتے ہیں جن احادیث میں ممانعت ہے یہ حدیث اس عام حکم کو بیت اللہ کی وجہ سے خاص کر دیتی ہے کہ بیت اللہ میں یہ ممانعت نہیں۔'' (اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام:۱۳۲/۱اردو)

تین اوقات میں گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا منع ہے:

۱۔ نماز فجر سے پہلے۔

۲۔ ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو۔

۳۔ اورعشاء کی نماز کے بعد۔ (النور:۵۸)

وجہ یہ ہے کہ: ''یہ تینوں وقت تمہاری خلوت اور پردہ کے ہیں۔'' (النور:۵۸)

سبحان اللہ کتنا پیارا اسلام ہے مگر افسوس کہ مسلمان اس کی روشن تعلیمات پر عمل پھر بھی نہیں کرتے۔ مذکورہ اصول پر عمل انتہائی ضروری ہے ورنہ حیاء کا جنازہ نکل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ: شام کے وقت کے احکام اور اس کے اذکار کے لیے دیکھیں۔''رات کے احکام''



دن کے احکام

اذان کے احکام:

اذان کہنا واجب ہے۔ (مسلم: ١٥٣٤/٦٧٤) اذان کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے۔
(بخاری ٦٠٤، مسلم: ٨٧٣)

مؤذن حی علی الصلاة اور حی علی الفلاح کے وقت اپنے دائیں اور بائیں پھیرے گا۔ (مسلم: ٥٠٣)

اذان دوہری اور اقامت اکہری کہنی چاہیے۔ (بخاری ٦٠٣، مسلم: ٣٧٨)

مگر قد قامت الصلاة کو دو بار کہنا چاہیے۔ (بخاری: ٦٠٥، مسلم: ٣٧٨)

ایک مسجد کے دو مؤذن مسنون ہیں۔ (بخاری ٦٢٢، مسلم: ٣٨٠)

نابینا بھی اذان دے سکتا ہے۔ (مسلم: ٣٨١)

مؤذن ایسا بنانا چاہئے جو اذان پر اجرت کا مطالبہ نہ کرے۔
(أبو داود: ٥٣١، إسناده صحيح)

اذان کے بعد تثویب (دوبارہ نماز کا اعلان کرنا) سیدنا ابن عمر کے نزدیک بدعت ہے۔ (ابو داود: ٥٣٨، حسن)

جس جگہ سے اذان کی آواز آ رہی ہو وہاں پر حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ (مسلم: ٣٨٢)

جب شیطان اذان سنتا ہے تو وہ مقام روحا پر چلا جاتا ہے۔ (مسلم: ٣٨٨)

وہ گوز مارتا ہو جاتا ہے حتی کہ وہ اذان کی آواز نہیں سنتا۔ (مسلم: ٣٨٩)

اذان کا جواب دینا ضروری ہے جیسے مؤذن کہے ویسے ہی سننے والے کو کہنا چاہیے۔
(بخاری:٦١١، مسلم:٣٨٣)

حي علی الصلاة اور حي علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوة إلا باالله کہنا چاہیے۔ (مسلم:٣٨٥)

اذان کے مکمل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا چاہیے۔
(مسلم:٣٨٤)

اور أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبمحمد رسولا وبالإسلام دينا پڑھنا چاہیے۔
(مسلم:٣٨٦)

اور اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمد الوسيلة والفضيلة وابعثه مقام محمود الذى وعدته پڑھنی چاہیے۔ (بخاری:٦١٤)

مغرب کی اذان کے وقت یہ کہنا چاہیے۔ (اللهم ان هذا اقبال ليلك ،و ادبار نهارك، وأصوات دعاتك، فاغفرلي۔ (ابو داود:٥٣٠، حسن)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا درست نہیں۔ (مسلم:٦٥٥)

امامت کون کروائے؟

قوم کی وہ شخص امامت کروائے جو قرآن کریم کا بڑا اور پرانا قاری ہو۔اگر وہ قرات میں برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرائے جو ہجرت کرنے میں اول ہو۔اگر ہجرت میں برابر ہوں تو بڑی عمر والا امامت کروائے۔ (بخاری:٦٣١،٦٩٢،مسلم:٦٧٢،٦٧٤)

نابینا بھی امامت کروا سکتا ہے۔ (ابو داود:٥٩٥، صحیح)

جو شخص کسی قوم کو ملنے کے لیے جائے تو ان کی امامت نہ کرائے بلکہ ان ہی میں سے کوئی شخص امامت کروائے۔ (ابو داود:٥٩٦، حسن)

عورت عورتوں کو جماعت کروا سکتی ہے۔ (ابو داود:٥٩١،اسناده حسن)

امام کی ذمہ داری:

امام کو سنت کے مطابق نماز پڑھانی چاہئے۔ (بخاری:٦٧٧)
امام کو لوگوں کی طرف منہ کر کے صفیں درست کروانی چاہیے۔
(بخاری:٧١٧،٧١٨،مسلم:٤٣٤،٤٣٦)
اگر امام کھانا کھا رہا ہو اسے نماز کی اطلاع دی جائے، تو وہ کھانا چھوڑ کر نماز پڑھائے۔
(بخاری:٦٧٥، مسلم:٣٧٥)
اگر امام گھر میں کسی کام میں مصروف ہو تو نماز کے لیے اسے گھر سے نکل جانا چاہیے۔
(بخاری:٦٧٦)
جب امام قوم کی زیارت کے لیے آئے تو ان کے گھر میں نفلی نماز کی امامت کروائے۔
(بخاری:٦٨٢،مسلم:٢٦٣)

امام کی مختلف حالتوں کا بیان:

اگر امام موجود نہیں تو مؤذن کسی علم وفضل والے کو جماعت کروانے کا کہے۔
(بخاری:٦٨٤، مسلم:٤٢١)
اگر مقرر امام جماعت کی حالت میں آیا تو قائم مقام امام پیچھے ہٹ سکتا ہے۔
(بخاری ٦٨٤، مسلم:٤٢١)

ا وہ پیچھے نہ بھی ہٹے تو بھی جائز ہے۔ (مسلم)
اگر امام بیمار ہو تو کسی علم وفضل والے آدمی کو امام مقرر کر دے۔
(بخاری:٦٧٨،مسلم:٤٣٠)
خواہ بعض لوگ کسی اور کا مشورہ دیں لیکن وہ اپنی مرضی کرے۔
(بخاری:٦٦٩، مسلم:٤١٨)
اگر جماعت ہونے کی حالت میں اصلی امام کچھ افاقہ محسوس کرے اور وہ مسجد میں آجائے تو اسکو امام کی بائیں طرف بیٹھا دینا چاہیے تا کہ امامت کا فریضہ اصلی امام ادا کرے

اور قائم مقام امام اصلی امام کی اقتدا کرے اور لوگ قائم مقام امام کی اقتدا کریں۔
(بخاری:٦٨٣، مسلم:٤١٨)

امام فرضی نمازیں پڑھائے گا مثلا نماز فجر۔ (بخاری: ٧٧٤، مسلم: ٤٥٥) ظہر، عصر۔ (بخاری: ٧٥٩، مسلم: ٤٥١) مغرب (بخاری: ٧٦٣، مسلم: ٥٦٢) عشاء۔
(بخاری:٧٦٧، مسلم:٤٦٤)

اور نفلوں کی جماعت بھی کرائے گا، مثلا نماز تراویح (بخاری: ٨٥٩،١١٢٩) نماز استسقاء (بخاری: ١٠١٨، مسلم: ٧٩٧) نماز کسوف۔ (بخاری: ١٠٤٤، مسلم: ٩٠١)

یاد رہے کہ متنفل امام کے پیچھے مفترض کی نماز کی نماز درست ہے۔
(بخاری: ٧٠١، مسلم:٤٦٥)

جب نمازی دو ہوں تو مقتدی امام کے برابر دائیں طرف کھڑا ہوگا۔
(بخاری: ٦٩٧، مسلم: ٧٦٣)

جب دو سے زیادہ ہوں تو امام اگلی صف میں کھڑا ہوگا۔ (بخاری: ، مسلم: ٣٠١٠)

مرد عورتوں کی امامت کرواسکتا ہے۔ (بخاری ٧٢٧، مسلم: ٦٥٨)

منفرد دورانِ نماز امام بن سکتا ہے مثلا کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو کوئی دوسرا آ کر اس کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے تو وہ اس صورت میں جماعت کرواسکتے ہیں۔
(بخاری: ٧٣١، مسلم: ٧٨١)

اگر امام کے ساتھ ایک مرد ایک عورت ہے تو مرد امام کی دائیں طرف اور عورت پیچھے اکیلی کھڑی ہوگی۔ (مسلم: ٦٦٠)

امام نماز ہلکی پڑھائے ،امام کو نماز زیادہ لمبی نہیں کروانی چاہیے کیونکہ مقتدیوں میں سے بعض بوڑھے ، بیمار اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔ (بخاری: ٧٠١، مسلم: ٤٦٥)

امام اگر نماز زیادہ لمبی کرائے تو مقتدیوں کو شکایت کرنے کا حق حاصل ہے۔
(بخاری: ٧٠٤، مسلم: ٤٦٦)

لوگوں کو متنفر نہیں کرنا چاہیے۔ (بخاری:۷۰۲، مسلم:٤٦٦)

نماز ہلکی لیکن مکمل ہونی چاہیے رکوع سجدہ (وغیرہ) مکمل ہوں۔
(بخاری:۷۰۲،مسلم:٥٦٦)

جب اکیلا پڑھے تو جتنی مرضی لمبی کرے۔ (بخاری:۷۰۳،مسلم:٤٦٧)

جب امام بچے کے رونے کی آواز سنے تو نماز ہلکی کردے۔ (بخاری:۷۰۷)

امام نماز میں سنت کے خلاف عمل دیکھے تو حتی الوسع اصلاح کرے، جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا آکر بائیں طرف کھڑا ہو جائے تو اسے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر دے۔ (بخاری:٦٩٧، مسلم:٧٦٣)

ساتھ کھڑا نمازی اگر اونگھ رہا ہو تو اس کے کان کی لو سے پکڑنا تا کہ بیدار ہو جائے
(مسلم:٧٦٣)

امام ایک جگہ کسی کے پیچھے نماز پڑھ کر اپنے مقتدیوں کی جماعت کروا سکتا ہے
(بخاری:٧١١، مسلم:٤٦٥)

امام نماز میں بھول سکتا ہے۔ (بخاری:٧١٤،مسلم:٥٧٣)

امام کا نماز میں رونا درست ہے۔ (بخاری:٧١٤،م:٤١٨)

نماز کے بعض احکام:

فرضی نمازیں پانچ ہیں۔ (بخاری:٤٦، مسلم:١١)

بغیر کسی سبب کے ایک نماز کو ایک دن میں دو مرتبہ نہیں پڑھنا چاہیے۔
(ابو داود:٥٧٩، إسناده صحيح)

بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے (اور نہ پڑھے) تو اسے مارو۔ (ابو داود: ٤٩٤، أسناده حسن)

باجماعت نماز کے احکام

عورتیں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں۔(بخاری:٨٦٧، مسلم:٤٤٢، ٦٤٥)

باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے۔(مسلم:٦٥١، ٦٥٤/ابو داود:٥٤٧، إسناده صحيح)

امام تھوڑی سی بلند جگہ (مثلاً منبر) پر کھڑا ہو کر امامت کروا سکتا ہے۔(بخاری:٣٧٧)

جو کوئی اذان کی آواز سنتا ہے اسے مسجد میں آ کر باجماعت نماز پڑھنی چاہیے۔
(ابو داود:٥٥٣، صحيح)

جس نے عشا کی نماز با جماعت پڑھی تو یہ آدھی رات کے قیام کی طرح ہے اور جس نے فجر اور عشاء کی نمازیں باجماعت پڑھیں تو یہ پوری رات کے قیام کی طرح ہے۔
(مسلم:٦٥٦)

باجماعت نماز بیس نمازوں کے برابر ہوتی ہے۔(ابو داود:٥٦٠، صحيح)

ان لوگوں کے لیے قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری ہے جو اندھیرے میں مسجد کی کی طرف چل کر آتے ہیں۔(ابو داود:٥٦١، صحيح)

نماز کی طرف بھاگ کے آنا منع ہے۔(بخاری:٦٣٦، مسلم:٦٠٢)

جب تم میں سے کوئی اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف چلے تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ہرگز نہ دے۔ کیونکہ وہ نماز میں ہے۔(ابو داود:٥٦٢، حسن)

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد کی طرف چلا اس نے پایا لوگوں کو کہ انھوں نے نماز پڑھ لی ہے تو اللہ تعالی ایسے بندے کو بھی اتنا ہی اجر عنایت فرماتا ہے جتنا کہ اس کو



جس نے جماعت میں حاضر ہو کر نماز پڑھی ہو اور یہ ان کے اجروں میں کسی کمی کا باعث نہیں بنتا۔ (ابو داود: ٥٦٤، حسن)

جب امام نماز کو وقت سے مؤخر کرے تو نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا چاہئے پھر امام کے ساتھ بھی پڑھ لینی چاہئے۔ (مسلم:٦٤٨)

دوسری نماز نفلی ہوگی اور پہلی فرضی ہوگی۔ (ابو داود: ٤٣٢، حسن)

پہلے خود کسی کے پیچھے نماز پڑھنا پھر اپنے مقتدیوں کو جا کر جماعت کروانا درست ہے۔

(مسلم:٤٦٥)

جو کوئی نماز کو بھول جائے تو جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لیا کرے۔

(مسلم:٦٨٠)

سو جانے میں کوئی کوتاہی نہیں ہے کوتاہی اس میں ہے جب انسان جاگتا ہو لہٰذا....

(مسلم:٦٨١/ابو داود: ٤٣٧، اسناده صحيح)

فوت شدہ نماز بھی با جماعت ادا کرنا صحیح ہے۔ (بخاری:٧٤٧١)

پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ اور کوئی سورت پڑھے۔

(بخاری:٧٦٢،مسلم:٤٥١)

آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنی بھی صحیح ہے۔

(بخاری:٧٧٦،مسلم:٤٥١)

اور سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملانا بھی صحیح ہے۔ (مسلم:٤٥٢)

سورہ فاتحہ کے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ (بخاری:٧٥٦،مسلم:٣٩٤)

جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ کے بعد اونچی آواز میں آمین کہنی چاہیے۔

(بخاری:٧٨٢،مسلم:٤١٠)

وہ مقامات جہاں نماز پڑھنی جائز نہیں ہے:

حمام اور مقبرہ۔ (ابو داود:٤٩٢، إسناده صحيح)

اونٹوں کے باڑے میں۔ (أبو داود: ٤٩٣، إسناده صحيح)

دن میں فرضی نمازوں کے احکام:

دن میں مندرجہ ذیل فرضی نمازیں آتی ہیں۔ا: نماز فجر۲: نماز ظہر۳: نماز عصر اسی طرح کی فرضی نمازوں میں۴: نماز جمعہ ۵: نماز عیدین بھی آتی ہیں اب ان کے احکام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نماز فجر:

ا۔ فجر کی نماز کو جاتے ہوئے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

"اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نوراوعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نوراوخلفی نورا واجعل لی نورا [وفی لسانی نورا]وعصبی نورا ولحمی نورا و دمی نورا وشعری نورا وبشری نورا [واجعل فی نفسی نورا واعظم لی نورا اللھم اعطنی نورا]۔"

(صحیح البخاری:١٣١٦،صحیح مسلم:٧٦٣۔ مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کو سجدہ میں پڑھنے کا ذکر ہے۔ بریکٹ کے اندر والے الفاظ صرف مسلم میں ہیں۔ یہ مختلف روایات کا مجموعہ ہے)

۲۔ نماز فجر سے سویا رہنے کی مذمت۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس اس آدمی کا ذکر کیا گیا جو ساری رات سویا رہتا ہے صبح کی نماز کے لیے بھی نہیں اٹھتا تو(اس کے متعلق)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"بال الشیطان فی اذنہ۔" شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ (صحیح البخاری:١١٤٤)

۳۔ نماز فجر کی فرض رکعتیں دو ہیں۔

سفر میں قصر کے وقت بھی دو ہی پڑھی جائیں گی۔

(صحیح ابن حبان :١٨٠/٤ ح٢٧٢٧ دوسرا نسخہ٢٧٣٨و صحیح ابن

خزیمه: ۷۱/۲ ح۹٤٤ استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی ﷫ فرماتے ہیں :وسندہ حسن،اس روایت کا راوی محبوب بن الحسن بن ہلال بن ابی زینب حسن الحدیث ہے ،جمہور محدثین نے اسے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔)

حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ:

''اس پر اتفاق ہے کہ خوف وامن ،سفر وحضر میں صبح کی نماز دو رکعتیں (فرض) ہیں۔''

(مراتب الاجماع:ص۲٤،۲۵)

ابن المنذ ر فرماتے ہیں کہ:

''اجماع ہے کہ مغرب اور فجر کی نماز میں قصر نہیں۔'' (کتاب الاجماع:رقم۶۰)

۴۔ نماز فجر میں قرات اونچی آواز میں ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری:۷۷۳،،۷۷٤)

۵۔ نماز فجر میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی بھی سورت تلاوت کی جا سکتی ہے تاہم اس میں مسنون قرات درج ذیل ہے۔

سورة الطور: (صحیح البخاری:قبل ح۷۷۳تعلیقا)

سورة المؤمنون: (صحیح البخاری:قبل ح۷۷٤تعلیقا،صحیح مسلم:٤۵۵)

سورة التكوير: (صحیح مسلم:٤۵٦)

سورة قٓ: (صحیح مسلم:٤۵۸)

عموماً آپ ﷺ اس نماز میں طوال مفصل (سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ البروج تک) سورتیں پڑھتے تھے۔ (نسائی: ۹۸۳، إسناده صحیح)

بسا اوقات آپ ﷺ نے نماز فجر میں ''قل اعوذ برب الفلق '' اور''قل اعوذ برب الناس'' بھی پڑھی۔(ابوداؤد: ۱٤٦۳، اسے حاکم (المستدرك:۱/۲٤۰) ذہبی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔''

فجر کی دونوں رکعتوں میں آپ ﷺ نے ''اذا زلزلت الارض'' تلاوت فرمائی۔

(ابو داؤد:۸۱٦، اسے امام نووی نے صحیح کہا ہے)



جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں ﴿الم تنزيل﴾ اور دوسری میں ﴿هل أتىٰ على الإنسان﴾ پڑھنا مسنون ہے۔ (صحیح البخاری: ۸۹۱، صحیح مسلم: ۸۷۹)

نماز ظہر:

نماز ظہر کی فرض چار رکعتیں ہیں اور سفر میں قصر دو رکعتیں ہیں۔ اور خوف کی حالت میں ایک رکعت ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۸۷/۱۵۷۵، نیز دیکھیں: مسند احمد: ۲۷۲/۶ ح ۲۶۸۶۹ دوسرا نسخہ: ۲۶۳۳۸ وسندہ حسن لذاتہ)

نماز عصر:

نماز عصر کی فرض چار رکعتیں ہیں اور سفر میں قصر دو رکعتیں اور خوف کی حالت میں ایک رکعت ہے۔ (ایضا)

نماز ظہر اور عصر میں قرات:

۱۔ نماز ظہر اور نماز عصر میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی بھی سورت تلاوت کی جا سکتی ہے تاہم مسنون قرات درج ذیل ہے۔

ظہر میں سورۃ اللیل اور اور سورۃ الاعلیٰ اور نماز عصر میں ان کی مانند۔

(صحیح مسلم: ۴۵۹۔۴۶۰)

ظہر اور عصر میں "والسماء ذات البروج" اور "والسماء والطارق" پڑھنا۔

(ابو داؤد: ۸۰۵، ابن حبان (ح: ۴۶۵) نے اسے صحیح کہا ہے۔)

آپ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں اتنا قیام کرتے کہ جتنے میں سورہ الم تنزیل السجدہ پڑھی جا سکتی ہے اور پچھلی دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کے نصف کے برابر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی پچھلی دو رکعتوں میں عصر کی پہلی دو رکعتوں کے نصف کے برابر۔"

(صحیح مسلم: ۴۵۲)

۲۔ نماز ظہر اور عصر میں قرات سری ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۷۷)

نماز جمعہ:

یہ نماز اپنے مستقل احکام رکھتی ہے۔ہم اس کے احکام کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ جمعہ کے دن کے احکام۔

۲۔ جمعہ پڑھنے والے کے احکام۔

۳۔ خطبہ جمعہ کے احکام۔

۴۔ نماز جمعہ کے احکام۔

اب ان کی علیحدہ علیحدہ تفصیل درج ذیل ہے:

جمعہ کے دن کے احکام

۱۔ جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں ﴿الم تنزیل﴾ اور دوسری میں ﴿هل اتى على الإنسان﴾ پڑھنا مسنون ہے۔ (صحيح البخاری: ۸۹۱، صحيح مسلم: ۸۷۹)

۲۔ جمعہ کے دن غسل کرنا چاہیے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (جمعہ پڑھنے والے کے احکام)

۳۔ جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی جمعہ کے دن اس کی تلاوت کرے گا تو آئندہ جمعہ تک اس کے لیے ایک خاص نور کی روشنی رہے گی۔ (مستدرك حاكم: ۲/ ۳۶۸، صححه الالباني في صحيح الجامع الصغير: ح ۶٤۷۰)

۴۔ جمعہ کے دن اگر عید آ جائے تو نماز جمعہ میں رخصت ہے۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے نماز عید پڑھائی، پھر نماز جمعہ پڑھنے کی رخصت دے دی اور فرمایا: ''جو جمعہ کی نماز پڑھنا چاہے پڑھ لے۔''

(أبو داؤد: ۱۰۷۰، صحيح ابن خزيمه: ۱٤٦٤، إسناده حسن)

ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''یقیناً تمہارے اس دن میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں پس جو چاہے جمعہ نہ پڑھے، اسے (نمازِ عیدین ہی) نماز جمعہ سے کر جائے گی لیکن ہم تو جمعہ ادا کریں گے۔''

(أبو داؤد: ۱۰۷۳، ابن ماجه: ۱۳۱۱، صححه الالباني)

معلوم ہوا کہ خطیب جمعہ پڑھائے گا مقتدیوں کو اختیار ہے کوئی پڑھنا چاہے پڑھ لے اور جو نہیں پڑھنا چاہتا نہ پڑھے۔ واللہ اعلم!

۵۔ صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا منع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کا دن روزہ

کے لیے اور جمعہ کی رات (جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات) کو عبادت کے لیے خاص کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: ١١٤٤/٢٦٨٤)

٦۔ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے۔''
(سنن ابی داؤد: ١٠٤٧ امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔)

٧۔ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جمعہ کے دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اس میں ایک ایسی گھڑی ہے، جو مسلمان بندہ اس گھڑی میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتے ہیں۔ اور پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ وہ وقت بہت تھوڑا ہے۔''
(صحیح البخاری: ٩٣٥، صحیح مسلم: ٨٥٢)

جمعہ پڑھنے والے کے احکام:

کتنے مسلمان لوگ بڑی محبت سے نماز جمعہ کو ادا کرنے کے لیے مساجد میں جاتے ہیں۔ مگر وہ جمعہ پڑھنے والے کے احکام سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو ان احکامات کے مطابق اپنی نماز جمعہ کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

١۔ نماز جمعہ کی طرف جانے سے پہلے نہائے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم سے کوئی شخص نماز جمعہ کے لیے آئے تو وہ غسل کرے۔'' (صحیح البخاری: ٨٧٧)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن ہر بالغ کے لیے غسل ضروری ہے۔'' (صحیح البخاری: ٨٧٩)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن

غسل کرو اگرچہ تم جنبی بھی نہ ہوئے ہو۔" (صحیح البخاری:۸۸۳)

۲۔ خوشبو اور تیل استعمال کرے۔ (صحیح البخاری:۸۸۳،۸۸٤)

۳۔ جمعہ کیلئے عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے جو اس کو مل سکیں۔ (صحیح البخاری:۸۸٦)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر گنجائش ہو تو جمعہ کے لیے روزانہ استعمال ہونے والے کپڑوں کے علاوہ کپڑے بناؤ۔"

(سنن ابن ماجه:۱۰۹۵ امام ابن خزیمہ (۱۷٦۵) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔)

۴۔ جمعہ کے دن مسواک کرے۔ (صحیح البخاری:۸۸۷)

۵۔ جمعہ کے دن مسجد کی طرف جلدی جانا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے جمعہ کے دن غسل جنابت (کی طرح) غسل کیا پھر پہلی گھڑی میں (مسجد کی طرف) گیا گویا اس نے اللہ کی راہ میں اونٹ کا نذرانہ دیا اور جو شخص دوسری گھڑی میں گیا گویا اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس نے گائے کا صدقہ کیا اور جو تیسری گھڑی میں گیا گویا اس نے سینگوں والے میڈھے کا صدقہ کیا اور جو چوتھی گھڑی میں گیا گویا اس نے مرغی کا صدقہ کیا، اور جو پانچویں گھڑی میں گیا گویا اس نے انڈے کا صدقہ کیا۔"

(صحیح البخاری: ۹۲۹، صحیح مسلم: ۸۵۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر آنے والے کا نام بالترتیب لکھتے جاتے ہیں .... پھر جب امام آجاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر کے خطبہ سننے لگ جاتے ہیں۔" (صحیح البخاری: ۹۲۹)

٦۔ جمعہ کے دن ناخن اتارنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال مونڈھنا اور مونچھیں کاٹنی چاہیے۔

ایک حدیث میں آتا ہے: "ویتطھر من استطاع من الطھر۔"

(صحیح البخاری:۸۸۳)

اس کے تحت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

''اس میں مونچھوں اور ناخنوں کو کاٹنا اور زیر ناف بالوں کو مونڈنا آتا ہے۔''

(فتح الباری:۱/۴۷۲)

یاد رہے بغلوں کے بال اکھڑنا بھی صفائی میں سے ہے۔

۷۔ جمعہ کے لیے پیدل چل کر جانا۔

(مسند احمد:۱۰/۴ امام ابن خزیمہ (۱۲۹/۲) اور امام ابن حبان(الاحسان:۱۹۴/۴) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔)

۸۔ مسجد میں دو رکعت پڑھ کر بیٹھنا اگرچہ خطیب خطبہ دے رہا ہو۔

(صحیح مسلم:۸۷۵)

۹۔ امام کے منبر پر بیٹھنے سے پہلے نوافل کی حد مقرر نہیں ہے۔(صحیح مسلم:۸۵۷)

۱۰۔ لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگنا چاہیے۔

(سنن ابی داؤد: ۱۱۱۸ امام ابن خزیمہ (۱۸۱۶) امام حاکم (۲۸۸/۱)اور امام ابن حبان(۵۷۲) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔)

جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جانا چاہیے۔

۱۱۔ خطیب کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔(صحیح ابی داود:۱۱۰۸ وحسنه الالبانی)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے امام کے قریب بیٹھنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا جو آدمی ہمیشہ دور بیٹھتا ہے،اس کو جنت میں بھی لیٹ داخل کیا جائے گا۔

۱۲۔ خطبہ جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔(صحیح ابی داود:۱۰۷۹ و حسنه الالبانی)

۱۳۔ دو آدمیوں کے گھسنا نہیں چاہیے۔(صحیح البخاری:۹۱۰)

۱۴۔ دوران خطبہ گوٹ مار کر بیٹھنا منع ہے۔(سنن الترمذی:۵۱ وقال حسن)

۱۵۔ جب خطبہ شروع ہو جائے تو پھر بالکل خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔
(صحیح البخاری:٩٣٤)

۱۶۔ خطبہ کان لگا کر توجہ سے سننا چاہیے۔(صحیح البخاری:٩٢٩)

۱۷۔ خطیب کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ سنا جائے۔(صحیح البخاری:٩٢١)

"مصنف ابن ابی شیبہ ٢١٧/٢" میں ہے کہ:

''جب نبی ﷺ خطبہ دیتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے چہروں کو آپ کی طرف متوجہ کر لیتے۔''

تفصیل کے لیے دیکھئے ہمارا رسالہ:''چہرے کے احکام۔''

۱۸۔ دوران خطبہ جب اونگھ آجائے تو اس کو اپنی جگہ تبدیل کر لینی چاہیے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذا نعس احدکم یوم الجمعۃفی مجلسہ فلیتحول من مجلسہ ذلك"

''جب تم میں سے کسی کو جمعہ کے دن اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے اونگھ آجائے تو اسے چاہیے کہ اپنی اس جگہ سے پھر جائے۔'' (یعنی وہاں سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ بیٹھ جائے)

(سنن ابی داؤد:١١١٩۔مسند احمد: ٢٢/٢ اس کو امام ترمذی (٥٢٦) نے حسن صحیح اور ابن خزیمہ (١٦٠/٣ح: ١٨١٩) نے صحیح کہا ہے۔)

۱۹۔ دوران خطبہ کسی دوسرے آدمی سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔(صحیح البخاری:٩٣٤)

۲۰۔ دوران خطبہ نعرے لگانا بدعت ہے۔جس پرہیز کرنا انتہائی ضروری ہے۔

۲۱۔ نماز میں امام کے سبح اسم ربک الاعلی پڑھنے کے جواب میں مقتدیوں کا اونچی آواز میں "سبحان ربی الاعلی" کہنا صریحا ثابت نہیں ہے لیکن اکیلا امام خود پڑھ سکتا ہے۔

۲۲۔ نماز جمعہ میں امام کے ''ثم ان علینا حسابھم'' پر ''اللھم حاسبنا حسابا



یسیرا“ سے جواب دینا ثابت نہیں ہے۔

۲۳۔ دوران خطبہ جھولی اٹھا کر مسجد کی ضروریات کے لیے چندہ اکٹھا کرنا غلط ہے کیونکہ دورانِ خطبہ ایسا کرنا آداب جمعہ کے خلاف ہے۔

۲۴۔ دورانِ خطبہ لوگوں کا گردنیں پھلانگتے ہوئے خطیب کو چندہ جمع کرانے کے لیے آگے آنا غلط ہے اگر کسی نے چندہ جمع کرنا ہی ہے تو نماز جمعہ کے مکمل ہونے کے بعد کرے۔

۲۵۔ اگر خطیب دوران خطبہ کوئی آیت سجدہ تلاوت والی پڑھتا ہے اگر وہ خود سجدہ کرتا ہے تو مقتدیوں کو بھی چاہیے کہ وہ سجدہ کریں، اگر خود وہ سجدہ نہیں کرتا تو مقتدیوں کو بھی سجدہ تلاوت نہیں کرنا چاہیے۔ (صحیح البخاری)

۲۶۔ اگر دوران خطبہ رسول ﷺ کا نام آئے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ سراً درود (ﷺ) پڑھیں۔ (فتاوی اللجنة الدائمة: ۲۲۷/۸)

۲۷۔ دورانِ خطبہ خطیب کے قرآن پڑھنے پر سبحان اللہ کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ ذکر کا وقت نہیں ہے یہ تو غور سے سننے کا وقت ہے۔

۲۸۔ دوران خطبہ اگر کسی کو چھینک آجائے تو خود وہ ”الحمدلله“ کہے اور کوئی دوسرا اس پر ”یرحمك الله“ نہ کہے کیونکہ یہ خاموشی اختیار کرنے کے منافی ہے۔

(فتاوی اللجنة الدائمة: ۲۴۲/۸)

۲۹۔ خطبہ جمعہ کو ٹیپ ریکارڈ کرنا صحیح ہے کیونکہ آدمی ٹیپ ریکارڈر کو لگا کر خطیب کی متوجہ ہو جاتا ہے۔ (فتاوی اللجنه الدائمه: ۲۵۰/۸)

۳۰۔ اگر کوئی کسی وجہ سے نماز جمعہ سے رہ جائے تو ظہر کی نماز پڑھے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۴۷۱، مصنف ابن ابی شیبه: ۲۸/۲ ح: ۵۳۳۴)

۳۱۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”جو آدمی جمعہ پالے اس کے لیے دو رکعت ہیں اور جو اس دن جمعہ سے رہ جائے اسے چاہیے کہ چار رکعت (نماز ظہر کی) ادا کرے۔“ (مصنف ابن ابی شیبه: ۱۲۹/۲)

نیز اس پر اجماع بھی ہے۔ (کتاب الاجماع رقم:۵۷)

۳۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''اگر نماز جمعہ کی ایک مکمل رکعت مل گئی تو وہ (نماز جمعہ کی) دو ہی رکعت ادا کرے گا۔'' (سنن الکبری للبیهقی:۳/۱۰۵)

۳۳۔ نماز جمعہ کی چار رکعت سنتیں پڑھنا چاہیے۔ (اگر مسجد میں پڑھنی ہیں) (صحیح مسلم:۸۸۱) اور گھر میں آکر پڑھنا چاہے تو دو رکعت ہی کافی ہیں۔ (صحیح البخاری:۹۳۷) لیکن چار رکعت پڑھنا افضل ہے خواہ گھر میں وہ یا مسجد میں۔

۳۴۔ بعض لوگوں کا نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد ظہر احتیاطی پڑھنا بدعت اور گمراہی ہے۔

۳۵۔ مریض، عورت نابالغ لڑکے اور غلام کے علاوہ ہر مسلمان پر جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۱۰٦۷ صحیح)

نوٹ: مسافر پر بھی جمعہ پڑھنا فرض نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔

خطبہ جمعہ کے احکام:

۱۔ جمعہ کے دو خطبے ہیں ان کے درمیان میں بیٹھنا چاہیے۔

۲۔ خطبہ میں قرآن پڑھنا چاہیے۔

۳۔ خطبہ میں لوگوں کو نصیحت کرنی چاہیے۔ (صحیح مسلم:۸٦٦)

۴۔ (عام نمازوں کی نسبت) جمعہ کی نماز کو طویل کرنا اور (عام خطبوں کی نسبت) جمعہ کا خطبہ مختصر ہونا چاہیے یہ دانائی کی علامت ہے۔ (صحیح مسلم:۸٦۹)

حافظ عبدالمنان نور پوری ﷾ فرماتے ہیں کہ:

''نسبی طول وقصر مراد ہے مگر نماز کا طول خطبہ کی بنسبت نہیں نہ ہی قصر خطبہ نماز کی بنسبت ہے۔ بلکہ طول نماز بنسبت دوسری نمازو کے اور قصر خطبہ بنسبت دیگر خطبوں کے مراد ہے۔اور اس طول نماز اور قصر خطبہ میں معیار رسول اللہ ﷺ کی نماز اور آپ کا خطبہ ہے جس کی نماز وخطبہ رسول اللہ ﷺ کی نماز وخطبہ کے ساتھ طول وقصر میں ملتے ہیں وہ (ان

طول صلاۃالرجل وقصر خطبته مئنة من فقهه) آدمی کی لمبی نماز اور مختصر خطبہ دانائی لی علامت ہے، کا مصداق ہے۔" (صحیح مسلم: ۹٦۹) (احکام و مسائل: ۲)

۵۔ خطبہ میں سورہ ق کی تلاوت کرنی چاہیے۔ (صحیح مسلم: ۸۷۲،۸۷۳)

٦۔ خطبہ بولی جانے والی ہر متداول زبان میں جائز ہے۔ بعض لوگوں کا عربی زبان کی شرط لگانا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ خطبہ کا مقصد تذکیر ہے اور تب ہی حاصل ہوگا جب خطبہ سننے والے لوگوں کی اپنی مادری زبان میں ہوگا ورنہ خطیب کا ان کی زبان کے علاوہ میں خطبہ دینا بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

نماز جمعہ کے احکام:

ا۔ نماز جمعہ فرض ہے۔ (صحیح البخاری: ۸۷٦ نیز دیکھیں: فتح الباری: ۲/ ۳۵٤)

مریض، مسافر، عورت نابالغ لڑکے اور غلام کے علاوہ ہر مسلمان پر جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۱۰٦۷ صحیح)

نیز اس پر اجماع ہے کہ عورت اور بچے پر جمعہ پڑھنا فرض نہیں ہے۔

(کتاب الاجماع: رقم۵۲ ـ ۵۳)

اگر یہ پڑھنا چاہیں تو پڑھ بھی سکتے ہیں۔ (الاوسط لابن لمنذر: ٤/ ۱۰۱ صحیح)

۲۔ نماز جمعہ کی فرض دو رکعتیں ہیں۔ (سنن النسائی: ۵۵۱، سنن ابن ماجہ: ۱۱۲۳، صحیح)

۳۔ کس کسی نے نماز جمعہ کی ایک رکعت (جماعت کے ساتھ) پالی تو وہ دوسری رکعت بھی اس کے ساتھ ملالے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

(سنن النسائی: ۵۵۱، سنن ابن ماجہ: ۱۱۲۳، صحیح)



سلام کے احکام

(دن اور رات دونوں کو شامل ہیں۔) کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا اور سلام کہنا چاہیے۔ (النور: ٢٧)

جب اپنے گھروں میں داخل ہونا ہو تو اپنے نفسوں پر سلام کہنا چاہیے۔ (النور: ٦١)

سلام کو عام کرنا چاہیے۔ (بخاری: ٦٢٣٥، مسلم: ٢٠٦٦)

آپس میں محبت کرنے کا ذریعہ سلام کہنا ہے۔ (مسلم: ٥٤)

سلام کہنا جنت میں جانے کے اسباب میں سے ہے۔ (ترمذي: ٢٤٨٥، صحيح)

جو سلام نہیں کرتا سب سے بڑا بخیل ہے۔

(الاوسط للطبراني: ٥٧٢١، صحيح، الصحيحه: ٦٠١)

سلام مسلمان کا حق ہے۔ (مسلم: ٥٦٥١)

سلام کہنا واجب ہے۔ (النور: ٦١)

جماعت میں سے ایک کا سلام کہنا یا ایک کا جواب دینا کافی ہے۔

(أبو داود: ٥٢١، صحيح، الصحيحه: ١١٤٨)

سلام کہنے میں علیک السلام نہیں کہنا چاہیے۔

(أبو داود: ٥٢٠٩، صحيح، الصحيحة: ١٤٠٣)

بار بار آنے جانے اور بار بار ملاقات ہو جانے کی صورت میں بھی سلام کہنا ضروری ہے۔ (بخاری: ٥٨٩٧، نیز دیکھیں: (أبو داود: ٥٢٠٠)

ہر شخص کو سلام کہنا چاہیے خواہ اسے بندہ پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔

(بخاری: ١٢، مسلم: ٣٩)

لوگوں میں اللہ تعالی کے زیادہ قریب وہ ہیں جو سلام میں پہل کرتے ہیں۔
(أبو داود: ٥١٩٧، ترمذی: ٢٦٩٤، صحیح)
جب کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اس کے سلام کہے اگر ان کے درمیان کوئی درخت یا دیوار حائل یا پتھر ہو جائے، پھر اسے ملے تو سلام کہے۔ (أبو داود: ٥٦٠٠، صحیح)
جب کوئی مجلس میں پہنچے تو سلام کہے اور جب اٹھ کر جانے لگے تب سلام کہے۔
(أبو داود: ٥٢٠٨، ترمذی: ٢٧٠٦، حسن)
بچوں کے پاس سے گزرتے وقت انھیں سلام کہنا مسنون ہے۔
(بخاری: ٦٢٤٧، مسلم: ٢١٦٨)
عورت مردوں کو سلام کہہ سکتی ہے۔ (مسلم: ٣٣٦)
اور عورت مردوں کو کہہ سکتے ہیں۔ (أبو داود: ٥٢٠٤، ترمذی: ٢٦٩٧، حسن)
یہود و نصاری کو سلام میں پہل کرنی حرام ہے۔ (مسلم: ٢١٦٧)
اگر ایسی مجلس ہے کہ وہاں مسلمان، مشرک بت پرست اور یہود ملے جلے ہیں تو انھیں سلام کہہ دینا درست ہے۔ (بخاری: ٦٢٥٤، مسلم: ١٧٩٨)
سلام ان الفاظ سے کہنا چاہیے: السلام علیکم۔ (بخاری: ٦٢٢٧، مسلم: ٢٨٤١)
السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔
(أبو داود: ٥١٩٥، ترمذی: ٢٦٨٩، حسن)

یا سلام علیکم کہے۔ (انعام: ٥٤)
اکیلے کو سلام علیک کہنا۔ (مریم: ٤٧)
یا اگر کچھ لوگ سو رہے ہیں اور کچھ جاگ رہیں تو اس طرح سلام کہنا چاہیے کہ جاگنے والے سن لیں اور سونے والے بیدار نہ ہوں۔ (مسلم: ٢٠٥٥)
سوار پیادہ چلنے والے کو سلام کہے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ زیادہ

کو سلام کہیں اور چھوٹا بڑے کو سلام کہے۔ (بخاری: ٦٢٣١، مسلم: ٢١٦٠)

کسی پر داخل ہونے سے پہلے السلام علیکم کہہ کر اجازت لینی چاہیے۔

(أبو داود: ٥١٧٧، صحیح، الصحیحة: ٨١٨)

کسی کو سلام بھیجنا جائز ہے۔ (بخاری: ٤٣٢٣، مسلم: ٣٥٠٧)

مسجد میں سلام کہنا مسنون ہے۔ (أبو داود: ٩٢٧، ترمذی: ٣٦٨)

نمازی کو بھی سلام کہنا چاہیے، عورتوں سے مصافحہ کرنا حرام ہے۔

(نسائي :٤١٨٦، صحیح)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کے سر میں لوہے کی سوئی ماری جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی غیر محرم عورت کو چھوئے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٠/٢١١-٢١٢، صححه البانی(الصحیحة :٢٢٦، وقال اخونا ابو یحی النور فوری: قلنا کما قال) کافر کو والسلام علی من اتبع الهدی کہنا درست ہے۔ (بخاری:٧)

جواب دینے کے احکام:

اگر کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو جواب اس طرح دینا چاہیے ،وعلیه السلام ورحمة الله وبرکاته. (بخاری: ٣٢١٧، مسلم:٢٤٤٧)

مجلس میں آکر تین بار سلام کرنا مستحب ہے۔ (بخاری:٩٥)

سلام کا جواب بہتر دینا چاہیے یا پھر سلام کے برابر جواب دے۔ (النساء:٨٦)

سلام کے جواب میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا۔ (بخاری:٦٢٢٧، مسلم:٢٨٤١)

اہل کتاب (یہود و نصاری) کے سلام کے جواب میں صرف وعلیکم کہنا چاہیے۔

(بخاری:٦٢٥٨،مسلم:٢١٦٣)

سلام کا جواب علیک سے دینا۔ (صحیح الادب المفرد:٧٨٧)

جواب میں سلام کا جواب کوئی نہ دے تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔

(مسند بزار: ١٩٩٩، صحیح،الصحیحه:١٨٤)

غائبانہ سلام کے جواب میں کہا جائے :وعلیہ السلام ورحمة الله وبركاته۔

(بخاری:٣٢١٧،مسلم:٢٤٤٧)

نمازی کو سلام کہا جائے تو وہ ہاتھ کے اشارے سے جواب دے گا۔ کافر کے سلام کا جواب صرف وعلیکم کے الفاظ سے دینا چاہئے۔ (بخاری:٦٢٥٨، مسلم:٢١٦٣)



بالوں کے احکام

ہمارے پیارے دین اسلام کا موضوع انسان ہے ۔مکمل اسلام انسان کی اصلاح کے لیے ہے مگر افسوس ! جس مسلمان نے پوری دنیا کو اسلامی تعلیمات کے ذریعے امن کا گہوارہ بنانا تھا وہ مسلمان اپنی اصلاح نہ کرسکا ۔انسان کی اصلاح اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اپنے جسم کے تمام اعضاء کو اسلامی احکامات کے تابع نہ کرلے اور ایسا کرنا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ (انسانی اعضاء کے احکام ومسائل) سے واقف نہ ہوجائے۔

انھی بہت سے مسائل میں سے ایک مسئلہ ''انسانی بالوں'' کا ہے ۔انسان کے مختلف اعضاء پر اُگے ہوئے بالوں کی مختلف قسمیں ہیں ہم نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر عضو کے بالوں کے احکام جو درج ذیل ہیں، الگ الگ بیان کیے ہیں ۔ہم نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب بھی لکھی ہے جو (بالوں کا معاملہ) کے نام سے مطبوع ہے اور وہ دارالسلام سے مل سکتی ہے)

۱۔ سر کے بالوں کے احکام
۲۔ ابروؤں (ابرواں) کے بالوں کے احکام
۳۔ رخساروں کے بالوں کے احکام
۴۔ داڑھی کے احکام
۵۔ مونچھوں کے احکام
۶۔ بغلوں کے بالوں کے احکام
۷۔ زیرِ ناف بالوں کے احکام
۸۔ (کانوں کے اندرونی) سینہ ،کمر، بازوؤں ،ٹانگوں، رانوں، ہاتھوں اور پاؤں پر اُگے ہوئے بالوں کے احکام



۹۔ ناک میں اُگے ہوئے بالوں کے احکام ۱۰ کنپٹی کے بالوں کے احکام

سر کے بالوں کے احکام:

یہ چار قسموں پر مشتمل ہیں:

۱۔ مسلمان مرد کے بالوں کے احکام ۲۔ نومسلم(NewMuslim) کے بال

۳۔ بچوں کے بال ۴۔ مسلمان عورت کے بال

مسلمان مرد کے بالوں کے احکام:

مسلمان مرد کے بال پاک ہیں خواہ وہ زندہ ہو یا مرا ہوا، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ جب محمد بن سیرین نے عَبِیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے بال ہیں، جو ہمیں سیدنا انس یا سیدنا انس کے گھر والوں کی طرف سے پہنچے ہیں، تو عبیدہ نے یہ (سن کر) فرمایا کہ: "لأن تكون عندي شعرة منه أحب إلي من الدنيا وما فيها" میرے پاس اگر نبی ﷺ کا ایک بال (بھی) ہوتا تو یہ مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۷۰)

۲۔ سیدنا انس سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے بالوں کو منڈوایا تو سیدنا ابوطلحہ ﷺ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے آپ کے بالوں کو لیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۷۱)

۳۔ ان دونوں احادیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے: "باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان" باب: اس پانی کے بارے میں جس میں انسان کے بالوں کو دھویا جاتا ہے۔ (کتاب الوضوء باب ۳۳)

حافظ ابن حجر ترجمۃ الباب کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أن الشعر طاهر وإلا لماحفظوه ولا تمنىٰ عبيدة أن يكون عنده شعرة واحدة منه ،وإذا كان طاهراً فالماء الذي يغسل به طاهر"



''یعنی بال پاک ہیں وگرنہ وہ (صحابۂ کرام)ان کی حفاظت نہ کرتے اور عبیدہ(تابعی) تمنا بھی نہ کرتے کہ ان کے پاس نبی ﷺ کا ایک بال ہوتا،جب بال پاک ہیں تو جس پانی میں بالوں کو دھویا گیا ہے وہ بھی پاک ہے۔'' (فتح الباری ۱/ ۳٦۳)

حافظ ابن حجر مزید فرماتے ہیں:

''جمہور علماء بھی بالوں کو پاک سمجھتے ہیں اور یہی ہمارے نزدیک صحیح ہے۔''

(فتح الباری ۱/ ۳٦٤)

اُم المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی ﷺ کے کچھ بال تھے، جسے انھوں نے ایک چھوٹے پیالے میں رکھا ہوا تھا۔ یہ بال مہندی کی وجہ سے سرخ تھے۔ جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیمار ہوجاتا تو وہ اپنا پانی کا برتن سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا۔ (آپ اس برتن کے پانی میں وہ بال ڈبو دیتیں)

[صحیح البخاری: ٥٨٩٦ ،فتح الباری ۱۰/ ۳٥۳]

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے بالوں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

۲۔ انسانی بالوں کی خرید وفروخت ناجائز ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾ اور ہم نے آدم(علیہ السلام) کی اولاد کو عزت دی (بني إسرآئيل : ۷۰) کے خلاف ہے۔

انسانی بالوں کی خرید وفروخت میں انسان کی تکریم نہیں رہتی بلکہ تذلیل ہے۔

۳۔ بالوں کی تکریم کرنا ضروری ہے۔

(دیکھئے سنن ابی داود:٤١٦٣ وسندہ حسن، اسے ابن حجر نے فتح الباری: ۳٦٨/۱۰ میں حسن کہا ہے)

بالوں کی تکریم میں درج ذیل چیزیں آتی ہیں:

ا۔ پہلے دائیں طرف سے کنگھی کرنا اور یہ بہت زیادہ مستحب ہے۔

کنگھی کرنے کے آداب:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:"كان النبي ﷺ يعجبه التيمن في تنعله وترجله"
"نبی ﷺ جوتا پہننے میں اور کنگھی کرنے میں دائیں طرف کو پسند فرماتے۔"

(صحیح بخاری:٥٩٢٦)

٢۔ ایک دن چھوڑ کر کنگھی کی جائے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (النسائي ١٣٢/٨ ح٥٠٦١ وسنده صحيح)

فائدہ: حائضہ عورت اپنے خاوند کو کنگھی کرسکتی ہے۔امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "باب ترجيل الحائض زوجها" (صحيح البخاري كتاب اللباس قبل ح:٥٩٢٥)

٣۔ بالوں میں مانگ نکالنی چاہئے اور یہ مستحب ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں کو چھوڑا کرتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے، جبکہ اہل کتاب اپنے بالوں کو چھوڑا کرتے تھے۔جس کام میں آپ کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا تھا تو آپ اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے پھر آپ ﷺ نے اس کے بعد مانگ نکالی۔"

(صحیح البخاری:٣٥٥٨،صحیح مسلم:٢٣٣٦)

مانگ تالو سے نکالنی چاہئے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "جب میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے بالوں میں مانگ نکالتی "صدعت الفرق من يافوخه وأرسل ناصيته بين عينيه" تالو سے (بالوں کے دو حصے کر کے) مانگ چیرتی اور آپ ﷺ کی پیشانی کے بال دونوں آنکھوں کے درمیان چھوڑتی۔ (أبو داود :٤١٨٩، وسنده حسن)

تنبیہ: ٹیڑھی مانگ اور انگریزی حجامت سے ہر صورت میں بچنا ضروری ہے کیونکہ اس

سے کفار سے مشابہت ہو جاتی ہے اور نبی نے فرمایا ہے:

"من تشبه بقوم فهو منهم"

''جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انھی میں ہوگا۔''

(أبو داود: ٤٠٣١ وسنده حسن،والطحاوي في مشكل الآثار ١/٨٨)

بالوں میں تیل لگانا:

رسول اللہ ﷺ جب اپنے بالوں میں تیل لگاتے تو پھر آپ کے جو چند سفید بال تھے نظر نہیں آتے تھے اور جب تیل نہ لگاتے تو یہ بال نظر آتے تھے۔

(صحيح مسلم: ٢٣٤٤)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کبھی تیل لگانا چاہئے اور کبھی نہیں لگانا چاہئے۔

اگر ضرورت ہو تو دن میں دو دفعہ بھی بالوں میں تیل لگایا جاسکتا ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بعض اوقات دن میں دو دفعہ تیل لگاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ٨/٣٩٢ ح ٢٥٥٤٩ وسنده صحيح)

بالوں میں خوشبو لگانا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"كنت أطيب رسول الله ﷺ بأطيب مايجد ..."

''میں رسول اللہ ﷺ (کے بالوں) میں سب سے اچھی خوشبو لگاتی جو آپ کو دستیاب ہوتی۔'' (صحيح البخاري: ٥٩٢٣)

اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے کہ "باب الطيب في الرأس واللحية" یعنی: ''سر اور داڑھی میں خوشبو لگانے کا باب''

فائدہ: اگر کوئی شخص کسی کو خوشبو دے تو اسے واپس نہیں کرنی چاہئے بلکہ خوشبو لے لینی چاہئے۔ (صحيح البخاري: ٥٩٢٩)

بالوں کی چوٹی بنا کر یا انھیں گوندھ کر نماز نہیں پڑھنی چاہئے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کا سر پیچھے سے گوندھا ہوا تھا۔ آپ کھڑے ہوئے اور اس کو کھول دیا۔ جب عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے نماز مکمل کر لی تو آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: آپ کو میرے سر کے (بالوں کے) بارے میں کیا ہے؟ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بالوں کو گوندھنے والے آدمی کے بارے میں) فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا:

إنمامثل هذا مثل الذي يصلي وهو مكتوف .

یہ تو اس آدمی کی طرح لگ رہا ہے جسے باندھا گیا ہو۔" (صحیح مسلم : ٤٩٢)

فائدہ: اس روایت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بعض علماء نے "کف الثوب" (کپڑا لپیٹنے) سے ممانعت والی حدیث (البخاری : ٨٠٩، ٨١٠ومسلم : ٤٩٠) سے یہ استدلال کیا ہے کہ آستینیں چڑھا کر نماز نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ اس سے "کف الثوب" لازم آتا ہے۔

بال درج ذیل طریقوں سے رکھنا جائز ہیں:

١۔ نصف کانوں تک۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "كان شعر رسول الله ﷺ إلى نصف أذنيه" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک تھے۔ (صحیح مسلم : ٢٣٣٨)

٢۔ کندھوں سے اوپر اور کانوں کی لَو سے نیچے تک۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن میں سے غسل کر لیا کرتے تھے۔ "وكان له شعر فوق الجمة ودون الوفرة" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال



کندھوں کے اوپر اور کانوں کی لو سے نیچے تھے۔ (أبو داود: ٤١٨٧، وسنده حسن)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: "حسن صحیح غریب" (١٧٥٥)

٣۔ کانوں کی لو کے برابر۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاقد درمیانہ تھا، دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ "عظیم الجمة إلی شحمة أذنيه" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بہت لمبے تھے جو کانوں کی لو تک پڑتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٣٥٥١، صحیح مسلم: ٢٣٣٧ واللفظ له)

٤۔ بالوں کو کسی چیز سے چپکانا (بھی) صحیح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: "رأيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ملبداً" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو لیس دار چیز یا گوند سے چپکا ہوا دیکھا۔

(صحیح البخاری: ٥٩١٤)

اور یہ حج کا موقع تھا۔ (صحیح البخاری: ٥٩١٥)

درج ذیل صورتوں میں سر کے تمام بال منڈوانا جائز ہے۔

١۔ جب کوئی کافر مسلمان ہو (تفصیل بعد میں آئے گی ان شاء اللہ)

٢۔ جب بچہ پیدا ہو تو پیدائش کے ساتویں دن (تفصیل بعد میں آئے گی ان شاء اللہ)

٣۔ بطورِ ضرورت۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جعفر کی اولاد کو (ان کے شہید ہونے کے بعد) تین دن مہلت دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی (جعفر رضی اللہ عنہ) پر مت رونا۔ پھر فرمایا کہ میرے بھتیجوں کو میرے پاس لے کر آؤ چنانچہ ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے

اور اس وقت ہم چوزوں کی طرح (بہت کم سن) تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ "بال مونڈنے والے کو بلا کر میرے پاس لاؤ" (جب وہ آ گیا تو) آپ ﷺ نے اسے (ہمارے بال) مونڈنے کا حکم دیا اور اسی نے ہمارے سروں کو مونڈا۔"

(ابو داود:٤١٩٢ وسنده صحيح وصححه النووي في رياض الصالحين:١٦٤٢ علىٰ شرط البخاري ومسلم، النسائي: ٥٢٢٩)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کا آدھا سر مونڈا ہوا تھا اور آدھا نہیں مونڈا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

احلقوه كله أو اتركوه كله .

"اس کے سر کے سارے بالوں کو مونڈ دو یا سارے بال چھوڑ دو۔"

(أبو داود :٤١٩٥ وسنده صحيح)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سر کے تمام بالوں کو بطور ضرورت مونڈنا صحیح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینے میں قربانی کی اور اپنا سر مونڈا یعنی مونڈوایا۔

(مصنف ابن ابی شیبه ٣/ ٢٣٧ ح١٣٨٨٨ وسنده صحيح، طبعة دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

بہتر یہی ہے کہ حج اور عمرے کے علاوہ عام دنوں میں سر نہ منڈایا جائے لیکن اگر کوئی بیماری یا عذر ہو تو ہر وقت سر منڈوانا جائز ہے۔ جو کام بچوں کے لئے جائز ہے وہ کام بڑوں کے لئے بھی جائز ہے اِلا یہ کہ کوئی صریح وخاص دلیل مردوں کو اس سے خارج کر دے۔ خوارج کے ساتھ خشوع نماز، قراءتِ قرآن اور سر منڈانے میں مشابہت کا یہ مطلب غلط ہے کہ یہ افعال ناجائز ہیں۔

۴۔ حج اور عمرہ کے موقع پر۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ لا مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ﴾ [الفتح: ٢٧]

'' تم لوگ مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے ان شاء اللہ اس حال میں کہ تم سر منڈائے اور بال ترشوائے ہوگے کسی کا خوف نہ ہوگا۔''

حدیث میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

''حلق رسول الله ﷺ في حجته''

''رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر اپنے سر کے بال منڈوائے۔''

(صحیح البخاری:١٧٢٦)

تفصیل کے لیے دیکھئے: صحیح البخاری(١٧٢٦۔١٧٣٠)

جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوایا جائے تو بھی صحیح ہے۔

(صحیح البخاری:١٧٢١)

عمرہ کے بعد سر کے بال منڈوانا صحیح ہے۔(صحیح البخاری:١٧٣١)

حج یا عمرہ میں بالوں کو کٹوانا بھی صحیح ہے۔(صحیح البخاری:١٧٢٧،١٧٣١)

فائدہ (۱): مذکورہ صورتوں میں بالوں کا مونڈنا تو ثابت ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام مونڈنے سے منع بھی نہیں فرمایا جس کام میں خاموشی ہو اس کا کرنا جائز ہے چنانچہ سر کے تمام بالوں کو مونڈنا جائز ہے مگر افضل وسنت یہی ہے کہ بال (وفرہ،جمہ،لمہ) رکھے جائیں کیونکہ احرام کھولنے کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی یہی کیفیت بیان ہوئی ہے۔

(دیکھئے:احکام ومسائل شیخ نور پوری ١/١ ٥٣)

فائدہ (۲): سر کے بال قینچی سے کٹوانا بھی جائز ہے۔

قرآن میں ہے کہ:

﴿ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ لا مُحَلِّقِيْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ﴾ [الفتح :٢٧]

تم لوگ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے ان شاء اللہ اس حال میں کہ تم سر

منڈوائے اور بال ترشوائے ہوئے ہوگے کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ رحمت کر سرمنڈوانے والوں پر، صحابہ نے عرض کیا:اور بال ترشوانے والوں پر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ رحمت کر سرمنڈوانے والوں پر،صحابہ نے عرض کیا اور بال ترشوانے والوں پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اور بال ترشوانے والوں پر۔'' (صحیح بخاری:۱۷۲۷)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی ایک جماعت نے سرمنڈوایا اور بعض صحابہ نے بال ترشوائے۔(صحیح بخاری:۱۷۲۹)

فائدہ (۳): کاٹے ہوئے بالوں کو دفن کرنا ضروری نہیں ہے۔حافظ ابن حجر نے صحیح بخاری کی (۵۹۳۸) حدیث سے یہ استدلال کیا ہے۔(فتح الباری ۱۰/ ۳۶۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ بالوں (اور ناخنوں) کو (زمین میں) دفن کر دیتے تھے۔

(کتاب الترجل للخلال: ۱٤٦ وسنده حسن، عبدالله بن عمر العمري حسن الحديث عن نافع و ضعيف الحديث عن غيره ، و محمد بن علي هو حمدان بن علي بن عبدالله بن جعفر : ثقة)

امام احمد بھی انھیں دفن کرنے کے قائل تھے۔ (الترجل: ۱٤٦ وسنده صحيح)

قاسم بن محمد بن ابی بکر اپنے بال منٰی میں دفن کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبه ۸/ ٤١٧ ح ٢٥٦٥٤ وسنده صحيح)

معلوم ہوا کہ بالوں کو دفن کرنا جائز یا بہتر ہے اور اگر نہ کئے جائیں تو بھی جائز ہے۔

اعتراض کا جواب:

بعض کہتے ہیں کہ سرمنڈانا منع ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے سرمنڈانا خارجیوں کی علامت ہے۔حالانکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو خارجی ہے وہ سرمنڈاتا ہے یہ مقصود نہیں کہ جو

سر منڈاتا ہے وہ خارجی ہے۔ (دیکھئے احکام ومسائل للشیخ نورپوری ۱/ ۵۳۱)

فائدہ (٤): دائیں طرف سے پہلے بالوں کو کٹوائیں۔

تفصیلی بحث کے لیے دیکھیں: فتح الباری (۱/ ۳٦٤)

سفید بالوں کے احکام: اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ سفید بالوں کو اکھیڑنا ۲۔ سفید بالوں کو رنگ کرنا

۱۔ سفید بالوں کو اکھیڑنا حرام ہے۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لاتنتفوا الشیب فإنه نورالمسلم". إلخ سفید بالوں کو نہ اکھیڑو کیونکہ بڑھاپا (بالوں کا سفید ہونا) مسلمان کے لیے نور ہے جو شخص حالت اسلام میں بڑھاپے کی طرف قدم بڑھاتا ہے (جب کسی مسلمان کا ایک بال سفید ہوتا ہے) تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔"

(أبو داود: ٤٢٠٢ وسنده حسن، ابن عجلان صرح بالسماع) امام ترمذی (۲۸۲۱) نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

۲۔ سفید بالوں کو رنگنا۔

بالوں کو رنگنا خضاب کہلاتا ہے اور اس کی درج ذیل صورتیں اور قسمیں ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے سفید بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "غیروا الشیب ولا تشبهوا باليهود" بڑھاپے (بالوں کی سفیدی) کو (خضاب کے ذریعے) بدل ڈالو اور (خضاب نہ لگانے میں) یہودیوں کی مشابہت نہ کرو۔

(الترمذی: ١٧٥٢ وقال: "حسن صحیح وسنده حسن)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہودی اور نصرانی (عیسائی) خضاب نہیں لگاتے، لہٰذا تم ان کے خلاف کرو (تم خضاب لگاؤ)

(صحیح البخاری: ٥٨٩٩، صحیح مسلم: ٢١٠٣)



۲۔ مہندی کا خضاب (رنگ) لگانا یا مہندی میں کوئی چیز ملا کر سفید بالوں کو رنگین کرنا بھی جائز ہے۔

۳۔ زرد خضاب لگانا بھی ٹھیک ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دباغت دیئے ہوئے اور بغیر بال کے چمڑے کا جوتا پہنتے تھے اور اپنی ریش (داڑھی) مبارک پر آپ ورس (ایک گھاس جو یمن کے علاقے میں ہوتی تھی) اور زعفران کے ذریعے زرد رنگ لگاتے تھے۔''

(ابو داود: ٤٢١٠ وسنده حسن، النسائی: ٥٢٤٦)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ سرخ اور زرد خضاب لگایا ہے اور بعض دفعہ نہیں بھی لگایا۔ نیز دیکھئے: فتح الباری (١٠/٣٥٤)

شیخ نور پوری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو رنگنے کا بھی ذکر ہے اور نہ رنگنے کا بھی جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا رنگنے سے تعلق امر ندب پر محمول ہے البتہ کل کے کل بال سفید ہو جائیں کوئی ایک بال بھی سیاہ نہ رہے تو پھر رنگنے کی مزید تاکید ہے۔''

(احکام و مسائل شیخ نور پوری ١/٥٣١)

۴۔ سفید بالوں میں سیاہ خضاب (رنگ) لگانا درج ذیل دلائل کی روشنی میں حرام ہے:

ا۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غيروا هذا بشيء، واجتنبوا السواد" اس کا رنگ بدلو اور کالے رنگ سے بچو۔ (صحیح مسلم: ٢١٠٢/٥٥٠٩)

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسی قومیں آخر زمانہ میں آئیں گی جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح کالے رنگ کا خضاب کریں گی

وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گی۔'' (ابوداود :٤٢١٢وسنده صحيح ،النسائي :٥٠٧٨)
[اس کا راوی عبدالکریم الجزری (مشہور ثقہ) ہے۔دیکھئے شرح السنہ للبغوی ۹۲/۱۲ ح ۳۱۸۰]
درج ذیل علماء نے بھی کالے خضاب کو دلائل کی روشنی میں حرام قرار دیا ہے:

۱۔ امام نووی (شرح مسلم :۱۹۹/۲)

۲۔ حافظ ابن حجر (فتح الباری:٥٧٦/٦)

۳۔ ابوالحسن سندھی (حاشيه ابن ماجه :١٦٩/٤)

۴۔ عبدالرحمٰن مبارکپوری (تحفة الاحوذی :٥٧/٣)

تفصیل کے لیے دیکھیں (سیاہ خضاب کی شرعی حیثیت از امام بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ)

مصنوعی بال (وِگ)لگانا حرام ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
لعن الله الواصلة والمستوصلة.
'' اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو بال جوڑنے اور جڑوانے والی پر۔'' (صحیح البخاری :٥٩٣٣)

امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلے میں بہت سی احادیث لائے ہیں تفصیل کے لیے دیکھیں۔
(صحیح البخاری:٥٩٣٢-٥٩٣٨ اور ٥٩٤٠-٥٩٤٣)

وضو میں سر کا مسح کرنا:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مسنون وضو کا طریقہ خود عمل کر کے دکھلایا۔ اس میں آپ نے سر کا مسح اس طرح کیا کہ''دونوں ہاتھ سر کے اگلے حصہ سے شروع کر کے گدی تک پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آئے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔'' (صحیح البخاری:١٨٥،صحیح مسلم :٢٣٥)

۲۔ مکمل سر کا مسح کرنا چاہیے۔قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ ﴾ [المآئدة:٦]

''اورتم مسح کرواپنے سروں کا۔''

حمران مولیٰ عثمان (رحمہ اللہ) نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، حمران بیان فرماتے ہیں کہ:"ثم مسح برأسه " پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا مسح کیا۔ (صحیح البخاری :١٥٩)

اورسیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہی گزرا ہے۔

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے:"باب مسح الرأس كله"مکمل سرکا مسح کرنا۔ (صحیح بخاری قبل ح:١٨٥)

٣۔ سرکا مسح ایک ہی دفعہ کرنا چاہئے۔ (صحیح بخاری:١٨٦، صحیح مسلم :٢٣٥)

صحیح بخاری:١٩٢ میں سر پر ایک مرتبہ مسح کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث پر باب باندھا ہے۔ "باب مسح الرأس مرة" سر پر ایک مرتبہ مسح کرنا ہے۔

امام ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

"والصحيح أنه لم يكرر مسح رأسه " صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکرار مسح الراس نہیں کیا۔

(ابن القیم) مزید لکھتے ہیں کہ:

''تکرار مسح کے بارے میں جو احادیث آتی ہیں اگر کوئی صحیح ہے تو وہ صریح نہیں ہے اور اگر صریح ہے تو وہ صحیح نہیں ہے۔'' (زادالمعاد : ١/ ٩٣)

تفصیلی بحث کے لیے دیکھیں: عون المعبود (١/ ٩٣ط دار احیاء التراث) اور تحفة الاحوذی (١/ ٤٤-٤٦)

"صحیح مسلم (١/ ١٢٣)" میں بھی سر پر ایک مرتبہ مسح کرنے کا ذکر ہے۔امام ابوداود نے بھی سر پرایک دفعہ مسح کرنے کوترجیح دی ہے۔

(أبو داود :تحت ح:١٠٨) نیز دیکھئے: سنن ترمذی (قبل ح:٣٤)

۴۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ صرف چوتھائی سر کا مسح فرض ہے، یہ بالکل غلط بات ہے۔

۵۔ پگڑی پر مسح کرنا صحیح ہے۔

جعفر بن عمرو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے عمامہ مبارک پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۵)

۶۔ پیشانی اور پگڑی دونوں پر بھی مسح کرنا صحیح ہے۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا، آپ نے اپنی پیشانی، اپنی پگڑی اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔" (صحیح مسلم: ۲۷۳)

۷۔ سر کے مسح کے لیے نیا پانی لینا چاہیے۔

سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "مسح برأسه بماء غير فضل يده" آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کا مسح تازہ پانی لے کر کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳/۱ درسی ح: ۲۳۶)

۸۔ سر کے مسح کے لیے نیا پانی نہ لینا اور صرف ہاتھوں پر موجود تری سے مسح کرنا بھی صحیح ہے۔

مشہور تابعی عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ (وضو کے دوران میں) ہاتھوں پر بچے ہوئے پانی سے مسح کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۲۱/۱ ح۲۱۲ وسندہ صحیح)

تنبیہ: بہتر یہی ہے کہ سر اور کانوں کے مسح کے لئے تازہ پانی لیا جائے۔

۹۔ غسل جنابت سے وضو میں سر کا مسح کرنے کے بجائے پانی سر پر ڈالنا چاہیے۔

ا۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل کا ارادہ فرمایا: "ثم أفاض علىٰ رأسه الماء" پھر آپ ﷺ نے اپنے سر پر پانی ڈالا۔

(صحیح البخاری: ۲۷٤)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے غسل جنابت کے متعلق سوال کیا: "حتىٰ إذا بلغ رأسه لم يمسح وأفرغ عليه الماء"

جب آپ وضو کرتے ہوئے سر تک پہنچے تو آپ نے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ سر پر پانی ڈالا۔

(سنن النسائي:٤٢٢ وسنده صحيح غريب)

اس حدیث پر امام نسائی نے یہ باب باندھا ہے "باب ترك مسح الرأس في الوضوء من الجنابة" جنابت کے وضو میں سر کے مسح کو ترک کرنا۔

(النسائي:٢٠٥/١ قبل ح ٤٢٢)

۲۔ سر پر تین بار پانی ڈالنا چاہئے۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "وغسل رأسه ثلاثاً" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو تین بار دھویا۔ (صحیح البخاری:٢٦٥)

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''میں اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں۔'' (صحیح البخاری:٢٥٤)

امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے کہ ''جس آدمی نے اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالا'' اس کے تحت اور بھی احادیث لائے ہیں۔

۳۔ سر پر پہلے دائیں طرف پانی ڈالیں پھر بائیں طرف۔ (صحیح البخاری:٢٥٨)

غسل جنابت کے وضو میں سر کا مسح کرنا بھی صحیح ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

''بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو دھوتے'' "ثم توضأ كما يتوضأ للصلوٰة" پھر آپ وضو کرتے جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے۔ (صحیح البخاری:٢٤٨)

جب ہم نماز کا وضو کرتے ہیں تو اس میں سر کا مسح کرتے ہیں۔

نومسلم (New Muslim) کے بال:

نومسلم کے سر کے بالوں کے بھی وہی احکام ہیں جو عام مسلم کے احکام ہیں۔

تنبیہ: سنن أبي داود (۳۵٦) مستدرك الحاكم (۳/۵۷۰ ح ٦٤٢٨) اور المعجم الكبير للطبراني (۱۹/۱٤ ح ۲۰) کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر مسلمان ہونے کے بعد سر کے بال منڈوائے گا۔ یہ ساری روایات ضعیف و مردود ہیں اور انھیں حسن قرار دینا غلط ہے۔

بچوں کے بالوں کے احکام:

۱۔ جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو ساتویں دن بچے کے سر کے بال منڈانے چاہئیں۔
(منتقیٰ ابن الجارود: ۹۱۰ وسنده حسن، رواية الحسن عن سمرة كتاب والإحتجاج بالكتاب صحيح والحمدلله)

۲۔ جو بال ساتویں دن اتارے جائیں تو ان کے برابر وزن کر کے چاندی صدقہ کی جائے۔ (السنن الكبرىٰ للبيهقي ۹/ ۳۰٤ وسنده حسن)

۳۔ بالوں کو تھوڑا سا چھوڑ کر باقی منڈوا دینا منع ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "نهى رسول الله ﷺ عن القزع"
رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔ (صحيح البخاري: ۵۹۲۰، صحيح مسلم: ۲۱۲۰)

قزع کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ سر کے بال سارے نہ مونڈنا بلکہ جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے بادلوں کے طرح ٹکڑیوں میں مونڈنا۔

۲۔ درمیان سے سر کے بال مونڈنا اور اطراف میں بال چھوڑ دینا۔

۳۔ اطراف مونڈنا اور درمیان سے سر کے بال چھوڑ دینا۔

۴۔ آگے سے بال مونڈنا اور پیچھے سے چھوڑ دینا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی کمال محبت

وشفقت ہے۔ انسانی جسم میں بھی عدل کا خیال رکھا کہ سر کا بعض حصہ مونڈ کر اور بعض حصہ ترک کر کے سر کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے۔ بالوں سے کچھ حصہ سر کا ننگا کر دیا جائے اور کچھ حصہ ڈھانک دیا جائے یہ ظلم کی ایک قسم ہے۔'' (تحفة المودود بأحكام المولود ص٦٩)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا تھا اور بعض چھوڑا ہوا تھا آپ ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا:

احلقوه كله أو اتركوه كله .

''تم اس کا سارا سر مونڈو یا سارا سر چھوڑو۔'' (ابو داود: ٤١٩٥ وسنده صحيح)

اس حکم میں جوان اور بڑے مرد بھی شامل ہیں اور صرف بچوں کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

مسلمان عورت کے سر کے بال:

عورت اپنے سر کے بال نہیں کٹوا سکتی کیونکہ اس سے مردوں کی مشابہت لازم آتی ہے، لہٰذا منع ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لعن الله المشتبهين من الرجال بالنساء والمشتبهات من النساء بالرجال. (صحيح البخاري: ٥٨٨٥)

''اللہ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور (اللہ لعنت کرے) ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔''

آج کی جدت پسند عورت ہر کام میں اپنے آپ سے مردوں کو حقیر سمجھتی ہے۔ اللہ نے عورت کو جو مقام دیا ہے وہ اس سے زیادہ کی اُمنگ لیے ہوئے ہے، اسی لیے وہ ذلیل

بنتی جارہی ہے۔یاد رہے عورت کی عزت اورمقام اسی میں ہے کہ وہ مردوں کی مشابہت بالکل اختیار نہ کرے۔

وہ عورت اللہ کی لعنت کی مستحق ہے، جو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کے لیے سر کے بالوں کو کٹواتی ہے۔

حج اور عمرہ کے موقع پر جب عورت احرام کھولے تو سر کے بالوں کو (آخر سے تقریباً ایک انچ تک) کتروانا چاہئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

ليس على النساء الحلق إنما على النساء التقصير.

''(حج یا عمرہ سے احرام کھولنے کے بعد) عورتوں پر سر منڈوانا نہیں بلکہ بال کتروانا ہے۔''

(أبو داود:١٩٨٥، الدارمي: ١٩١١ وسنده حسن، وحسنه ابن حجر في التلخيص الحبير ٢٦١/٢)

عورت کا اپنے سر کے بال منڈوانا حرام ہے:

دلیل کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ:۲

عورت مجبوری (شدید بیماری) کی حالت میں اپنے سر کے بال منڈوا بھی سکتی ہے۔

فوت شدہ عورت کے بالوں کو تین حصوں میں گوند کر پیچھے ڈال دینا چاہئے۔

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک بیٹی وفات پاگئی ہم نے (غسل دینے کے بعد) اس کے بال تین حصوں میں گوند کر پیچھے ڈال دیئے۔

(صحيح البخاري:١٢٦٣)

جنبی عورت کا غسل جنابت میں اپنے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں بلکہ اسی طرح اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالے۔ (صحیح مسلم: ٣٣٠)

اگر عورت نے حیض (ماہواری کا خون) یا نفاس (وہ خون جو بچے کی پیدائش کے

بعد چالیس دن تک جاری رہتا ہے) کے ختم ہونے پر غسل کرنا ہے تو پھر سر کے بالوں کا کھولنا ضروری ہے۔ (صحیح البخاری:۳۱۷)

فائدہ: نفاس اور حیض کا ایک ہی حکم ہے۔ (دیکھیں صحیح البخاری: ۲۹۸)

حیض (یا نفاس) سے نہاتے وقت بالوں میں کنگھی کرنی چاہئے۔

(صحیح البخاری:۳۱٦)

نماز پڑھتے وقت بالغ عورت اپنے سر کے بالوں کو چادر سے ڈھانپ کر نماز پڑھے ورنہ نماز نہیں ہوتی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لا یقبل الله صلاة حائض إلا بخمار.

"جس عورت کو حیض آتا ہے (جو بالغہ ہے) اللہ تعالیٰ اس کی نماز دوپٹہ کے بغیر قبول نہیں کرتا۔"

(أبو داود:٦٤١، الترمذی:۳۷۷، ابن ماجه ٦٥٥، المعجم لابن الأعرابي ٢/٣٢٥، ٣٢٦ ح ١٩٩٦ وهو حديث صحيح)

تنبیہ: اگر سر پر اتنا باریک کپڑا ہے جس سے سر کے بال نظر آ رہے ہیں تو اس میں بھی نماز صحیح نہیں ہوگی کیونکہ عورت کو سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

عورت کے لیے حرام ہے کہ وہ اپنے بال غیر محرموں کے سامنے کھلے چھوڑے:

کیونکہ غیر محرم سے عورت کا پردہ کرنا فرض ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ يَاَ يُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الاحزاب:٥٩]



"اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ اس طرح زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ستایا نہ جائے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

امام ابن سیرین نے ﴿ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ﴾ کی تفسیر کے متعلق عبیدہ السلمانی سے سوال کیا تو انھوں نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ ظاہر کی۔

(تفسیر ابن جریر ۲۲/۳۳ وسندہ صحیح، من طریق ابن عون عن محمد بن سیرین بہ)

یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ اگر انگریز کافر عورت کی طرح پردہ کو مسلمان عورت نے بھی دور کر دیا تو کل قیامت کے دن انھی کافر عورتوں کی صف میں کھڑی ہو گی۔

درج ذیل مسئلوں میں عورت کے سر کے بالوں کے احکام مرد کی طرح ہیں مثلاً:

۱۔ بال پاک ہیں، ۲۔ بالوں کی خرید و فروخت کرنا ناجائز ہے، ۳۔ بالوں کو کنگھی کرنا، ۴۔ کنگھی دائیں سے شروع کرنا، ۵۔ مانگ تالو سے نکالنا، ۶۔ بالوں میں تیل لگانا، ۷۔ بالوں کو گوند کر یا چوٹی بنا کر نماز نہ پڑھنا، ۸۔ بالوں کو کسی چیز سے چپکانا، ۹۔ سفید بالوں کو اکھیڑنا حرام ہے، ۱۰۔ سفید بالوں کو کالے رنگ کے علاوہ مہندی یا زرد رنگ یا کسی اور رنگ سے رنگنا، ۱۱۔ مصنوعی بال (وِگ) لگانا حرام ہے، ۱۲۔ وضو میں سر کا مسح کرنا، ۱۳۔ غسل جنابت کے وضو میں سر کا مسح کرنے کے بجائے تین چلو ڈالنا، یا مسح کرنا۔

مذکورہ تمام احکام کی تفصیل (مسلمان مرد کے بالوں کے احکام) میں گزر چکی ہے۔

ابروؤں کے بالوں کے احکام

(یہ احکام عورت کے ساتھ خاص ہیں)

ابروؤں کے بال اتارنا یا باریک کرنا حرام ہیں:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''گودنے والی، خوبصورتی کے لئے ابروؤں کے بال اتارنے والی (یا باریک کرنے والی) اور دانتوں کو جدا کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو، جو اللہ کی خلقت کو بدلتی ہیں، یہ حدیث بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی اس کی کنیت ام یعقوب تھی، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے ایسی ایسی عورت پر لعنت کی ہے؟ انھوں نے کہا: بے شک میں تو ضرور اس پر لعنت کروں گا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور اللہ کی کتاب میں اُس پر لعنت آئی ہے۔ وہ عورت کہنے لگی: میں نے تو سارا قرآن جو دو تختیوں کے درمیان ہے پڑھا ہے، اس میں تو کہیں ان عورتوں پر لعنت نہیں آئی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تو قرآن کو (غور وفکر اور سمجھ کر) پڑھتی تو ضرور یہ مسئلہ پالیتی کیا قرآن میں تو نے یہ نہیں پڑھا کہ پیغمبر جس بات کا تم کو حکم دے اس پر عمل کرو اور جس بات سے منع کرے اس سے باز رہو؟ اس نے کہا: جی ہاں یہ آیت تو قرآن میں ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے منع کیا ہے۔ وہ عورت کہنے لگی: تمھاری بیوی بھی تو یہ کرتی ہے، انھوں نے کہا: جا دیکھ جب وہ گئی وہاں کوئی بات نہ

پائی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میری بیوی ایسے کام کرتی تو بھلا وہ میرے ساتھ رہ سکتی تھی۔" (صحيح البخاری : ٤٨٨٦)

اللہ تعالیٰ ہماری مسلمان ماؤں اور بہنوں کو اس لعنت کے مستحق عمل سے محفوظ فرمائے۔

فائدہ (۱): چہرے کے بالوں کو نوچنا خوبصورتی کے لیے حرام ہے۔

یہ عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔دلیل (ابروؤں کے بالوں کے احکام میں گزر چکی ہے)

فائدہ (۲): عورت کا اپنے چہرے کے غیر عادی بالوں (داڑھی یا مونچھیں) کو زائل کرنا درست ہے۔

حافظ ابن حجر نے امام نووی کا قول نقل کیا ہے کہ:

"چہرے سے بال نوچنے سے داڑھی، مونچھیں یا بچہ داڑھی مستثنیٰ ہیں عورت کا انھیں زائل کرنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے۔"

پھر حافظ ابن حجر نے کہا کہ:

"اس قول کو مفید کہا جائے گا کہ وہ عورت اپنے خاوند سے اجازت لے کہ میں اپنی داڑھی یا مونچھیں یا بچہ داڑھی زائل کرلوں یا اسے اس کا علم ہونا چاہئے ورنہ خاوند کو دھوکا رہتا ہے۔" (فتح الباري: ١٠/٤٦٢)

شیخ محمد بن الصالح العثیمین لکھتے ہیں:

"ایسے بال جو جسم کے ان حصوں میں اُگ آئیں جہاں عادتاً بال نہیں اُگتے مثلاً عورت کی مونچھیں اُگ آئیں یا رخساروں پر آجائیں تو ایسے بالوں کے اتارنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ خلافِ عادت اور چہرے کے لیے بدنمائی کا باعث ہیں۔" (فتاوی برائے خواتین : ص ٣٤٢، ٣٤٣)

رخساروں کے بالوں کے احکام:

(یہ مردوں کے ساتھ خاص ہیں)

اللحية (داڑھی) کی تعریف لغت میں ہے کہ "دونوں رخساروں اور ٹھوڑی کے بال"



(القاموس الوحید ص۱٤٦٢)

بچہ داڑھی بھی داڑھی میں شامل ہے:

"عنفقه" (نچلے ہونٹ اور تھوڑی کے درمیان کے بال) بھی داڑھی میں شامل ہے جو اسے خارج سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ جو بال نیچے کے چپاڑے پر ہیں ان کے داڑھی میں داخل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(فتاویٰ اهل حدیث ۲۷۳/۱ بحواله فتاویٰ ثنائیه مدنیه ۵۷/۱)

فائدہ: گھنڈی اور گردن کے بال داڑھی میں شامل نہیں، ان کو لینا جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیه مدنیه :۷۸۲/۱)

داڑھی کے احکام

داڑھی رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية .

''دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں جن میں سے مونچھیں تراشنا اور داڑھی بڑھانا بھی ہے۔'' (صحيح مسلم :٢٦١)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

خالفوا المشركين وفروا اللحى واعفوا الشوارب.

''مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو پست کرو۔''

(صحيح البخاري: ٥٨٩٢، صحيح مسلم :٢٥٩)

''صحیح بخاری: ٥٨٩٣'' میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

انهكوا الشوارب واعفوا اللحى .

''داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو اچھی طرح کاٹو۔''

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) اہل کتاب داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور مونچھوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

(مسند أحمد :٢٦٤/٥ وسنده حسن، حسنه ابن حجر فتح الباری ٣٥٤/١٠)

معلوم ہوا کہ داڑھی رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ بنایا ہے کہ داڑھی رکھنا سنت ہے، فرض نہیں۔ عام لوگوں کا یہ ذہن ہے اس کو سنت سمجھتے ہیں، یہ نظریہ بھی غلط ہے، داڑھی رکھنا بڑھانا سنت نہیں بلکہ فرض ہے، واجب ہے اور داڑھی کٹانا فرض اور واجب کی خلاف ورزی ہے، نافرمانی ہے، حرام ہے اور گناہ ہے۔‘‘

(مقالات نور پوری:ص ۲۷۸)

مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا بالکل غلط ہے:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ان کا اپنا عمل ہے اور ان کا عمل دین میں دلیل نہیں بنتا۔ صحابی کا اپنا قول اور اپنا عمل دلیل نہیں بنتا صحابی رضی اللہ عنہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویب تقریر بیان کریں تو وہ دلیل ہے صحابی کا اپنا عمل اور قول دلیل نہیں جب یہ دلیل نہیں تو اس سے گنجائش کیسے ملی؟

اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [الاعراف:۳]

’’جو کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو اور اس کے علاوہ اولیاء کی اتباع نہ کرو تم بہت ہی تھوڑی نصیحت حاصل کرتے ہو۔‘‘

نصیحت حاصل کرو ﴿ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ یہ حجت ہے یہ دلیل ہے قرآن مجید ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث ہو یہ دلیل ہیں موقوفات اور بزرگوں کے اقوال یہ دین میں دلیل نہیں بنتے۔‘‘ (مقالات نور پوری: ص ۲٦٤، ۲٦۷)

تفصیلی بحث مفصل کتاب میں دیکھیں۔

سفید داڑھی کو رنگنا بھی چاہیے:

سیدنا ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ’’میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اپنے سر کے بالوں کو مہندی لگائی ہوئی تھی۔‘‘ (مسند أحمد ١٦٣/٤ ح ١٧٤٩٨ وسنده صحيح)

مونچھوں کے احکام

مونچھوں کو ترشوانا چاہیے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"عشر من الفطرة قص الشارب ..."

دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں (جن میں) مونچھیں تراشنا بھی ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲٦۱)

مونچھوں کو ترشوانے میں چالیس دن سے تاخیر نہ کرے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"وقت لنا في قص الشارب وتقليم الأظفار ونتف الإبط وحلق العانة أن لا نترك أكثر من أربعين ليلة"

ہمارے لیے وقت مقرر کیا گیا کہ ہم مونچھوں کو ترشوانا، ناخنوں کو اتارنا، بغلوں کے بال نوچنا اور زیر ناف بال مونڈھنے کو چالیس دنوں سے زیادہ تاخیر نہ کریں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹/۱ ح۲۵۸)

ساری مونچھوں (یا بعض مونچھوں) کو قینچی سے کاٹنا صحیح احادیث سے ثابت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من لم يأخذ من شاربه فليس منا .

"جو شخص مونچھوں میں سے نہ لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

(السنن الكبرىٰ للنسائی: ۹۲۹۳ وسندہ صحیح)



سیدنا ابن عمر علیہ السلام مونچھیں اتنی کاٹتے کہ ان کی (سفید) جلد نظر آتی تھی۔

(صحيح البخاري قبل ح٥٨٨٨ تعليقاً، رواه الأثرم كما في تغليق التعليق ٧٢/٥ وسنده حسن، الطحاوي في معاني الآثار ٢٣١/٤ وسنده صحيح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بعض اوقات اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے تھے۔

(دیکھئے: كتاب العلل و معرفة الرجال للامام احمد ٢٦١/١ ح١٥٠٧ وسنده صحيح)

امام مالک کی بھی باریک سروں والی لمبی مونچھیں تھیں۔

(حواله مذكوره: ١٥٠٧ وسنده صحيح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی لمبی مونچھوں کو مسواک سے کاٹا (یا کٹوایا) تھا۔ (دیکھئے: سنن أبي داود: ١٨٨ وسنده صحيح)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے (ایک دفعہ) اپنی مونچھوں کو اُسترے سے منڈوایا تھا۔

(دیکھئے: التاريخ الكبير لابن أبي خيثمه (ص ١٦٠ ح ٣١١ وسنده صحيح)

معلوم ہوا کہ مونچھیں کاٹنا اور منڈانا دونوں طرح جائز ہیں تاہم بہتر یہی ہے کہ مونچھیں استرے کے بجائے قینچی سے کاٹی جائیں۔

فائدہ: مونچھوں کو کٹوانا افضل ہے اور منڈوانا بھی جائز ہے تفصیل کے لیے دیکھیں۔

(زادالمعاد: ١٧٨/١-١٨٢)

بغلوں کے بالوں کے احکام

بغلوں کے بالوں کو نوچنا بھی فطرت سے ہے۔ (صحیح مسلم : ٢٦١)
جو شخص بغلوں کے بال اکھاڑنے پر قادر نہ ہو تو وہ انھیں مونڈ سکتا ہے۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے
﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن : ١٦]
''اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھتے ہو۔''
(نیز دیکھئے: کتاب الترجل : ص ١٥٠، والمجموع : ١/ ٢٨٨)
بغلوں کے بالوں کو نوچنے میں چالیس دن سے تاخیر نہ کرے۔
(صحیح مسلم : ١/ ١٢٩ ح ٢٥٨)

زیر ناف بالوں کے احکام:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا فطرت سے ہے۔ (صحیح مسلم : ٢٦)
زیر ناف بالوں کو مونڈھنے میں چالیس دن سے تاخیر نہ کرے۔
(صحیح مسلم : ١/ ١٢٩ ح ٢٥٨)

فائدہ: فوت شدہ کے زیر ناف بالوں کو مونڈھنا بھی درست ہے اور نہ مونڈھنا بھی دونوں طرح کے آثار سلف صالحین سے مروی ہیں۔
(مصنف ابن أبي شيبه ح: ١٠٩٤٥، ١٠٩٥٤، ١٠٩٤٧، الأوسط: ٥/ ٣٢٨، ٣٢٩ مسائل أحمد لأبي داود: ص ١٤١)
لیکن بہتر یہی ہے کہ یہ بال نہ مونڈے جائیں۔



کانوں کے اندرونی) سینہ، کمر، بازوؤں، پشت، ٹانگوں، رانوں، ہاتھوں اور

پاؤں پر اُگے ہوئے بالوں کے احکام

جسم پر اُگے ہوئے بالوں کی بعض اقسام کے احکام قرآن وحدیث نے بیان کردیئے ہیں اور بعض کے نہیں بیان کئے یعنی ان سے خاموشی اختیار کی ہے جس چیز سے شریعت نے خاموشی اختیار کی ہو (اور دوسرے قرائن سے اس کی نفی بھی نہ ہو رہی ہو تو) اس کا کرنا جائز ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ سینہ، کمر اور بازوؤں کے بال کاٹنا اور مونڈنا جائز ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب!**

ناک میں اُگے ہوئے بالوں کو اکھیڑنا:

اس کے متعلق بھی شریعت خاموش ہے ان کا اکھیڑنا بھی جائز ہے۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو فضول نہیں بنایا، ناک میں اُگے ہوئے بالوں اور اس سے پہلی قسم کے بالوں کے اگانے میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں جو شاید ہم پر (علم نہ ہونے کی وجہ سے)مخفی ہیں، لہٰذا ان کو اپنی حالت میں چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب!**

کنپٹی کے بالوں کے احکام:

١۔ نبی ﷺ کی کنپٹی کے چند بال سفید تھے۔

(صحيح البخاري: ٣٥٥٠ وصحيح مسلم: ٢٣١)

٢۔ جس روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے وضو میں کنپٹیوں کا مسح کیا تھا۔

(سنن أبي داود: ١٢٩ وسنن الترمذي: ٣٤)

اس کی سند عبداللہ بن محمد بن عقیل (ضعیف) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

صف بندی کے مسائل

انتہائی اختصار کے ساتھ صف بندی کے مسائل پیشِ خدمت ہیں:

صفوں میں مل کر کھڑا ہونا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صف ملائے گا اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) ملائے گا۔''

[أبو داود: ٦٦٦ وسنده حسن، اسے امام ابن خزیمه (١٥٤٩) حاکم (٢١٣/١) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے]

صفوں کو برابر کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سووا صفوفکم" تم اپنی صفوں کو برابر کرو۔

[صحيح بخاری: ٧٢٣، صحيح مسلم: ٤٣٣]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو (اس طرح) برابر کرتے گویا تیروں کو برابر کرتے ہوں۔ [صحيح مسلم: ٤٣٦]

صفوں کو سیدھا کرنا چاہئے:

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

''لوگو! اپنی صفوں کو سیدھا کرو، لوگو اپنی صفیں درست کرو، لوگو اپنی صفیں برابر کرو۔ سنو اگر تم نے صفیں سیدھی نہ کیں تو اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔''

پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنا، گھٹنے سے گھٹنا اور کندھے سے کندھا چپکا دیتا تھا۔ [صحيح بخاري:٧١٨]

صف کو ملاتے وقت ٹخنے سے ٹخنا، گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا ملا ہوا ہو:

"أبو داود: ٦٦٢ و هو حديث صحيح" سینے سے سینہ اور کندھے سے کندھا (ساتھ والے مقتدی کے) برابر ہونا چاہیے۔

[أبو داود:٦٦٤ وسنده صحيح، اسے ابن خزیمہ (١٥٥١) اور ابن حبان (٣٨٦) نے صحیح کہا ہے]

گردنیں بھی ایک دوسرے کے برابر ہونی چاہئیں۔

(ابو داود :٦٦٧ وسنده صحيح، اسے ابن خزیمہ (١٥٤٥) اور ابن حبان (٣٨٧) نے صحیح کہا ہے)

اور دوسرے (ساتھی) کے قدم سے قدم ملانا چاہیے۔ (صحيح بخاري: ٧٢٥)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صفوں کو قائم کرو مونڈھوں کو برابر کرو اور خالی جگہوں (جو صفوں کے درمیان رہ جائیں) کو بند کرو، اپنے بھائیوں (نمازیوں) کے لئے نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے صفوں میں جگہ نہ چھوڑو، جو شخص صف ملائے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کو (اپنی رحمت سے) ملائے گا۔ اور جو شخص صف کو کاٹے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹے گا۔"

[أبو داود : ٦٦٦ وسنده حسن، اس حدیث کو ابن خزیمہ (١٥٤٩) حاکم (٢١٣/١) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے]

صف میں مل کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑا ہونا چاہیے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رصوا صفوفكم" سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اپنی صفوں کو ملاؤ۔

(أبو داود:٦٦٧ وسنده صحيح، اس حدیث کو ابن خزیمہ (١٥٤٥) اور ابن حبان (٣٨٧) نے صحیح کہا ہے)

تنبیہ۱: اگر صفوں میں خلا ہو تو وہاں شیطان سیاہ بکری کے بچے کی شکل اختیار کر کے داخل ہو جاتا ہے۔

[أبو داود:٦٦٧ وسنده صحيح، اس حدیث کو ابن خزیمه (١٥٤٥) اور ابن حبان (٣٨٧) نے صحیح کہا ہے]

تنبیہ۲: بعض لوگ صفوں میں ایک دوسرے سے ہٹ کر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں کہ ہر دو آدمیوں کے درمیان کم از کم چار انچ یا اس سے زیادہ جگہ خالی ہوتی ہے۔ اس طریقے سے نہ تو نمازیوں کے کندھے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور نہ قدم بلکہ ایک بکھری ہوئی، ٹوٹی پھوٹی صف کا نظارہ ہوتا ہے، گویا زبانِ حال سے یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جیسے وہ ایک دوسرے سے دُور کھڑے ہیں، اسی طرح اُن کے دل بھی ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں۔

صفوں کے درمیان ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑے ہونے کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں قطعاً نہیں ہے۔

صف کی دائیں جانب کھڑا ہونا زیادہ پسندیدہ عمل ہے:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ (ﷺ) کی داہنی جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔'' (صحيح مسلم: ٧٠٩)

صحیح ابن خزیمہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ: ''لأنه كان يبدأ بالسلام عن يمينه''

(ہم رسول اللہ ﷺ کی دائیں طرف کھڑا ہونا اس لیے زیادہ پسند کرتے تھے) کیونکہ آپ ﷺ سلام پہلے دائیں طرف کہتے تھے۔ (ح ١٥٦٤)

صفوں کی ترتیب:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''پہلی صف کو پورا کرو

پھر اس کو جو پہلی کے نزدیک ہے۔“

[أبو داود: ٦٧١ وھو حدیث صحیح، اسے ابن خزیمہ (١٥٤٦) اور ابن حبان (٣٩٠) نے صحیح کہا ہے]

پہلی صف سے ہمیشہ پیچھے رہنے پر وعید:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہمیشہ لوگ (پہلی صف سے) پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کو (اپنی رحمت میں) پیچھے ڈال دے گا۔“ (صحیح مسلم: ٤٣٨)

پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔“

(ابن ماجه: ٩٩٧ وسنده صحیح)

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف کے لئے تین دفعہ مغفرت کی دعا کرتے تھے اور دوسری صف کے لیے ایک دفعہ۔“

(سنن النسائي: ٨١٨ واحمد ١٢٨/٤، اس حدیث کو ابن خزیمہ (١٥٥٨) ابن حبان (الاحسان ٣٩٦/٣) اور حاکم (٢١٧/١) نے صحیح کہا ہے۔)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کے ثواب کا پتا چل جائے پھر ان کے لیے قرعہ اندازی کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں۔“

(صحیح بخاری: ٦١٥ صحیح مسلم: ٤٣٧)

عورتوں اور مردوں کی سب سے بہترین صف:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''مردوں کی پہلی صف سب سے افضل ہے اور آخری صف بدتر ہے اور عورتوں کی آخری صف سب سے افضل ہے اور پہلی بدتر ہے۔'' (صحیح مسلم: ٤٤٠)

پہلی صف میں نقص نہیں ہونا چاہئے آخری صف میں نقص رہ جائے مکمل نہ ہو تو خیر ہے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''پہلی صف کو مکمل کرو اگر آخری صف میں نقص رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔''

(صحیح ابن خزیمه :١٥٤٦، ١٥٤٧،وسنن أبي داود: ٦٧١ وهو حديث صحيح)

صف بندی کے مراتب:

١۔ پہلی صف میں امام کے قریب بالغ اور عقلمند لوگ کھڑے ہونے چاہئیں۔

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے قریب (صف میں) وہ لوگ رہیں جو بالغ اور عقل مند ہیں پھر جو اُن کے قریب ہیں پھر جو اُن کے قریب ہیں۔'' (صحيح مسلم: ٤٣٢)

٢۔ کم عمر لڑکے پچھلی صف میں کھڑے ہوں۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، پہلے مردوں نے صف باندھی پھر لڑکوں نے اس کے بعد آپ (ﷺ) نے نماز پڑھائی پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا: یہ میری امت کی نماز ہے۔''

(أبو داود: ٦٧٧ وسنده حسن، و حسنه ابن الملقن فی تحفة المحتاج: ٥٤٨)

٣۔ عورت اگر باجماعت نماز پڑھے تو سب سے آخری صف میں کھڑی ہوگی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ

''میں نے اور ایک بچے نے اکٹھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور ایک بڑھیا اکیلی ہی صف میں ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئی۔''

(صحيح بخاری: ٣٨٠، ٧٢٧ وصحيح مسلم: ٦٥٨)

فائدہ (۱): اگر ایک بچہ ہے تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہوسکتا ہے۔

فائدہ (۲): اگر عورت صف میں اکیلی ہی کھڑی ہو تو اس کی نماز درست ہے۔

صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھنی چاہئے:

سیدنا وابصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ (ﷺ) نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔

(أبو داود:٦٨٢ وسنده صحيح، اس حدیث کو امام ترمذی (٢٣٠) نے "حسن" اور ابن حبان (٥٧٥/٥ - ٥٧٦) نے صحیح کہا ہے)

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا صلوة للذي خلف الصف .

''جو آدمی صف کے پیچھے (اکیلے) نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

(سنن ابن ماجه: ١٠٠٣، وسنده صحيح وصححه ابن خزيمه: ١٥٦٩، وابن حبان، الموارد: ٤٠١، ٤٠٢)

تنبیہ: اگلی صف سے کھینچنے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔ (لیکن ایک امام اور ایک مقتدی پر قیاس کرتے ہوئے اگلی صف سے آدمی کھینچ لینا جائز ہے۔) **واللہ اعلم!**

جب صرف دو نمازی ہوں:

ایک امام اور ایک مقتدی مرد ہو تو مقتدی کو امام کے دائیں طرف کھڑا ہونا چاہئے۔ امام بائیں طرف ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ (سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا) کے ہاں رات بسر کی۔ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ بائیں جانب کھڑا ہوگیا آپ (ﷺ) نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کردیا۔'' (صحيح بخاری:٦٩٩)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی بائیں طرف کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ

نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر گھمایا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ (صحیح مسلم : ۳۰۱۰)

امام الائمہ امام ابن خزیمہ نے کہا:

والمأ موم من الرجال إن كان واحدًافسنته أن يقوم عن يمين إمامه.

''اگر مقتدی مرد اکیلا ہو تو سنت یہ ہے کہ وہ امام (کے ساتھ اُس) کی دائیں طرف (نماز پڑھنے کے لیے) کھڑا ہو۔'' (صحیح ابن خزیمہ ۳۱/۳ ح ۱۵۷۰)

فائدہ: ان دونوں احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر ایک آدمی نماز ادا کر رہا ہو تو بعد میں آنے والا اگر اس کے ساتھ نماز میں مل جائے تو جماعت ہو سکتی ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا کہ:

إذا لم ينو الإمام أن يؤم ثم جاء قوم فأمهم .

''جب امام نے امامت کرانے کی نیت نہ کی ہو پھر کوئی قوم آجائے تو وہ ان کی امامت کرادے۔'' (ح۶۹۹)

جب دو مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے نماز پڑھ رہے تھے، پھر میں (جابر رضی اللہ عنہ) آیا یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ پھر جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے وضو کیا، پھر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ اور جبار بن صخر علیہما السلام دونوں کو پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا حتیٰ کہ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔'' (دیکھئے: صحیح مسلم : ۳۰۱۰)

اس حدیث پر امام ''ابن خزیمہ: ۱۵۳۵'' نے یہ باب باندھا ہے:

''باب قيام الإثنين خلف الإمام'' دو آدمیوں کا امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا بیان۔

فائدہ (۱): مذکورہ حدیث میں امام کا مقتدی کو پیچھے کرنے کا ذکر ہے۔

فائدہ (۲): اگر امام اور ایک مقتدی دونوں اکھٹے نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی تیسرا بھی جماعت میں شامل ہوگیا تو امام خود اگلی صف میں بھی جاسکتا ہے۔

(دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ :۱۵۳۶ وسندہ صحیح ، سعید بن أبي هلال حدّث به قبل اختلاطه)

فائدہ (۳): اگر امام کے علاوہ ایک مرد ہو اور ایک عورت تو مرد امام کی دائیں طرف کھڑا ہو اور عورت پیچھے کھڑی ہو۔ (صحیح مسلم: ٦٦٠/٢٦٩ وترقیم دارالسلام : ١٥٠٢)

عورت اگر عورتوں کی امامت کرائے تو وہ صف میں کھڑی ہوگی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نماز پڑھائی اور آپ عورتوں کے درمیان (صف میں) کھڑی ہوئیں۔ (سنن دارقطنی ١/٤٠٤ ح ١٤٢٩ ، وسندہ حسن)

دوستونوں کے درمیان صف نہیں بنانی چاہئے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں (ستونوں کے درمیان صفیں بنانے سے) بچتے تھے۔"

(أبو داود: ٦٧٣ وسندہ صحیح ، ترمذی (٢٢٩) نے اس کو حسن کہا ہے) حاکم :١/٢١٨ اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

صفیں ایک دوسرے کے قریب ہونی چاہئیں:

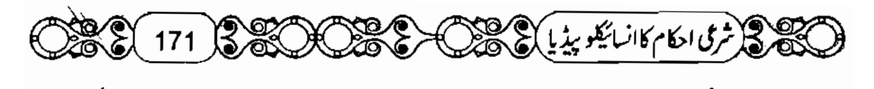
سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"......صفوں کے درمیان تم قربت کرو۔"

(أبو داود:٦٦٧ وسندہ صحیح، النسائي : ٨١٦، اس حدیث کو ابن خزیمہ (١٥٤٩) ابن حبان (الموارد ٣٨٧) نے صحیح کہا ہے)

امام کی ذمہ داریاں:

۱۔ امام اس وقت تک نماز پڑھانا شروع نہ کرے جب تک تمام صفیں سیدھی نہ ہوجائیں۔



سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو برابر کرتے تھے جب ہم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ۔ جب صفیں برابر ہو جاتیں تو (پھر) آپ (ﷺ) تکبیر کہتے ۔ (أبو داود: ٦٦٥ وسنده صحيح)

امام کو چاہیۓ کہ خود بھی صفوں کو سیدھا کرے اور خوب مبالغہ کے ساتھ کرے ۔

امام کو صفوں میں پھرنا چاہیۓ اور مقتدیوں کے کندھوں اور سینوں پر ہاتھ رکھے اور ان سے کہے کہ سیدھے ہو جاؤ ، آگے پیچھے نہ رہو ۔

چہرے کے احکام

چہرے کے احکام درج ذیل ہیں:

مرد کے چہرے کے احکام:

جن موقعوں پر چہرے کو قبلہ رخ کرنا ضروری یا مسنون ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اذان دیتے وقت قبلہ رخ کھڑا ہونا ضروری ہے۔سیدنا ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے سامنے مؤذن نے قبلہ رُخ ہوکر اذان دی تھی۔ (مسند السراج: ٦١ وسنده صحيح)

اس مسئلہ پر اجماع ہے۔امام ابن المنذر رفرماتے ہیں :

أجمع أهل العلم على أن من السنة أن تستقبل القبلة بالأذان.

''اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اذان میں قبلہ رخ ہونا سنت ہے۔'' (الأوسط ٢٨/٣)

نیز فرماتے ہیں کہ:

وأجمعوا على أن من السنة أن تستقبل القبلة بالأذان.

. اور اس پر اجماع ہے کہ اذان دیتے وقت قبلہ رخ ہونا چاہئے۔

(الاجماع ص٧، فقره: ٣٩)

نیز دیکھئے: موسوعة الاجماع في الفقه الإسلامي (٩٣/١)

۲۔ نماز پڑھتے وقت قبلہ رخ ہونا فرض ہے۔مسلمان ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ نماز قبلہ رخ ہوکر پڑھے، جس نے اس کا انکار کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" من صلّى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم..."

''جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ (بیت اللہ) کی طرف (نماز پڑھتے وقت) رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ (مسلم) ہے۔''

(صحیح البخاری: ۳۹۱)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ [البقرة: ١٤٤]

''اور تم جہاں بھی ہو (نماز میں) اپنا رخ اسی (قبلے کی) طرف پھیر دو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا قمت إلى الصلوة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبّر.

'' جب تم نماز (کے ارادے) کے لئے کھڑے ہو تو پورا وضو کرو پھر قبلے کا رخ کرو اور تکبیر (اللہ اکبر) کہو۔''

(صحیح بخاری: ٦٢٥١ وصحیح مسلم: ٣٩٧/٤٦)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ:

'' قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنے پر اجماع ہے۔'' (فتح الباری ١/ ٦٦٣)

فائدہ: قبلہ سے کیا مراد ہے، بیت اللہ یا تمام مسجد حرام؟

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے کہ:

" باب ذكرالدليل على أن القبلة أنما هي الكعبة لاجميع المسجد الحرام وأن الله عزوجل إنما أراده بقوله: ﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرة: ١٤٤) لأن الكعبة في المسجد الحرام وإنما أمر النبي ﷺ والمسلمين أن يصلوا إلى الكعبة إذالقبلة إنما هي الكعبة لا المسجد كله، إذ إسم المسجد يقع على كل موضع يسجدفيه"

اس دلیل کو ذکر کرنے کا باب کہ قبلہ (سے مراد) کعبہ ہے نہ کہ تمام مسجد حرام اور

اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ سے یہ کعبہ مراد لیا ہے کیونکہ کعبہ مسجد حرام میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں کو کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ کعبہ ہی ہے نہ کہ تمام مسجد اور مسجد کا اطلاق ہر اس جگہ پر ہوتا ہے جس پر سجدہ کیا جاتا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۲٤ قبل ح ٤۳۲)

اس باب کے تحت امام صاحب نے کافی دلائل نقل کئے ہیں، تفصیل کے لئے اس کی طرف رجوع کریں۔

فرض نماز سواری سے نیچے اتر کر قبلہ رخ ہو کر پڑھنا فرض ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر (نفلی نماز) پڑھتے، اس کا رخ مشرق (غیر قبلہ) کی طرف ہوتا جب آپ (ﷺ) فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۹۹)

فائدہ: اگر غلطی سے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی جائے تو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس کی طرف باب باندھ کر اشارہ کیا ہے:

" باب ماجاء في القبلة، ومن لم یرالإعادة علی من سها ، فصلّی إلی غیر القبلة" باب ان احادیث کے بارے میں جو قبلہ کے متعلق وارد ہوئی ہیں اور اس شخص کے بارے میں جو بھول کر اگر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے تو اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح بخاری قبل ح ٤۰۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ:

"اکثر اہل علم (محدثین) کا یہی موقف ہے کہ جب بادل یا کوئی اور عارضہ ہو اور آدمی نے نماز غیر قبلہ کی طرف پڑھ لی ہو پھر اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے تو نماز غیر قبلہ کی طرف پڑھی ہے اس کی نماز ہو گئی ہے (دہرانے کی ضرورت نہیں) سفیان ثوری، ابن



المبارک، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) اسی کے قائل ہیں۔" (سنن الترمذی تحت ح ٣٤٥)

قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا مستحب ہے:

محدثینِ کرام نے قبلہ رخ ہو کر دعا کرنے کے ابواب قائم کئے ہیں اور قبلہ رخ ہونے کو دعا کے آداب میں شمار کیا ہے۔ مثلاً:

امام بخاری "باب الدعاء مستقبل القبلة" (صحیح بخاری قبل ح ٦٣٤٣)

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل موقعوں پر قبلہ رخ ہو کر دعا کی ہے:

نماز استسقاء سے پہلے:

"استقبل القبلة يدعو ثم حول رداء ه ثم صلّى لنا ركعتين..."

"رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر دعا کی پھر آپ نے اپنی چادر کو پلٹا پھر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔" (صحیح بخاری: ١٠٢٥)

فائدہ: اگر امام منبر پر خطبہ دے رہا ہے اور اس نے بارش کے لئے دعا مانگنی ہو تو پھر استقبالِ قبلہ کے بغیر ہی دعا مانگنی چاہئے۔ (صحیح البخاری: ١٠١٨)

جمرۂ اولیٰ کو کنکریاں مارنے سے فارغ ہو کر چند قدم آگے جا کر قبلہ رخ ہونا:

رسول اللہ ﷺ جب جمرۂ اولیٰ کو کنکریاں مارنے سے فارغ ہوتے تو چند قدم آگے جا کر آپ قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور دعا کے لئے اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے۔

(صحیح بخاری:١٧٥٣)

رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ایک گروہ کے خلاف قبلہ رخ ہو کر دعا کی۔

(صحیح بخاری: ٣٩٦٠ وصحیح مسلم ١٧٩٤/١١٠)

قبلہ رخ ہو کر تلبیہ کہنا:

دیکھئے: صحیح بخاری (١٥٥٣)

امام بخاری نے اسی پر باب باندھا ہے کہ: "باب الإهلال مستقبل القبلة"

قبلہ رخ ہو کر تلبیہ کہنا۔ واللہ أعلم بالصواب!

قبر میں میت کے صرف چہرے کو نہیں بلکہ مکمل جسم کو قبلہ رخ (دائیں پہلو پر لیٹنے کی طرح) کرنا چاہئے۔

(جیسا کہ مسلمانوں کا متوارث عمل ہے)۔ (دیکھئے: المحلیٰ ۵/۱۷۳، مسئلہ: ٦١٥)
ان سے شیخ البانی نے نقل کیا ہے۔ (احکام الجنائز ص ١٥١)

جن موقعوں پر چہرے کو قبلہ رخ کرنا ضروری نہیں:

نفلی نماز اگر سواری پر پڑھنی ہے تو اس کے لئے قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نفلی نماز سواری پر پڑھا کرتے تھے اور سواری قبلہ رخ نہیں ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری: ١٠٩٤)

انس بن سیرین نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور سواری کا منہ قبلہ کی دائیں طرف تھا، انھوں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے تجھے قبلہ کے علاوہ (کسی اور طرف منہ کر کے) نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تو انھوں (انس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی نہ کرتا۔ (صحیح البخاری: ١١٠٠)

حالتِ اضطراب، مثلاً لیٹ کر نماز پڑھنے میں یا صلاۃ الخوف میں قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ: ٢٨٦]

''اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

مرنے والے کے چہرہ کو قبلہ رخ کرنا مستحب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے وفات کے



وقت اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر رکھا تھا۔

(مناقب احمد ص ٤٠٦ وسنده صحيح بحواله ماهنامه الحديث : ٢٦ ص١٨)

حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ (میت کو) قبلہ رخ کرنا اچھا ہے اگر نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ:

﴿ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ﴾

اور کوئی نص (صحیح حدیث) میت کو قبلہ رخ کرنے کے متعلق نہیں آئی۔ امام شعبی نے کہا کہ کرو یا نہ کرو آپ کی مرضی ہے۔ (المحلیٰ ٥/ ١٧٣، ١٧٤، مسئلہ: ٦١٦)

جن موقعوں پر قبلہ رخ ہونا منع ہے:

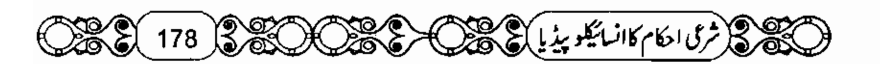
قبلہ رخ ہو کر قضائے حاجت کرنا منع ہے۔

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا أتى أحدكم الغائط فلا يستقبل القبلة .

"جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے آئے تو وہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے۔" (صحیح بخاری: ١٤٤)

قبلہ رُخ پیشاب کی ممانعت کے لئے دیکھئے: صحیح مسلم (٥٩/ ٢٦٤)



چہرے کو دھونے کے احکام

چہرے کو دھونے کے احکام درج ذیل ہیں:

وضو میں چہرے کا دھونا فرض ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ [المائدة: ٦]

''اے ایمان والو! جب نماز ادا کرنے کے لئے اٹھو تو پہلے اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھولو۔''

امام نسائی نے ''سنن النسائی: ١٥/١'' میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث پر باب قائم کیا ہے: ''باب غسل الوجه'' چہرے کو دھونے کا بیان۔

وضو میں چہرے کو ایک مرتبہ دھونا بھی مسنون ہے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''توضأ النبي ﷺ مرة مرة''

''رسول اللہ ﷺ نے وضو میں ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔''

(صحيح بخاری: ١٥٧)

دو مرتبہ دھونا بھی جائز ہے:

سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''أن النبي ﷺ توضأ مرتين مرتين'' (صحيح بخاری: ١٥٨)

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے وضو میں ہر عضو کو دو دو مرتبہ دھویا۔''

اعضائے وضو کو تین مرتبہ دھونا مسنون ہے:

حمران مولیٰ عثمان نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اس میں یہ بھی ہے کہ: " ثم غسل وجهه ثلاثًا " پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے چہرے (مبارک) کو تین مرتبہ دھویا۔ (صحیح بخاری: ۱۵۹، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں)

تین دفعہ سے زیادہ مرتبہ چہرے (وضو کے اعضاء) کو نہیں دھونا چاہئے:

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے لمبی روایت جس میں ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر وضو کے بارے میں سوال کرتا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے وضو کے اعضاء کا تین تین بار دھونا سکھایا اور فرمایا کہ اس طرح (کامل) وضو ہے، پھر جو شخص اس (تین تین بار دھونے) پر زیادہ کرے پس تحقیق اس نے (سنت کو چھوڑنے کی وجہ سے) برا کیا اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کر کے اپنے آپ پر) ظلم کیا۔

(ابو داود: ۱۳۵، وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عنقریب اس امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو وضو میں زیادتی کریں گے اور دعا میں بھی۔" (ابو داود: ۹۶ وسندہ صحیح)

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

وبين النبي صلى الله عليه وسلم أن فرض الوضوء مرة مرة، وتوضأ أيضًا مرتين، وثلاثا، ولم يزد على ثلاث و كره أهل العلم الإسراف فيه، وأن يجاوزوا فعل النبي صلى الله عليه وسلم.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا کہ وضو (کے اعضاء کو دھونا) ایک ایک بار فرض ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس (تین مرتبہ) پر زیادتی نہیں کی اور علماء

(حدثین) نے اس میں زیادتی کرنے کو مکروہ (حرام) سمجھا ہے اور اس کو بھی کہ رسول اللہ ﷺ کے فعل سے تجاوز کیا جائے۔" (صحیح بخاری قبل ح ۱۳۵)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ

فبين الشارع أن المرة الواحدة للإيجاب ومازاد عليها للإستحباب .

" شارع ﷺ نے بیان کیا ہے کہ (وضو کے اعضاء کو) ایک مرتبہ (دھونا) واجب (فرض) ہے اور اس سے زائد (دو دو یا تین تین) مرتبہ (دھونا) مستحب ہے۔"

(فتح الباری ۳۱۰/۱)

چہرے کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ دھونا چاہئے:

دیکھئے: صحیح بخاری (۱٤۰) امام بخاری نے اس پر باب باندھا ہے کہ "باب غسل الوجه باليدين من غرفة واحدة " چہرے کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ ایک چلو سے دھونا۔

وضو میں چہرہ دھونے کی وجہ سے چہرے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا توضأ العبدالمسلم أوالمؤمن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظرإليها بعينه مع الماء أومع آخر قطرالماء...

"جب مسلمان یا مومن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے کے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے ہیں۔" (صحیح مسلم: ۱/ ۱۲۵)

وضو میں چہرے کو دھونے کی وجہ سے چہرہ قیامت کے دن روشن ہوگا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إن أمتي يُدعون يوم القيامة غرًّا محجلين من آثار الوضوء .

”یقیناً میری امت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا (اور) وہ وضو کے آثار کی وجہ سے سفید پیشانی اور سفید اعضاء والی ہو گی۔“
(صحيح البخاری: ١٣٦ واللفظ له ،صحيح مسلم :٢٤٦)

سو کر اٹھتے وقت چہرے کو دھونا:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

أن النبي صلى الله عليه وسلم قام من الليل فقضى حاجته وغسل وجهه ويديه ثم نام.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (نیند سے) بیدار ہوئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قضائے حاجت کی پھر چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سو گئے۔“
(صحيح مسلم :٣٠٤ دارالسلام :٦٩٨)

تیمّم میں چہرے کا مسح کرنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْعَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ﴾

”ہاں اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت سے آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو پھر تمھیں پانی نہ مل رہا ہو تو پاک مٹی سے کام لو۔ پھر اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔“ (المآئدة: ٦)

چہرے پر مسح کا ذکر درج ذیل احادیث میں ہے:

سیدنا ابو جهيم بن الحارث بن الصمة الانصاری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث۔
(صحيح بخاری: ٣٣٧)

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث۔ (صحيح بخاری: ٣٣٨)

فائدہ: پہلے ہاتھوں کا پھر چہرے کا مسح کرنا چاہئے۔ (صحيح البخاری: ٣٤٧)



اذان میں چہرے کے احکام:

ا۔ مؤذن قبلہ رخ ہو کر اذان کہے۔ (دیکھئے مرد کے چہرے کے احکام:۱)

۲۔ مؤذن حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کہتے وقت دائیں اور بائیں طرف چہرہ کو موڑے۔ (دیکھئے: صحیح بخاری: ٦٣٤ وصحیح مسلم: ٥٠٣/٢٤٩)

نماز میں چہرے کے احکام:

قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے۔

(دیکھئے مرد کے چہرے کے احکام:۲)

نماز پڑھتے وقت چہرے کے سامنے سترہ کا اہتمام کرنا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

"أن رسول الله ﷺ كان إذا خرج يوم العيد أمر بالحربة فتوضع بين يديه فصلّى إليها.."

"جب رسول اللہ ﷺ نماز عید کے لئے نکلتے آپ نیزہ کا حکم دیتے۔ نیزہ آپ (ﷺ) کے سامنے قبلہ کی طرف گاڑا جاتا آپ (ﷺ) اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔" (صحیح بخاری: ٤٩٤)

نیز دیکھئے: صحیح بخاری (٤٩٥) وصحیح ابن خزیمہ (٨٤٠)

تنبیہ: سترہ رکھنا واجب نہیں بلکہ سنت اور مستحب ہے۔ [1]

(دیکھئے: مسند البزار بحوالہ شرح صحیح بخاری لابن بطال ٢/ ١٧٥ وسندہ حسن۔/ ز ع)

امام سلام پھیرتے وقت پہلے دائیں طرف چہرہ کر کے سلام کہے پھر بائیں طرف:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں طرف سلام پھیرتے (تو کہتے) السلام علیکم ورحمة الله اور بائیں طرف سلام پھیرتے (تو

---

[1] "سترہ کے احکام" کے لیے دیکھئے: "شرعی احکام کا انسائیکلو پیڈیا" کی دوسری جلد۔



کہتے)السلام علیکم ورحمة الله ۔

(أبوداود: ٩٩٦ ترمذی: ٢٩٥ وصححه وهو حديث صحيح) مزید دیکھیں:صحیح مسلم (٥٨٢)

فائدہ: نماز جنازہ میں صرف دائیں طرف سلام پھیرنا چاہئے۔

(ماهنامه الحديث: ١٧ ص ٣٧ ومصنف ابن ابی شیبه ٣٠٧/٣ ح ١١٤٩١ وسنده صحيح)

امام کا نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف چہرہ کرنا:

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ " كان النبي ﷺ إذا صلّى صلوٰة أقبل علينا بوجهه" جب نبی ﷺ نماز پڑھا لیتے تو ہماری طرف رخ کرتے۔

(صحیح بخاری: ٨٤٥)

فائدہ (۱): امام کو عام طور پر بائیں طرف سے پھرنا چاہئے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

" لقد رأيت النبي ﷺ كثيرًا ينصرف عن يساره "

''البتہ تحقیق میں نے نبی ﷺ کو اکثر بائیں طرف پھرتے ہوئے دیکھا۔''

(صحیح بخاری: ٨٥٢ وصحیح مسلم: ٧٠٧)

فائدہ (۲): امام عام طور پر دائیں طرف سے بھی پھر سکتا ہے۔

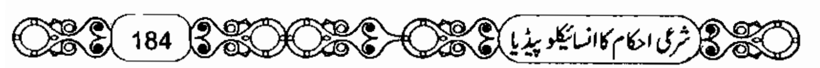
سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

" أما أنا فأكثر ما رأيت رسول الله ﷺ ينصرف عن يمينه "

''میں نے تو دیکھا ہے کہ عام طور پر رسول اللہ ﷺ سلام کے بعد دائیں طرف سے پھرتے تھے۔'' (صحیح مسلم: ٧٠٨)

معلوم ہوا کہ امام دونوں طرف (دائیں اور بائیں) سے پھر سکتا ہے۔

تنبیہ: بعض الناس سلام پھیرنے کے بعد شمال کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں جس کا کوئی ثبوت کتاب وسنت میں نہیں ہے۔



امام کو کتنی دیر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا چہرہ کرنا چاہئے؟

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أن النبي ﷺ كان إذا سلم يمكث في مكانه يسيرًا .

"جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو تھوڑی دیر اپنی جگہ پر بیٹھتے۔"

(صحیح بخاری:۸۴۹)

تھوڑی دیر کی مدت کتنی تھی؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی دیر (قبلہ رخ) بیٹھتے جتنی دیر میں یہ دعا " اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذاالجلال والإكرام" پڑھ لی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم:۵۹۲)

پھر آپ مقتدیوں کی طرف پھر جاتے۔

نماز میں چہرہ کو ڈھانپنا منع ہے:

سالم بن عبداللہ بن عمر جب کسی کو دیکھتے تھے کہ وہ نماز میں اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے ہے تو وہ زور سے کپڑا کھینچ دیتے تھے، یہاں تک کہ اس کا چہرہ کھل جاتا۔

(موطأ امام مالک ۱۷/۱ ح ۳۰ وسندہ صحیح)

خطبۂ جمعہ اور چہرے کے احکام:

خطبۂ جمعہ سنتے ہوئے لوگوں کا اپنا چہرہ خطیب کی طرف اور خطیب کا خطبۂ جمعہ دیتے وقت سامعین کی طرف اپنے چہرے کو متوجہ کرنا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن ممبر کی طرف چہرہ کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱۱۸/۲ ح ۵۲۳۳ وسندہ صحیح)

اس طرح کے آثار دوسرے اسلاف مثلاً قاضی شریح، امام شعبی، نضر بن انس اور ابراہیم نخعی سے بھی ثابت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱۸/۲ واسانیدھا صحیحة)

نیز دیکھئے: صحیح بخاری (قبل ح ۹۲۱)

تنبیه: [خطیب کا منبر پر چڑھتے وقت سامعین کو سلام کہنا کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہیں ہے لہٰذا سلام کے بغیر خطبہ دینا بھی صحیح ہے اور عام احادیثِ مجلس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خطیب کا لوگوں کو سلام کہنا بھی جائز ہے۔ زع]

حج یا عمرہ اور چہرے کے احکام

تلبیہ قبلہ رخ ہو کر کہنا: (دیکھئے صحیح بخاری:۱۵۵۳)

صفا اور مروہ پر چڑھ کر جہاں سے بیت اللہ نظر آئے تو اس کی طرف اپنا چہرہ کر کے یہ دعا کرنی چاہئے۔

لاإله إلاالله وحده لا شريك له، له الملك ، وله الحمد، وهو على كل شئ قدير، لا إله إلا الله وحده، أنجز وعده، ونصر عبده ، وهزم الأحزاب وحده . (صحيح مسلم : ١٢١٨)

جمرۂ اولیٰ کو کنکریاں مار کر چند قدم اس سے آگے بڑھ کر قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا۔
(صحیح بخاری: ١٧٥٣)

چہرے پر مارنے کی ممانعت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إذا ضرب أحدكم فليتق الوجه"
"جب تم میں سے کوئی کسی کو مارے تو چہرے پر نہ مارے۔"

(سنن ابی داود: ٤٤٩٣ وسندہ حسن لذاتہ وللحدیث شواھد عند احمد ٢/ ٤٣٤ ح ٩٦٠٤ وغیرہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا قاتل أحدكم فليجتنب الوجه.

"جب تم میں سے کوئی جھگڑا کرے تو اس کے چہرے (پر مارنے سے) پرہیز کرے۔"

(صحیح بخاری: ٢٥٥٩ وصحیح مسلم: ٢٦١٢ وفی روایة عنده: إذا ضرب أحدكم)

جو لوگوں سے (بغیر شرعی عذر کے) مانگتا رہتا ہے، اس کے چہرے پر قیامت کے دن گوشت نہیں ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مايزال الرجل يسأل الناس حتى يأتي يوم القيامة ليس في وجهه مزعة لحم. (بخاری: ۱٤٧٤، مسلم: ١٠٤٠)

"جو شخص لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے قیامت کو وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا۔"

میدانِ جہاد میں چہرے پر غبار:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يجتمع غبار في سبيل الله ودخان جهنم في وجه رجل أبدًا...

"کسی آدمی کے چہرے پر اللہ کے راستے میں پڑنے والا غبار اور جہنم کی آگ جمع نہیں ہو سکتے۔" (سنن النسائی ٦/ ١٣ ح ٣١١٣ وسنده حسن)

دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا:

ابونعیم وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ:

"رأيت ابن عمر وابن الزبير يدعوان يديران بالراحتين على الوجه"

"میں نے ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ دونوں دعا کرتے تھے اور اپنی ہتھیلیوں کو منہ پر پھیرتے تھے۔" (الأدب المفرد: ٦٠٩ وسنده حسن)

امام معمر بھی دعا میں چہرے پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ٣/ ١٢٣ ح ٥٠٠١ وسنده حسن)

فائدہ: دعائے قنوت یا دعائے وتر میں دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر نہیں پھیرنا چاہئے۔

امام بیہقی نے کہا:

نماز میں یہ عمل نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے نہ کسی اثر سے اور نہ قیاس سے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ نماز میں یہ نہ کیا جائے۔ (السنن الکبریٰ: ۲/۲۱۲)

عورت کے چہرے کے احکام

بعض احکام میں عورت اور مرد کا چہرہ مشترک ہے:

مثلاً نماز قبلہ رخ ہو کر پڑھنا، قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا، قبلہ رخ ہو کر تلبیہ کہنا، قبر میں میت کے پورے جسم کو قبلہ رخ کرنا، قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا منع ہے، چہرے کو دھونے کے احکام، تیمم میں چہرے کے احکام، نماز پڑھتے وقت سترہ کا اہتمام کرنا، حج یا عمرہ میں چہرہ کے احکام، لڑائی اور چہرے کے احکام، جو لوگوں سے سوال کرتا ہے اس کے چہرے پر قیامت کے دن گوشت نہیں ہوگا، جس کے چہرے پر اللہ کی راہ میں غبار پڑا وہ چہرہ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا۔

دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا۔

ان احکام کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن بعض وہ احکام ہیں جو صرف عورت کے ساتھ خاص ہیں وہ درج ذیل ہیں:

عورت کا اپنے چہرے کو غیر محرم مردوں سے چھپانا ضروری ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٩]

''اے نبی اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں اس طرح زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ستایا نہ جائے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

﴿ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ ﴾ کی تفسیر میں عبیدہ السلمانی نے وضاحت کی ہے کہ عورت اپنے چہرے کو چھپائے گی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

امہات المؤمنین کا پردہ کا اہتمام کرنا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ایک واقعہ میں بیان کرتی ہیں کہ:

'' جب صفوان رضی اللہ عنہ ادھر آئے تو انھوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ پردے کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے مجھے پہچان کر اس نے إنا لله وإنا إليه راجعون پڑھا تو اس کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا۔''

(صحيح بخاری: ٤١٤١، صحيح مسلم: ٢٧٧٠)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

" كنا نغطي وجوهنا من الرجال "

''ہم اپنے چہروں کو مردوں سے چھپاتی تھیں۔''

(صحيح ابن خزيمه ٢٠٣/٤ ح ٢٦٩٠ وسنده صحيح واللفظ له، موطأ امام مالك ١/ ٣٢٨ ح ٧٣٤ وسنده صحيح، نیز دیکھئے ''حاجی کے شب و روز'' ص ٨٣)

اس سے معلوم ہوا کہ حج میں شرعی ضرورت کے وقت عورتوں کے لئے اپنا چہرہ ڈھانپنا جائز ہے۔

امام محمد بن سیرین نے اللہ کے فرمان ﴿ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ ﴾ کے متعلق عبیدہ السلیمانی سے سوال کیا تو انھوں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ ظاہر کی (صرف بائیں آنکھ دیکھنے کے لئے ظاہر کی اور سارا چہرہ ڈھانپ لیا۔)

(تفسير ابن جرير ٣٣/٢٢ وسنده صحيح)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

" حقیقتاً جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو سر سمیت عورت کے پورے بدن کو ڈھانپ دے۔" (مجموع الفتاوی ۲۲/ ۱۱۰)

عمر رسیدہ عورت کے لئے چہرہ چھپانا ضروری نہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ [النور: ٦٠]

" اور بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہ رکھتی ہوں وہ اگر اپنی چادریں اتار (کر سر ننگا کر) لیا کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زیب و زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں تاہم اگر وہ (چادر اتارنے سے) پرہیز ہی کریں تو یہی بات ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سب کچھ سنتا، جانتا ہے۔"

منگنی کرنے سے پہلے اپنی مخطوبہ کا چہرہ دیکھنا جائز ہے:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جب تم میں سے کوئی کسی عورت سے منگنی کرنا چاہتا ہو اگر اسے دیکھنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے دیکھ لے۔"

(مسند احمد۳/۳٦٠وسنده حسن، سنن ابی داود:۲۰۸۲ وصححه الحاکم علیٰ شرط مسلم۲/۱٦٥، ووافقه الذهبی وحسنه الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ۹/۱۸۱ تحت ح ۵۱۲۵)

نماز میں عورت اپنے چہرے کو نہ ڈھانپے:

اگر عورت گھر میں محرم مردوں کے پاس نماز پڑھ رہی ہے تو اپنا چہرہ نہ ڈھانپے لیکن غیر محرم بھی موجود ہوں تو اپنے چہرے کو ڈھانپ کر نماز پڑھے۔

رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔
(صحیح بخاری: ۳۵٤۹، صحیح مسلم۲۳۳۷/۹۳ و دار السلام: ٦۰٦۰)

۲۔ آپ ﷺ کا چہرہ چاند جیسا (خوبصورت اور پرنور) تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۵۵۲)

۳۔ جب آپ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسے چمک اٹھتا گویا کہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔
(صحیح بخاری: ۳۵۵٦، صحیح مسلم: ۲۷٦۹، دار السلام: ۷۰۱٦)

۴۔ آپ ﷺ کے چہرے کی (خوبصورت) دھاریاں بھی چمکتی تھیں۔
(صحیح بخاری: ۳۵۵۵، صحیح مسلم: ۱٤۵۹، دار السلام: ۳٦۱۷)

۵۔ نبی ﷺ کا چہرہ سورج اور چاند کی طرح (خوبصورت، ہلکا سا) گول تھا۔
(صحیح مسلم: ۲۳٤٤/۱۰۹، دار السلام: ٦۰۸٤)

۶۔ آپ ﷺ گورے رنگ، پر ملاحت چہرے، موزوں ڈیل ڈول اور میانہ قد وقامت والے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳٤۰)

۷۔ رسول اللہ ﷺ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح خالص سفید تھا اور نہ گندمی کہ سانولا نظر آئے بلکہ آپ کا رنگ گورا چمک دار تھا۔
(صحیح بخاری: ۳۵٤۷، صحیح مسلم: ۲۳٤۷)

۸۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج کی روشنی آپ کے رخِ انور سے جھلک رہی ہے۔
(صحیح ابن حبان، الاحسان: ٦۲۷٦ دوسرا نسخہ: ٦۳۰۹ وسندہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

۹۔ آپ ﷺ کی آنکھیں سرمگیں، دل پسند مسکراہٹ اور خوشنما گولائی والا چہرہ تھا۔ آپ کی داڑھی نے آپ کے سینے کو پر کر رکھا تھا۔ (شمائل الترمذی: ٤۱۲ وسندہ صحیح)

۱۰۔ آپ کے چچا ابو طالب فرماتے تھے:

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه

ثمال اليتامٰى عصمة للأرامل

''وہ گورے مکھڑے والا جس کے روئے زیبا کے ذریعے سے ابرِ رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ وہ یتیموں کا سہارا، بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست ہے۔''

(صحیح بخاری: ۱۰۰۸ ، آئینہ جمال نبوت مطبوعہ دار السلام ص ۳۴ ـ ۳۲)

۱۱۔ آپ کی آنکھیں (خوبصورت) لمبی اور سرخی مائل (ڈوروں والی) تھیں۔

(صحیح مسلم : ۲۳۳۹ دار السلام: ۶۰۷۰)

۱۲: اہلِ ایمان کے نزدیک سب چہروں سے محبوب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۳۷۲)

پانی کے احکام

انتہائی اختصار کے ساتھ کتاب وسنت کی روشنی میں پانی کے احکام پیشِ خدمت ہیں:

ا۔ وہ پانی جو عام ہے، پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اس کی کئی قسمیں ہیں:

بارش کا پانی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور آسمان سے تم پر بارش برسادی تا کہ تمھیں پاک کر دے۔'' (الانفال: ١١)

نیز فرمایا: ''اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا۔'' (الفرقان: ٤٨)

رسول اللہ ﷺ بارش کو دیکھ کر دعا فرماتے: ''اے اللہ! فائدہ دینے والی بارش برسا۔''

(صحیح البخاری: ١٠٣٢)

برف کا پانی:

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کے جنازے پر دعا فرمائی:

''اے اللہ ...اور اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔''

(صحیح مسلم: ٩٦٣ وترقیم دارالسلام: ٢٢٣٢)

اَولوں کا پانی:

دلیل برف کے پانی میں گزر چکی ہے۔

سمندروں (اور دریاؤں) کا پانی:

رسول اللہ ﷺ نے سمندر اور دریا کے پانی کے متعلق فرمایا:



''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار (مچھلی) حلال ہے۔''

(موطأ امام مالك : ۱۲ ، ابو داود : ۸۳ وسنده صحیح)

امام ابن خزیمہ نے مذکورہ حدیث پر باب باندھا ہے کہ ''سمندر کے پانی سے وضو اور غسل کرنا صحیح ہے کیونکہ اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔'' (ح ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'' دو طرح کے سمندر ایک جیسے نہیں ہو سکتے جن میں ایک کا پانی میٹھا پیاس بجھانے والا اور پینے میں خوشگوار اور دوسرا کھاری ہو، سخت کڑوا۔'' (فاطر : ۱۲)

نہروں کا پانی:

ایک لمبی حدیث جس کا ایک حصہ یہ ہے کہ:

'' اور اگر اس (گھوڑے) کا گزر کسی نہر سے ہوا، اس نے وہاں سے پانی پیا، گو اس کے مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا تب بھی نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔''

(صحیح البخاری: ۲۳۷۱)

امام بخاری نے اس پر باب قائم کیا ہے کہ:

''نہروں سے انسانوں اور چوپایوں کا پانی پینا درست ہے۔''

کنویں کا پانی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'' پھر جب وہ (موسیٰ) مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں۔'' (القصص : ۲۳)

ایک شخص نے کنویں سے پانی پیا پھر پیاسے کتے کو بھی پلایا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۶۳، صحیح مسلم : ۲۲٤٤)

آبِ زمزم:

’’رسول اللہ ﷺ نے آب زمزم کا ڈول منگوایا، اس سے پیا اور وضو کیا۔‘‘
(زوائد مسند احمد ۷٦/۱ ح ٥٦٤ وسنده حسن)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

’’رسول اللہ ﷺ نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا۔‘‘ (صحیح البخاری: ٥٦١٧)

اسی پانی سے رسول اللہ ﷺ کا معراج والی رات سینہ مبارک چاک کر کے دھویا گیا۔
(صحیح البخاری: ٣٤٩)

اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں بڑی برکات رکھی ہیں۔ دیکھئے: زاد المعاد (٤/٣٩٣-٤٩٤)

چشموں کا پانی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا کی تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور (قومِ موسیٰ کے بارہ قبیلوں میں سے) ہر قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ جان لیا۔‘‘ (البقرۃ: ٦٠)

نیز فرمایا: ’’بے شک کچھ پتھر ایسے ہیں کہ ضرور پھوٹتی ہیں ان سے نہریں اور یقیناً ان میں سے (کچھ ایسے ہیں کہ) جب وہ پھٹتے ہیں تو نکل پڑتا ہے ان سے پانی (چشمے کی صورت میں)۔‘‘ (البقرۃ: ٧٤)

سیلاب کا پانی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

’’کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف بہالاتے ہیں جس سے ہم کھیتی پیدا کرتے ہیں تو اسی سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں۔‘‘ (السجدۃ: ٢٧)

وہ مستعمل پانی جو پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے

وضو کے بعد برتن کا بچا ہوا پانی پینا:

''سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئی اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرا بھانجا بیماری کی وجہ سے بے چین ہے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی پھر آپ نے وضو کیا میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا۔'' (صحیح البخاری : ۱۹۰)

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے آپ کے پاس وضو کا پانی لایا گیا آپ نے وضو کیا پھر لوگ آپ کے وضو کا باقی ماندہ پانی پینے لگے اور بدن پر ملنے لگے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۷)

اس برتن کا پانی جس سے پہلے کوئی نہایا ہو: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے غسل کیا۔ (صحیح مسلم : ۳۲۳)

ازواج مطہرات میں سے کسی نے ٹب (کے پانی) سے غسل کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بچے ہوئے پانی سے) وضو کرنا چاہا تو انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو جنبی تھی؟ آپ نے فرمایا: پانی جنبی (ناپاک) نہیں ہوتا۔

(ابو داود : ٦٨، ابن ماجہ : ۳۷۰ امام ترمذی [٦٥] نے حسن اور ابن حبان (١٢٦٥) نے صحیح کہا۔)

میاں بیوی کا جنبی ہونے کی حالت میں اکٹھے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا صحیح ہے:

(صحیح مسلم : ۳۲۱)

تو جنابت کے علاوہ بالاولیٰ صحیح ہوا۔

وہ پانی جس میں پاک چیز ملا دی گئی ہو:

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو نہلا رہی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ ''اس کو تین، پانچ یا سات بار یا اس سے (بھی) زیادہ مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخری بار (پانی میں) کچھ کافور بھی ملا لو۔''

(صحیح البخاری: ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، صحیح مسلم: ۹۳۹)

مشرکوں کے برتنوں میں موجود پانی سے وضو اور غسل کرنا صحیح ہے:

(صحیح بخاری: ۳٤٤ و صحیح مسلم: ٦٨٢، صحیح ابن خزیمه: ۱۱۳، وسنده صحیح)

لہٰذا ان کے برتنوں میں پانی پینا اور انھیں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

واضح رہے کہ یہ صرف عذر کی صورت میں ایک رخصت ہے وگرنہ حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے برتنوں کو استعمال نہ کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہلِ کتاب کے برتنوں کو استعمال کرنے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

فلا تأكلوا فيها وإن لم تجدوا فاغسلوها ثم كلوا فيها.

''تم ان (کے برتنوں) میں نہ کھاؤ، اور اگر تم (ان برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن) نہ پاؤ تو اسے دھو کر پھر اس میں کھا سکتے ہو۔''

(صحیح بخاری: ٥٤٨٨، صحیح مسلم: ۱۹۳۰)

حلال جانور [1] کے چمڑے میں جب پانی ہو اور وہ چمڑا رنگ کیا گیا ہو تو اس میں موجود پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے چاہے اسے ذبح کیا گیا ہو یا بغیر ذبح کے مردار ہو جائے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشکیزے (کے پانی) سے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا

---

[1] ہم نے ''جانوروں کے احکام'' پر مفصل کتاب لکھ رکھی ہے، جو ''شرعی احکام کا انسائیکلو پیڈیا'' جلد دوم میں شائع ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ الحسینوی

تو آپ سے کہا گیا کہ چمڑا تو مردار کا ہے آپ نے فرمایا: ''اس کو رنگنا (دباغت کرنا) چمڑے کی نجاست کو زائل کر دیتا ہے۔'' (صحیح ابن خزیمہ : ۱۱٤، وسندہ صحیح)

فائدہ: پاک گرم پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔

وہ پانی (یا سیال) جس میں مکھی گر جائے تو وہ پانی (یا سیال) پاک ہے:

اور مکھی کو غوطہ دے کر باہر نکال کر پھینک دینا چاہئے۔ (صحیح البخاری : ۳۳۲۰)

''تمام حشرات الارض کیڑوں مکوڑوں کا یہی حکم ہے جن میں بہنے والا خون نہیں ہے خواہ وہ پانی میں مر بھی جائیں تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔''

(دیکھئے: کتاب الطہور للامام ابی عبید القاسم بن سلام تحت ح ۱۹۰، نیز اس پر اجماع بھی ہے)

وہ پانی جو خود پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے:

نبیذ: یہ پانی اور کھجوروں سے بنائی جاتی ہے۔ پانی بھی پاک ہے کھجوریں بھی پاک ہیں مگر جب ان دونوں کو اکٹھا کیا جائے تو وہ نبیذ بن جاتی ہے۔ جو خود تو پاک ہے اسے پیا جا سکتا ہے مگر وہ پاک کرنے والی نہیں ہے کیونکہ پانی اب اپنی اصل حالت میں باقی نہیں رہا۔

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ: ''نبیذ کے ساتھ وضو جائز نہیں ہے''

(صحیح البخاری قبل ح ۲٤۲)

امام عطاء دودھ اور نبیذ سے وضو کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ''ان سے وضو کرنے کی بنسبت تیمّم مجھے زیادہ پسند ہے۔'' (ابو داود: ۸٦ وھو صحیح)

ابوخلدہ نے کہا کہ میں نے ابو العالیہ (تابعی) سے پوچھا کہ: ''ایک آدمی جنبی ہو گیا اس کے پاس پانی نہیں مگر نبیذ ہے، کیا وہ نبیذ سے غسل کرے؟ تو انھوں نے فرمایا: نہیں۔''

(ابو داود: ۸۷ وسندہ صحیح)

قرآن مجید میں پانی کی عدم موجودگی میں تیمّم کرنے کا ذکر ہے نہ کہ نبیذ سے وضو کرنے کا۔

تنبیہ: نشہ دینے والی نبیذ ''کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ'' کی رو سے حرام ہے۔

وہ پانی جو ناپاک ہے

وہ پانی جو نجاست کی وجہ سے رنگ، بو اور ذائقہ تبدیل کر چکا ہو۔

کتے کا جوٹھا پانی:

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر کتا کسی کے برتن میں پانی (وغیرہ) پی لے تو برتن کو سات بار دھو ڈالے اور پہلی بار مٹی سے مانجھے۔" (صحیح مسلم: ۲۷۹)

بعض روایتوں میں آخری بار مٹی سے مانجھنے کا ذکر آیا ہے لہٰذا دونوں طرح صحیح ہے۔

جس برتن (میں کتے نے منہ مارا ہے اس) میں اگر پانی (وغیرہ) ہو تو اسے بہا دینا چاہئے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵ وتبویب)

اسی طرح وہ جانور جو نجس العین ہو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے مثلاً خنزیر۔

(صحیح ابن خزیمہ قبل ح ۱۰۲)

تنبیہ: اگر ناپاک پانی کپڑوں، جگہ یا بدن کو لگ جائے تو کپڑے، جگہ اور بدن ناپاک ہو جاتے ہیں ان کو پانی سے دھویا جائے پھر نماز پڑھی جائے۔

پانی سے استنجا کرنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے باہر جاتے تو میں اور ایک بچہ پانی کا ڈول اٹھاتے، آپ ﷺ اسی سے استنجا کرتے۔"

(صحیح البخاری: ۱۵۰، ۱۵۲، صحیح مسلم: ۲۷۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جببیت الخلا (استنجا کرنے کے لئے) گئے، ایک برتن میں پانی لایا گیا، آپ نے استنجا کیا پھر ایک اور برتن میں پانی لایا گیا آپ نے (اس سے) وضو کیا۔ (أبو داود : ٤٥ وسنده حسن)

معلوم ہوا کہ استنجا کے لئے علیحدہ اور وضو کے لئے علیحدہ برتن استعمال کرنا چاہئے۔

چند اہم فوائد قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ مٹی کے ڈھیلے سے بھی استنجا کرنا صحیح ہے۔ (صحیح البخاری : ١٥٥)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین (ڈھیلوں) سے استنجا کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم:٢٦٢، ابو داود: ٧ وسنده صحیح)

(اس سے استدلال کرتے ہوئے) پانی بھی تین مرتبہ استعمال کرنا چاہئے کیونکہ یہ بھی پاکی حاصل کرنے میں ڈھیلے کے قائم مقام ہے یا پھر جس طرح ڈھیلے طاق استعمال کئے جاتے ہیں تو اسی طرح پانی بھی طاق مرتبہ استعمال کرنا چاہئے۔ **واللہ اعلم**

۳۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: ''اگرچہ ڈھیلوں سے استنجا کرنا جائز ہے تاہم (بعض علماء) سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) کے نزدیک پانی سے استنجا کرنا مستحب اور افضل ہے۔''

(ترمذی ١/١١ ح ١٩ درسی ط: ایچ ایم سعید کراچی)

نیز فرماتے ہیں کہ:

''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ صرف ڈھیلوں سے استنجا کرنا جائز ہے اگرچہ ان کے بعد پانی استعمال نہ کریں بشرطیکہ پیشاب اور پاخانے کا اثر خوب زائل ہو جائے اور یہی قول سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ کا ہے۔'' (ترمذی ١/١٠ ح ١٥)

۴۔ استنجا کرنے کے لئے پانی ساتھ لے جانا چاہئے۔ (صحیح البخاری : ١٥١)

۵۔ عام نجاستوں کوصرف پانی سے پاک کیا جاتا ہے۔ (دیکھئے:الصحیحۃ: ۱/۲۹۹، ۳۰۰)

پیشاب پر پانی بہا دینے سے جگہ پاک ہو جاتی ہے:

ایک اعرابی نے مسجد کے کونے میں پیشاب کر دیا،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''پانی کا ڈول اس (پیشاب) پر بہادو۔'' (صحیح البخاری : ۲۱۹)

بچہ اگر پیشاب کردے:

۱۔ اگر دودھ پیتا بچہ کپڑوں پر پیشاب کر دےتو اس پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔

سیدہ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا اپنا چھوٹا بیٹا جو ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنی گود مبارک میں بٹھا لیا تو اس بچے نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔آپ نے پانی منگوایا اوراس پر چھینٹے مارے ،اس کو دھویا نہیں۔ (صحیح البخاری : ۲۲۳، صحیح مسلم : ۲۸۷)

۲۔ اگر بچی کپڑوں پر پیشاب کر دےتو اسے پانی سے دھویا جائے۔

سیدہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (سیدنا) حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی گود مبارک میں پیشاب کر دیا۔ میں نے کہا: کوئی اور کپڑا پہن لیں اور تہبند مجھے دے دیں تا کہ میں دھو ڈالوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہےاور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جاتے ہیں۔''

(أبو داود : ۳۷۵ ، ابن ماجه: ۵۲۲، حسن)

جب مرد یا عورت ناپاک ہو جائیں تو (غسل کے ذریعے سے) پانی سے ہی طہارت حاصل کی جاتی ہےاور ہر طرح کی نجاست کو پانی سے ہی دور کیا جاتا ہے۔

تنبیہ: پانی کی عدم موجودگی میں یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے اگر پانی استعمال نہ کرنا ہوتو پھر نجاست یا جنابت کو پاک کرنے کے لئے مٹی سے کام لیا جائے گا۔ (النسآء : ۴۳)

کھڑے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے:

ایسے پانی (جس میں پیشاب کیا گیا ہو) سے نہ وضو کرنا صحیح ہے اور نہ اسے پینا ہی صحیح ہے۔ (صحيح ابن خزيمه : ٩٤)

کھڑے پانی میں جنبی آدمی کا نہانا منع ہے:

البتہ پانی الگ لے کر نہانا صحیح ہے۔

اگر آدمی سو کر اٹھے تو ہاتھوں کو پانی (کے برتن) میں داخل کرنے سے پہلے الگ پانی لے کر دھو لینا چاہئے کیونکہ اسے پتا نہیں کہ ہاتھوں نے رات کہاں گزاری ہے۔

(صحيح البخاری : ١٦٢ ، صحيح مسلم : ٢٧٨)

پانی میں خود بخود مچھلی مر جائے تو وہ حلال ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دریائی اور سمندری پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔"

(موطأ امام مالك : ١٢ ، ابو داود : ٨٣ وسنده صحيح)

ہمارے استاد حافظ زبیر علی زئی ﷾ لکھتے ہیں کہ:

"اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی میں خود بخود مرنے والی مچھلی حلال ہے یہی مسلک سیدنا ابو بکر الصدیق (﷜) اور جمہور علمائے اسلام کا ہے۔"

(دیکھئے صحیح البخاری " كتاب الذبائح والصيدباب قول الله تعالى: أحل لكم صيد البحر " (قبل ح ٥٤٩٣) وفتح البارى ج٩ ص ٦١٨ وغيرهما)

اس مسلک کے خلاف کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔

(تسهيل الوصول الىٰ تخريج و تعليق صلوٰة الرسول ص٤٢ حاشيه: ٣، نیز دیکھئے: الصحيحة ح ٤٨٠)

وضو کے پانی والے برتن کو ڈھانپنا چاہئے:

اور اس کے منہ کو باندھنا چاہئے۔ (مسند احمد ٣٦٧/٢ وسنده صحيح)

غسل بھی پانی ہی سے کیا جاتا ہے۔

عیسائیوں کے گھر کے پانی سے وضو کرنا:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ عورت کے گھر سے وضو کیا۔

(صحیح البخاری قبل ح ۱۹۳ تعلیقاً بالجزم تغلیق التعلیق علیٰ صحیح البخاری ۲/ ۱۳۱ ، ۱۳۲ و فتح الباری ۱/ ۲۹۹)

تنبیہ: اس کی سند منقطع و معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔(/ ز ع)

۱۔ ستو کھا کر اگر نماز پڑھنی ہو تو پانی سے کلی کرنی چاہئے۔(صحیح البخاری : ۲۰۹)

۲۔ دودھ پی کر بھی پانی سے کلی کرنی چاہئے۔ (صحیح البخاری : ۲۱۱)

امام ابن خزیمہ نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ ”دودھ پی کر کلی کرنا مستحب ہے تا کہ چکناہٹ ختم ہو جائے اور یہ واجب نہیں ہے۔“ (صحیح ابن خزیمہ قبل ح ٤٧)

۳۔ اگر آدمی بے ہوش ہو جائے تو اس پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔
(صحیح البخاری : ١٩٤)

۴۔ روزہ پانی سے افطار کرنا بھی صحیح ہے۔ (صحیح البخاری : ١٩٥٦)

۵۔ دودھ میں پانی ملا کر پینا جائز ہے۔ (صحیح البخاری : ٥٦١٢)

۶۔ میٹھا پانی یعنی شربت پینا رسول اللہ ﷺ کا محبوب عمل تھا۔ (صحیح البخاری : ٥٦١١)

تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری (۱۰ / ۹۲)

۷۔ رات کا پڑا ہوا (باسی) پانی پینا بھی درست ہے۔ (صحیح البخاری: ٥٦٢١)

۸۔ زائد پانی سے مسافر کو نہیں روکنا چاہئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

” تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ آدمی جس کے راستے میں پانی اضافی ہے (لیکن) اس نے مسافر کو پانی (پینے یا استعمال



کرنے) سے روک دیا۔" (صحیح البخاری : ۲۳۵۸)

۹۔ زائد پانی کو بیچنا ممنوع ہے۔سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائد پانی کو بیچنے سے منع فرمایا۔" (صحیح مسلم: ۱۵٦۵)

۱۰۔ جس کی زمین پانی کے قریب ہوگی وہ پہلے اپنی زمین کو سیراب کرے گا پھر دور زمین والے کا حق ہے۔ (صحیح البخاری : ۲۳٦۱)

۱۱۔ کھیت والے کو اپنے کھیت میں اتنا پانی روکنے کا حق حاصل ہے کہ پانی منڈیروں تک پہنچ جائے۔ (صحیح البخاری : ۲۳٦۱)

۱۲۔ اگر کنواں کھودتے ہوئے منڈیر کے گرنے کی وجہ سے آدمی مر گیا تو اس کی چٹی اور دیت کنوئیں کے مالک پر نہیں بلکہ یہ چٹی معاف ہے۔ (صحیح البخاری : ۲۳۵۵)

۱۳۔ بخار کو پانی سے ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے۔ (صحیح البخاری : ۵۷۲۵)

۱۴۔ پانی اور بیری کے پتے چمڑے کو پاک کردیتے ہیں۔ (سنن ابی داود :١٤٢٦ وسندہ حسن)

۱۵۔ گوشت پکاتے وقت پانی زیادہ ڈالنا چاہئے تا کہ سالن ہمسایوں کو بھی دیا جاسکے۔
(صحیح مسلم: بعد ح ٢٦٢٥ وترقیم دارالسلام: ٦٦٨٩)

۱٦۔ یہ اونٹنیوں کا حق ہے کہ اونٹنیوں کا دودھ پانی کے (چشموں ،کنوؤں کے) قریب نکالا جائے۔ (صحیح البخاری : ۲۳۷۸)

تا کہ وہاں پر موجود مساکین وغیرہ کو دودھ دیا جاسکے۔ (فتح الباری ٥/ ٦٣)



باقی پانی کے بعض احکام کی فہرست

دم کر کے پانی پر پھونکنا:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع کیا، ایک آدمی نے کہا کہ اگر برتن میں تنکا دیکھوں تو؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو بہا دے۔''

(سنن الترمذی : ۱۸۸۷ ،وقال : " حسن صحیح " وسندہ صحیح، الموطأ ۲/ ۹۲۵ ح ۱۷۸۳)

حائضہ عورت کا جھوٹا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ : ۱۱۰)

اگر کھیتی آسمانی پانی سے پکی ہے:

اگر کھیتی آسمانی پانی سے پکی ہے تو اس میں عشر ہے اگر نہری یا ٹیوب ویل وغیرہ کے پانی سے سیراب ہوئی ہے تو اس میں نصف عشر ہے۔

سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''جو زمین آسمانی بارش اور چشموں سے سیراب ہوتی ہو یا رطوبت والی ہو اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے (عشر ہے) اور جو زمین پانی کھینچ کر سیراب کی جاتی ہو اس میں بیسواں حصہ (نصف عشر) ہے۔'' (صحیح البخاری: ۱٤۸۳)

دار السلام کی مطبوعہ بلوغ المرام میں لکھا ہوا ہے کہ:



’’اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کو مختلف ذرائع ووسائل سے سیراب کرنے کی صورت میں زکوٰۃ (عشر) کی نوعیت بھی مختلف ہے۔ مثلاً جو زمین مشقت طلب ذریعے سے سیراب ہو جیسے اونٹ، بیل یا آدمی پانی نکال کر یا لاکر سیراب کرتے ہوں تو اس زمین کی پیداوار پر نصف عشر (بیسواں) حصہ ہے۔ اسی طرح اگر زمین کنویں کے پانی، ٹیوب ویل کے پانی سے یا پانی خرید کر سیراب کی جاتی ہو جیسے نہر کا پانی، ٹیوب ویل کا پانی خرید کر سیراب کی جاتی ہے تو ایسی صورت میں بھی نصف عشر (بیسواں) حصہ ہے آج کل آبیانہ دے کر زمین سیراب کی جاتی ہے۔ یہ آبیانہ مشقت ومحنت کا قائم مقام ہے لہٰذا موجودہ نظام کے تحت نہری پانی سے سیراب کی جانے والی زمینوں کی پیداوار میں بھی بیسواں حصہ ہے۔‘‘ (بلوغ المرام ۱/ ٤٠٤-٤٠٥ اردو)

نہری پانی سے سیراب ہونے والی فصل پر بھی نصف عشر ہے، یہی حق ہے۔

پانی پینے کے آداب:

۱۔ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے۔ (الاوسط للطبرانی ۲/ ۳۵۱)

۲۔ پانی دائیں ہاتھ سے پیا جائے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۰)

۳۔ پانی تین سانسوں میں پیا جائے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے کی چیز (مشروب) تین سانسوں میں پیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ٥٦٣١، صحیح مسلم: ۲۰۲۸)

یعنی پانی پیتے وقت تین بار سانس لیا جائے اور پھر سانس برتن سے منہ ہٹا کر لینا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ٥٦٣٠، صحیح مسلم: ۲٦۷)

۱۔ پانی بیٹھ کر پیا جائے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔قتادہ نے کہا کہ ہم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا: یہ تو سب سے بدتر یا سب سے زیادہ خبیث (عمل) ہے۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم : ٢٠٢٤)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ" تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر نہ پیئے اور جو بھول کر پی لے تو اسے چاہئے کہ قے کر دے۔ (صحیح مسلم : ٢٠٢٦)

علامہ نووی نے ان دونوں احادیث پر باب قائم کیا ہے کہ" کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے۔"

اهم فائده: یاد رہے کہ عام اور اکثر محدثین کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ وہ اپنی کتاب میں ابواب خود قائم کرتے ہیں مگر امام مسلم نے محدثین کے طریقہ سے ہٹ کر اپنی کتاب صحیح مسلم میں خود ابواب بندی نہیں کی بلکہ مختلف علماء نے کی ہے جن میں علامہ نووی بھی ہیں۔ صحیح مسلم مع شرح النووی کا وہ متداول نسخہ جو مدارس دینیہ میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں ابواب اور عنوان علامہ نووی کے قائم کردہ ہیں اس بات کی صراحت درج ذیل علماء نے کی ہے:

١۔ علامہ نووی (مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی ١/٧ ط درسی)

٢۔ ڈاکٹر صبحی صالح (علوم الحدیث ص ١٥٥، اردو)

٣۔ محدث العصر شیخنا ارشاد الحق الاثری حفظہ اللہ

(ہفت روزہ الاعتصام ج٥٨ شمارہ ٣٠ ص ١٨)

٤۔ ہمارے استاد محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ (نصر الباری ص ١٤١)

تنبیہ: کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع والی روایات دوسرے دلائل کی رُو سے منسوخ ہیں یا کراہت وغیر اَولیٰ پر محمول ہیں۔ (/ زع)

بعض صورتوں میں کھڑے ہوکر پانی پینا جائز ہے:

۱۔ آبِ زمزم کھڑے ہوکر پینا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا تو آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا حالانکہ آپ (سواری پر) کھڑے تھے۔

(صحیح البخاری : ۱٦۳۷، صحیح مسلم : ۲۰۲۷ علامہ نووی نے اس پر باب قائم کیا ہے کہ آب زمزم کھڑے ہوکر پینا)

مکہ سے مختلف اور دور دراز علاقوں میں زم زم لے کر جانا بالکل جائز ہے۔

دیکھئے سنن الترمذی (۹۹۳ وسندہ صحیح)

لیکن یہ زم زم دوسرے علاقوں میں لے جا کر کھڑے ہوکر یا قبلہ رخ ہوکر پینا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

۲۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا۔

نزال (بن سبرہ) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ (مسجد کوفہ میں) بڑے چبوترے کے دروازے سے تشریف لائے اور کھڑے ہوکر پانی پیا، پھر فرمایا: ''بعض لوگ کھڑے ہوکر پانی پینے کو ناپسند سمجھتے ہیں حالانکہ بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح (پانی پیتے ہوئے) دیکھا ہے، جس طرح تم نے مجھے دیکھا کہ میں نے کیا۔''

(صحیح البخاری : ۵٦۱۵)

یہ وضو کا بچا ہوا پانی تھا جس طرح کہ "صحیح بخاری : ۵٦۱٦" میں وضاحت ہے۔

امام بخاری نے عام پانی پینا مراد لیا ہے خواہ وہ زمزم ہو یا عام پانی۔

۳۔ اگر پانی کا برتن لٹکا ہوا ہے تو بھی کھڑے کھڑے پانی پینا جائز ہے۔

سیدہ ام ثابت کبشہ بنت ثابت، ہمشیرۂ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے کھڑے کھڑے ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا پس میں اٹھی اور اس کے منہ والے حصے کو میں نے (بطورِ تبرک رکھنے کے لئے) کاٹ لیا۔

(سنن الترمذی : ۱۸۹۲ وقال: حسن صحیح ،وسندہ حسن)

۴۔ بغیر کسی مجبوری کے بعض دفعہ کھڑے کھڑے پانی پینا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چلتے پھرتے کھا لیتے اور کھڑے کھڑے پانی (بھی) پی لیتے تھے۔

(سنن الترمذی : ۱۸۸۰، صحیح)

عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے (دونوں طرح پانی وغیرہ) پیتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الترمذی : ۱۸۸۳ وسندہ حسن)

امام ترمذی نے ان حدیثوں پر باب باندھا ہے کہ:

''کھڑے ہو کر پانی پینے میں رخصت ہے۔''

علامہ نووی نے مذکورہ احادیث پر باب قائم کیا ہے کہ:

''کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز اور بیٹھ کر پینے کے افضل ہونے کا بیان۔''

(ریاض الصالحین ۶۲۵/۱ ط / دارالسلام ، اردو)

حافظ ابن حجر نے اس موقف (جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع کیا گیا ہے، ان کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائے گا) کو سب سے اچھا قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ۱۰ / ۸۶ ـ ۸۷)

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

'' ابتداء میں (ریاض الصالحین میں وارد شدہ احادیث کی ترتیب پر از ناقل) ذکر کردہ احادیث سے اگرچہ کھڑے پانی پینے اور کھانے کا جواز ملتا ہے لیکن ان پر عمل صرف

بوقت ضرورت (یا مجبوری) ہی کیا جا سکتا ہے ورنہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو بیٹھ کر ہی کھایا پیا جائے، یہی افضل عمل ہے۔ آج کل دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں اس میں سہولت ہے کہ بیک وقت سارے لوگ فارغ ہو جاتے ہیں لیکن دوسری طرف اس کی قباحتوں کو، جو اس ایک سہولت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں، نہیں دیکھتے۔ اس میں ایک تو مغرب کی نقالی ہے جو حرام ہے، دوسرے نبی کریم ﷺ نے کھڑے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے تیسرے اس میں جو بھگدڑ مچتی ہے وہ کسی باوقار اور شریف قوم کے شایان شان نہیں۔ چوتھے اس میں ڈھور ڈنگروں کے ساتھ مشابہت ہے، گویا اشرف المخلوقات انسانوں کو ڈھور ڈنگروں کی طرح چارہ ڈال کر کھول دیا جاتا ہے، پھر جو طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے، اس پر جانور بھی شاید شرما جاتے ہوں۔ پانچویں، انسان نما جانوروں کو باڑے یا اصطبل میں جمع کرنے کے لئے وقت پر آنے والوں کو نہایت اذیت ناک انتظار کی زحمت میں مبتلا رکھا جاتا ہے جس سے ان کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور انتظار کی شدید مشقت بھی برداشت کرنا پڑتی ہے۔ ششم اس انتظار کی گھڑیوں میں یا تو فلمی ریکارڈنگ سننے پر انسان مجبور ہوتا ہے یا بھانڈ میراثیوں کی جگتیں یا میوزک کی دھنیں سننے پر۔ ہفتم یہ کہ اس طرح کھانا ضائع بھی بہت ہوتا ہے، بہر حال دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج یکسر غلط ہے اور مذکورہ سارے کام بھی شیطانی ہیں۔ اس لئے دعوتوں کا یہ انداز بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" (ریاض الصالحین ١/ ٦٢٧، اردو)

پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہئے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے راضی ہوتا ہے جو کھانا کھانے یا مشروب (پانی وغیرہ) پینے کے بعد اللہ کی حمد بیان کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٧٣٤)

سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیا جائے۔

(صحیح البخاری: ٥٦٣٣، صحیح مسلم: ٢٠٦٧)

اگر پانی میں تنکا پڑا ہو تو اسے پھونک مار کر نہ گرائیں بلکہ برتن ٹیڑھا کر کے اسے بہا دیں۔ (سنن الترمذی : ۱۸۸۷ وسندہ صحیح)

پانی پلانے کے آداب:

پانی پلانا بڑا اچھا عمل ہے اور اس میں بہت ثواب ہے۔

ایک آدمی نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۶۳)

جب جانوروں کو پانی پلانے کی اتنی فضیلت ہے تو پھر اشرف المخلوقات انسانوں کو پانی پلانے کی کیا فضیلت ہو گی؟

۱۔ پانی پہلے دائیں طرف والے آدمی کو پلایا جائے۔ (صحیح البخاری : ۵۶۱۹)

۲۔ پانی کا برتن دائیں ہاتھ سے دیا جائے اور دائیں ہاتھ سے ہی پکڑا جائے۔

(صحیح مسلم : ۲۰۲۰)

۳۔ پانی پلانے والا سب سے آخر میں پیئے۔ (صحیح مسلم : ۲۸۱)

۴۔ پانی پلانے والے کو یہ دعا دی جائے " اللهم اطعم من أطعمني واسقِ من سقاني "

(صحیح مسلم : ۲۰۵۵)

بعض لوگ بعض خاص دنوں میں پانی کی سبیلیں لگاتے ہیں یہ بدعت ہے، اس سے بچا جائے۔



زکوٰۃ کے احکام

انتہائی اختصار کے ساتھ کتاب وسنت کی روشنی میں زکوٰۃ کے بعض احکام پیشِ خدمت ہیں:

اہمیتِ زکوٰۃ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ [التوبة : ١٠٣]

”(اے پیغمبر!) آپ ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کریں تاکہ آپ انھیں پاک کردیں۔“

زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں سے ہے۔ (صحيح بخاري : ٨، صحيح مسلم : ١٦)

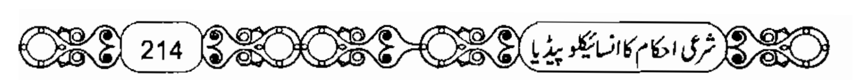
نبی ﷺ نے فرمایا:

”جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا لیکن اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ اس کے گلے کا ہار ہوگا، وہ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“

(صحيح بخاري : ١٤٠٣)

جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام، جانوروں کی زکوٰۃ کے اجماعی مسائل

امام ابن المنذر فرماتے ہیں:



''اجماع ہے کہ اونٹ ، گائے اور بکریوں میں زکوٰۃ فرض ہے۔ اجماع ہے کہ پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ اجماع ہے کہ چالیس بکریوں سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں ۔اجماع ہے کہ چالیس سے ایک سوبیس بکریوں تک کی زکوٰۃ ایک بکری ہے اور دوسو بکریوں تک کی زکوٰۃ دو بکریاں۔ اجماع ہے کہ (زکوٰۃ میں) بھینس گائے کے حکم میں ہے۔ اجماع ہے کہ بھیڑ اور دنبہ زکوٰۃ میں مشترک ہیں (یعنی دونوں کی مشترک تعداد فرض زکوٰۃ کی معینہ تعداد کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گئی، یاد رہے کہ بھیڑ دنبے کا حکم بکریوں کا حکم ہے)اجماع ہے کہ (زکوٰۃ میں) اونٹ کا شمار بکری یا گائے کے ساتھ نہیں ہو گا ، نہ گائے کا شمار اونٹ اور بکری کے ساتھ ہوگا، لہٰذا جب تک تینوں قسمیں الگ الگ اپنی معینہ مقدار و تعداد کو نہ پہنچ جائیں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔''

(كتاب الاجماع ٣٤،٣٣ مترجم)

اونٹوں کی زکوٰۃ :

پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے، اس پر اجماع ہے۔ کما تقدم

جب اونٹوں کی تعداد پانچ ہو جائے تو ان پر ایک بکری اور پھر چوبیس اونٹوں تک کی زکوٰۃ بکریوں کی صورت میں ادا کی جائے گی ۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ پانچ سے نو تک ایک بکری ، دس سے چودہ تک دو بکریاں، پندرہ سے انیس تک تین بکریاں ، اور بیس سے چوبیس تک چار بکریاں زکوٰۃ میں لی جائیں گی۔

جب اونٹوں کی تعداد پچیس ہو جائے تو ان میں ایک سال کی اونٹنی یا دو سال کا اونٹ ہے۔ چھتیس اونٹوں میں دوسال کی اونٹنی ہے۔ چھیالیس اونٹوں میں تین سال کی اونٹنی ہے۔

اکسٹھ اونٹوں میں چار سال کی اونٹنی ہے۔چھہتر اونٹوں میں دو دو سال کی دو اونٹنیاں ہیں۔

اکانوے سے ایک سو بیس تک تین تین سال کی دو اونٹنیاں ہیں۔ اگر تعداد ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائے تو ہر چالیس پر دو سال کی اونٹنی اور ہر پچاس پر تین سال کی اونٹنی لازم آئے گی۔ (بخاری : ۱٤٥۳، ۱٤٥٤)

گائے (اور بھینس) کی زکوٰۃ:

تیس گائیوں پر ایک سالہ مادہ گائے یا نر بچھڑا زکوٰۃ ہے۔ چالیس گائیوں پر دو سال کا بیل یا گائے واجب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲۸/۳ ح ۹۹۳۳ عن الحکم بن عتیبه و حماد بن ابی سلیمان من قولهما و سنده صحیح)

جانوروں کی زکوٰۃ کی دو شرطیں ہیں:

۱۔ نصاب کو پہنچنے کے بعد ان پر ایک سال گزر جائے۔

۲۔ ان کی پرورش کا سارا سال یا سال کے اکثر حصے میں جنگلوں، پہاڑوں یا سبز میدانوں میں چرانے پر ہوئی ہو اگر زیادہ انحصار چرانے پر ہو لیکن کبھی کبھار گھر پر بھی چارا ڈالا جائے تو زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

بکریوں (بھیڑوں اور دنبوں) کی زکوٰۃ:

چالیس بکریوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے [اس پر اجماع بھی ہے۔ کما تقدم!]

چالیس سے ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری ہے۔

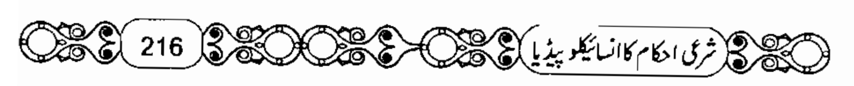
ایک سو اکیس سے دو سو تک دو بکریاں ہیں۔ پھر ہر سو پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری : ۱٤٥٤)

درج ذیل صفات والے جانور بطور زکوٰۃ وصول نہیں کیے جائیں گے:

بوڑھا، بھینگا، نر الا یہ کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص (نر لینا) مناسب سمجھے۔

(صحیح بخاری : ۱٥٥٤)



عیب دار جانور۔ (ابو داود : ١٥٦٨ ،وھو حسن ، ترمذی : ٦٢١)

اسی طرح بانجھ، پالتو جانور، حاملہ اور سانڈ بھی زکوٰۃ میں وصول نہ کیا جائے۔

(موطأ ١/٢٧٦ ح ٦٠٤ وھو حسن، السنن الکبریٰ للبیھقی ١٠٠/٤، وسندہ حسن)

سونے اور چاندی میں زکوٰۃ:

چند وہ مسائل جن پر اجماع ہے:

امام ابن المنذر رفرماتے ہیں کہ:

”اجماع ہے کہ بیس مثقال سونے پر جس کی قیمت دوسو درہم ہے زکوٰۃ فرض ہے۔

اجماع ہے کہ بیس مثقال سے کم سونے پر جس کی قیمت دوسو درہم سے کم ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

اجماع ہے کہ سونا، چاندی کے نامعلوم خزانے دستیاب ہونے پر پانچواں حصہ زکوٰۃ (ادا کرنا ضروری) ہے، مسئلہ سابق کا لحاظ کرتے ہوئے۔“ (کتاب الاجماع ص ٣٤، ٣٥)

سونے کا نصاب بیس دینار ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں، زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے سال کا گزرنا بھی شرط ہے ورنہ اس پر زکوٰۃ نہیں۔

(موطأ امام مالك ٢٤٦/١ عن ابن عمر رضي الله عنه من قوله وسنده صحيح)

اس میں اڑھائی فی صد کے حساب سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

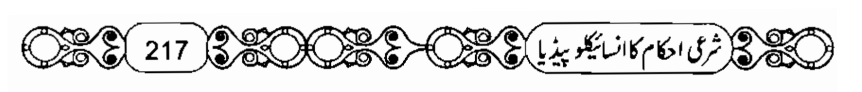
چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے، اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

(بخاری : ١٤٤٧، مسلم : ٩٧٩)

چاندی میں بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ (بخاری : ١٤٥٤)

موجودہ دور میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے (ستاسی گرام) بنتا ہے کیونکہ بیس دینار ساڑھے سات تولے ہی بنتا ہے۔

مگر بعض علماء کے نزدیک سونے کا نصاب ستر گرام مانا گیا ہے کیونکہ ان کے



نزدیک بیس دینار ستر گرام بنتا ہے۔

موجودہ دور میں چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے (چھ سو بارہ گرام) بنتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک دو سو درہم ساڑھے باون تولے بنتا ہے مگر بعض علماء کے نزدیک چاندی کا نصاب چار سو ساٹھ گرام مانا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک دو سو درہم چار سو ساٹھ گرام بنتا ہے۔

یاد رہے کہ چاندی اور سونے کا نصاب الگ الگ ہے۔

زیورات میں بھی زکوٰۃ ہے۔

(ابو داود: ١٥٦٣، وسنده حسن، ترمذی: ٦٣٧ من طریق آخر)

یہ زکوٰۃ ہر سال ادا کرنی ہوگی۔

مالِ تجارت میں زکوٰۃ:

تجارت کے مال میں زکوٰۃ لازم ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

محنت اور تجارت کے مال میں زکوٰۃ ادا کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔''

(البقرة: ٢٦٧، صحیح بخاری قبل حدیث: ١٤٤٥)

امام ابن المنذر فرماتے ہیں:

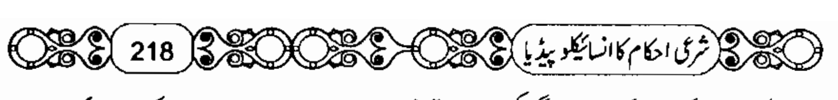
''اجماع ہے کہ مال تجارت میں سال گزر جانے پر زکوٰۃ فرض ہے۔''

(کتاب الاجماع ص ٣٦)

نیز ہر قسم کے مال تجارت میں زکوٰۃ ضروری ہے خواہ فروٹ، سبزیاں، گاڑیاں اور شوروم وغیرہ ہوں نیز ہر قسم کے جانور جس کی بھی تجارت کی جاتی ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مال تجارت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ:

نقد رقم کی گنتی کی جائے پھر ہر قسم کے سامان تجارت کی قیمت کا اندازہ کر کے



دونوں کو ایک جگہ جمع کر لے ،اگر کسی سے قرض لینا ہے اور اس سے ملنے کی امید بھی ہے، اسے بھی موجودہ رقم میں جمع کر لے پھر جتنا کسی کو قرض دینا ہے وہ الگ کر لے، اب جو رقم باقی بچی ہے، اس میں سے اڑھائی فی صد کے حساب سے (چالیسواں) حصہ زکوٰۃ ادا کرے۔

[میمون بن مہران تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تمہارا زکوٰۃ کا وقت آئے تو اپنے سارے مال کا حساب کرو، جس قرضے کے ملنے کی امید ہے، اسے بھی شمار کرو اور پھر تم پر جو قرض ہے اسے منہا کر کے نکال دو پھر باقی کی زکوٰۃ ادا کرو۔ کتاب الاموال لابی عبید : ۱۲۱۹ ، وسندہ حسن]

ہر وہ چیز جو تجارت کے لئے نہیں بلکہ صرف ذاتی استعمال کے لئے ہے مثلاً گھر یا دکان کی عمارت، مشینری ، فرنیچر وغیرہ اور جن کی خرید و فروخت نہیں کی جاتی، ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن اگر یہی چیزیں تجارت کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہے نیز آلاتِ تجارت پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

ہر قسم کے پھل اور ہر جنس پر زکوٰۃ واجب ہے:

ہر پھل اور کھیتی جو زمین سے پیدا ہوتی ہے اس سے زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔'' (الانعام : ۱٤۱)

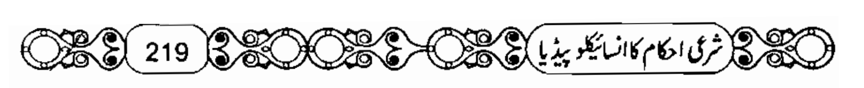
زرعی پیداوار میں زکوٰۃ ادا کرنے کو عشر کہا جاتا ہے۔

عشر ادا کرنے کا طریقہ:

جو زمین نہروں اور آسمانی بارش کے ذریعے سے سیراب ہوتی ہے اس میں سے دسواں حصہ نکالا جائے گا اور جس زمین کو جانوروں (وغیرہ) کے ذریعے سے سیراب کیا جاتا ہے اس میں سے بیسواں حصہ ہے۔ (صحیح مسلم : ۹۸۱)

ایک حدیث میں ہے کہ:

'' وہ زمین جو آسمان یا چشمے سے سیراب ہوتی ہے یا وہ خود نمی کی وجہ سے



سیراب ہو جاتی ہے تو اس کی پیداوار میں سے دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہے اس کی پیداوار میں سے بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ (صحیح بخاری: ۱٤۸۳)

یاد رہے کہ وہ زمینیں جن کو ایسا پانی دیا جاتا ہے جو مشقت سے حاصل ہوتا ہے یا جس پر بل وغیرہ ادا کیا جاتا ہے اس میں سے بھی بیسواں حصہ ہے اور نہری پانی بھی اسی میں سے ہے کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے اس پر سالانہ ٹیکس لاگو ہوتا ہے۔ ایسی فصل کی پیداوار پر بیسواں حصہ زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

لیکن جو زمینیں سیراب ہوتی ہیں قدرتی ذرائع سے مثلاً چشمہ، بارش وغیرہ یا جس پانی کے حاصل کرنے پر مشقت نہ ہوئی ہو یا اس پر بل بھی لاگو نہ آتا ہو تو اس زمین کی پیداوار پر دسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ یہ اکثریت پر محمول ہے یعنی اگر چشموں سے سیراب ہونے والی زمین کو کبھی کبھار ٹیوب ویل وغیرہ کا پانی بھی لگا دیا جائے تو اس میں دسواں حصہ ہی ہے۔

اسی طرح ٹیوب ویل کے ذریعے سے سیراب ہونے والی زمینیں کبھی کبھار چشموں وغیرہ سے سیراب ہو جائیں تو اس پر بیسواں حصہ ہی ہے۔

تنبیہ: فصل کٹتے ہی اس کی زکوٰۃ (عشر) نکالی جائے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ [الانعام: ١٤١]

"اور کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔"

شہد میں دسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو مُتعان کے ہلال (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شہد کا دسواں حصہ لے کر آئے۔ الخ

(سنن ابی داود: ١٦٠٠، وسنده حسن)

اگر جاہلیت کے زمانے کا زمین میں مدفون خزانہ ملے تو اس پر بھی بطور زکوٰۃ

پانچواں حصہ دینا ضروری ہے۔ خواہ اس کے حاصل کرنے پر کوئی مشقت نہ اُٹھائی ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اور رکاز (دفینے) میں پانچواں حصہ لیا جائے گا۔''

(صحیح بخاری : ۱۴۹۹، صحیح مسلم : ۱۷۱۰)

تنبیہ: یاد رہے اس میں سال اور نصاب کی کوئی شرط نہیں ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (قبل ح ۱۴۹۹)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

''جمہور علماء کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ (رکاز میں) سال کا عرصہ گزرنے کی شرط نہیں لگائی جائے گی بلکہ فی الوقت پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے۔''

(فتح الباری ۳/ ۳۶۵)

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''صدقات صرف

۱۔ فقیروں کے لئے ہیں۔ ۲۔ اور مسکینوں کے لئے۔ ۳۔ اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے۔ ۴۔ اور ان کے لئے جن کے دلوں میں الفت ڈالنا مقصود ہو۔ ۵۔ اور گردن چھڑانے (غلام آزاد کرنے) میں۔ ۶۔ قرض داروں کے لئے۔ ۷۔ اور اللہ کی راہ میں۔ ۸۔ اور راستے پر چلنے والے مسافروں کے لئے فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔'' (التوبة : ۶۰)

تنبیہ: ان آٹھ قسموں میں سے کسی ایک کو صدقہ دیا جا سکتا ہے۔ دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''زکوٰۃ ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔ (صحیح بخاری : ۱۳۹۵، صحیح مسلم : ۱۹)

[قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ وصدقات دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے اہل وعیال میں سے نہ ہوں۔ زع]

(ابن ابی شیبہ ۳/ ۱۹۲ ح ۱۰۵۳۶، عن عطاء بن ابی رباح وسندہ صحیح)

واضح رہے کہ قریبی رشتہ داروں کو صدقہ وخیرات دینا دوہرے اجر کا سبب ہے۔

(صحیح بخاری: ١٤٦٦، ١٤٦٧، صحیح مسلم: ١٠٠٠، ١٠٠١)

بنو ہاشم اور بنو مطلب پر زکوٰۃ حرام ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ" صدقہ (زکوٰۃ) آلِ محمد کے لئے جائز نہیں، یہ تو لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے۔ (صحیح مسلم: ١٠٧٢)

ایک روایت میں ہے:" یہ محمد ﷺ اور آلِ محمد کیلئے حلال نہیں۔"

(صحیح مسلم: ١٠٧٢، دارالسلام: ٢٤٨٢)

خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا:

امام ابن المنذر رفرماتے ہیں:

" اجماع ہے کہ شوہر بیوی کو مالِ زکوٰۃ نہیں دے سکتا، کیونکہ اس کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، شوہر کی توانگری و بے نیازی بیوی کی توانگری و بے نیازی ہے۔"

(کتاب الاجماع رقم: ١٢٠)

اولاد والدین کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی:

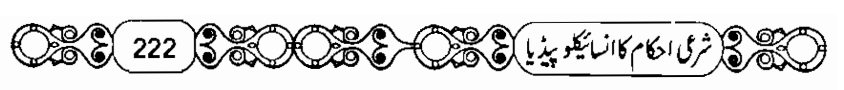
امام ابن المنذر رفرماتے ہیں:

" اجماع ہے کہ زکوٰۃ والدین کو نہیں دی جائے گی، نیز اولاد میں سے جن کے اخراجات کا ذمہ دار باپ ہے انھیں بھی ادا نہیں کرے گا۔"

(کتاب الاجماع: ١١٩)

بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے:

رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ تشریف لے گئے پھر (نماز کے بعد) لوگوں کو وعظ فرمایا اور صدقہ کا حکم دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: لوگو! صدقہ کرو۔ پھر آپ عورتوں کی طرف گئے اور ان سے بھی یہی فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو کہ میں نے جہنم میں



بکثرت تمھیں دیکھا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لائیں، اجازت ملنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آج آپ نے صدقہ کا حکم دیا تھا، اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی۔ مگر (میرے شوہر) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ خیال ہے کہ وہ اور ان کی اولاد اس صدقہ کے ان (مساکین) سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ٹھیک کہا ہے۔ تیرا شوہر اور اس کی اولاد تیرے صدقے کی زیادہ مستحق ہے۔'' (صحیح بخاری : ١٤٦٢)

بیوی اس مال سے خاوند کو صدقہ یا زکوٰۃ دے گی جو اس کی اپنی جائیداد اور ملکیت میں ہے۔

صدقہ فطر کا بیان:

ا: صدقہ فطر کن لوگوں پر فرض ہے؟

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے غلام، آزاد، مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب پر صدقۂ فطر فرض کیا ہے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) کھجوروں سے اور ایک صاع جو سے اور اس کے متعلق حکم دیا ہے کہ یہ فطرانہ نماز (عید) کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔'' (صحیح بخاری : ١٥٠٣، صحیح مسلم : ٩٨٤)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر صدقۂ فطر فرض ہے اور امام ابن المنذر رنے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (کتاب الاجماع : ١٠٦)

۲: مذکورہ افراد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا فرض ہے۔ امام ابن المنذر رفرماتے ہیں: ''اجماع ہے کہ صدقۂ فطر آدمی پر واجب ہے اگر اسے اپنی طرف سے اور اپنی مفلوک



الحال اولاد کی طرف سے ادا کرنے کی قدرت ہو۔" (کتاب الاجماع : ۱۰۷)

نیز فرماتے ہیں:

"اجماع ہے کہ آدمی پر اپنے مملوکہ موجود غلام کی طرف سے بھی صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔" (کتاب الاجماع : ۱۰۹)

فائدہ(۱): ذمی پر اپنے مسلمان غلام کا صدقۂ فطر واجب نہیں، ابن المنذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (کتاب الاجماع : ۱۰۹)

فائدہ(۲): عورت نکاح سے پہلے اپنا صدقہ فطر خود ادا کرے گی۔

امام ابن المنذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (کتاب الاجماع : ۱۱۰)

فائدہ(۳): امام ابن المنذر رفرماتے ہیں: "اجماع ہے کہ جنین (بطن مادر میں موجود بچے) پر صدقۂ فطر نہیں۔" (کتاب الاجماع : ۱۱۱)

صدقۂ فطر کی مقدار:

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ صدقۂ فطر ایک صاع گھر کے ہر فرد کی طرف سے ادا کرنا چاہئے۔ امام ابن المنذر رفرماتے ہیں: "اجماع ہے کہ (صدقۂ فطر میں) جَو اور کھجور ایک صاع سے کم جائز نہیں۔" (کتاب الاجماع : ۱۱۲)

ایک صاع کا وزن تقریباً اڑھائی کلو بنتا ہے۔

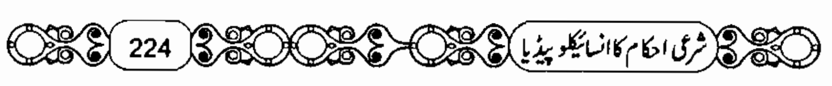
صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا چاہئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اسے نماز عید کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔

(صحیح بخاری : ۱۵۰۳)

عید سے ایک یا دو دن پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

(صحیح بخاری : ۱۵۱۱)



صدقۂ فطر کن اشیاء سے نکالا جا سکتا ہے؟

کھجور، جو (صحیح بخاری : ۱۵۰۳، صحیح مسلم: ۹۸٤) گندم، کھجور، پنیر، منقیٰ۔
(صحیح بخاری : ۱۵۰٦، صحیح مسلم : ۹۸۵)

صدقۂ فطر ادا کرنے کے مقاصد یہ ہیں:

''تا کہ روزہ دار (دورانِ روزہ میں کی ہوئی) لغو حرکات سے پاک ہو جائے اور مساکین کو کھانے کا سامان مل سکے۔''

(ابو داود : ۱٦۰۹ وسنده حسن، ابن ماجه : ۱۸۲۷، وصححه الحاکم ٤/٤۲۵، ٤۲٦ ووافقه الذهبی)

معلوم ہوا کہ جو چیز بطورِ صدقۂ فطر ادا کی جائے وہ چیز کھانے کا ذریعہ ہو۔

تنبیہ: صدقۂ فطر میں جنس کی قیمت ادا کر دینا ثابت نہیں ہے چنانچہ اس سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ نبی ﷺ کے زمانہ میں نقد قیمت بھی ہوا کرتی تھی مگر وہ صدقۂ فطر میں جنس نکالتے تھے نہ کہ نقد۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صدقۂ فطر روزمرہ کی خوراک سے ادا کرنا چاہئے۔''

(مجموع الفتاویٰ ۳۵/۲۵۔۳٦)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے صدقۂ فطر میں ہر انسان سے آدھا درہم لینے کا حکم دیا۔
(ابن ابی شیبه ۱۷٤/۳ ح ۱۰۳٦۸، وسنده صحیح)

ابو اسحاق السبیعی نے کہا: ''میں نے لوگوں کو رمضان میں صدقہ (فطر) میں کھانے کی قیمت دراہم دیتے ہوئے پایا ہے۔'' (ابن ابی شیبه : ۱۰۳۷۱، وسنده حسن)

معلوم ہوا کہ نقدی کی صورت میں بھی صدقۂ فطر دیا جا سکتا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ جنس سے دیا جائے۔ **واللہ اعلم!** [ا/ ز ع]



متفرقات

مقروض آدمی پر اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد اس کے پاس اتنا مال موجود ہے جو نصاب کو پہنچتا ہو۔

- جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر زکوٰۃ واجب تھی تو وصیت اور وراثت پر عمل کرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کریں کیونکہ یہ بھی قرض کی ہی صورت بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد'' (النساء:۱۱)

یہ قرض اللہ کا حق ہے اور اسے ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی میں سب سے زیادہ مستحق ہے۔''

(صحیح بخاری: ۱۹۵۳، صحیح مسلم: ۱۱۴۸)

اگر کسی کو قرض دیا ہے اور اس کے ملنے کی امید ہے تو اپنے پاس موجود رقم کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، اگر ایسے شخص کو قرض دیا ہے جس سے ملنے کی امید ہی نہیں تو پھر اس قرض کے ملنے تک قرض شدہ مال کی زکوٰۃ کو مؤخر کر دیا جائے گا، اگر وہ قرض مل گیا تو زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی اگر نہ ملا تو زکوٰۃ نہیں۔ (دیکھئے فتاویٰ اسلامیہ ۲/۸۸)

عورت کا حق مہر اگر نصاب زکوٰۃ کو پہنچتا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ جو مال حرام ذریعے سے کمایا گیا ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ سونا چاندی کے علاوہ دیگر جواہرات میں

زکوٰۃ نہیں ہے۔ اسی طرح، غلام، گھوڑے، گدھوں، خچروں، پالتو عاملہ (بار برداری والے) جانوروں اور آلاتِ تجارت میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔

نوٹ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ''شرعی احکام کا انسائیکلو پیڈیا'' کی پہلی جلد پایہ تکمیل کو پہنچی الحمدللہ دوسری جلد میں مندرجہ ذیل موضوعات پر بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ

۱۔ جانوروں کے احکام۔

۲۔ سترہ کے احکام۔

۳۔ طہارت کے احکام۔

۴۔ عدت کے احکام۔

۵۔ مساجد کے احکام۔

۶۔ بیت اللہ کے احکام

۷۔ بیماری اور علاج کے احکام۔

دعا:

جو بھائی اور بہن ہماری اس کتاب سے کوئی فائدہ حاصل کرے، وہ خلوص دل سے دعا کر دے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کتاب کو ہمارے میزان حسنات میں شامل کر دے اور جملہ معاونین کو جزاء خیر عطا فرمائے اور مجھے یہ مبارک سلسلہ پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور میری ہر طرح کی مشکلات کو دور فرمائے اور میرے دادا محمد یعقوب اور میری دادی عائشہ رحمہا اللہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے، کیونکہ وہ میرے لیے بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔

آپ کا بھائی
ابن بشیر الحسینوی

ختم شد



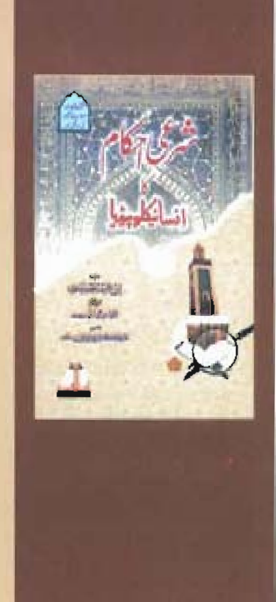
مؤلف کی دیگر تالیفات

﴿سلسلة الأحكام الصحيحة﴾ کے تحت اب تک مندرجہ ذیل موضوعات پر لکھا جا چکا ہے۔
(۱) اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ (۲) بالوں کا معاملہ۔ (۳) جانوروں کے احکام۔ (۴) عدت کے احکام۔ (۵) لباس کے احکام۔ (۶) سونا چاندی کے شرعی احکام۔ (۷) جوتے کے احکام (۸) جہالت کے احکام (۹) ایمان کے احکام۔ (۱۰) مساجد کے احکام۔ (۱۱) بیت اللہ کے احکام۔ (۱۲) انسان کے احکام۔ (۱۳) زمین کے احکام۔ (۱۴) سترہ کے احکام۔ (۱۵) بیماری اور علاج کے احکام۔ (۱۶) کافروں کے احکام وغیرہ۔
﴿سلسلة الأحكام الضعيفة والباطلة﴾ کے تحت اب تک مندرجہ ذیل کتب لکھی جا چکی ہیں۔
(۱) غیر ثابت دعائیں۔ (۲) غیر ثابت مسئلے۔
﴿سلسہ احیاءِ فکر سلف صالحین﴾ کے تحت یہ کتب لکھی جا چکی ہیں۔
(۱) علماء و محدثین کی نصیحتیں۔ (۲) میں محدث کیسے بنوں؟ (۳) اے متلاشیان علم! (۴) خیرخواہی
﴿عربی کتب﴾ جو اب تک لکھی جا چکی ہیں، درج ذیل ہیں۔
(۱) موسوعة المدلسين (۲) التبيين في شرح أصل السنة واعتقاد الدين (۳) البرهان في تناقضات ابن حبان (۴) المنتقى من فوائد ابن القيم في صفات الله تعالى واسمائه الحسنى (۵) اصول المحدثين في فهم المحدث الالبانى (۶) موسوعة الاحاديث الشاذة (۷) موسوعة القواعد الفقهية......

﴿اصول حدیث﴾ پر جو کتب مکمل کر چکا ہوں درج ذیل ہیں۔
(۱) احناف کے اصول حدیث کا پوسٹمارٹم (شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتب سے ماخوذ ہے) (۲) اصول حدیث اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ (حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کتب وغیرہ سے ماخوذ ہے) (۳) اصول المحدثین فی فهم المحدث الالبانی (شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتب سے ماخوذ ہے) (۴) تیسیر مصطلح الحدیث پر بھی ہم نے کچھ تعلیقات لکھ رکھی ہیں (۵) مرسل کی تعریف میں ایک غلط فہمی کا ازالہ......

﴿سلسلہ دینی نصاب﴾ کے تحت اب تک (گھر کا دینی نصاب) مکمل ہوا ہے۔

﴿سلسلہ تحقیق وتنقید﴾ (۱) علمی اور تحقیقی بحوث، جو ردود کی صورت میں لکھی جا چکی ہیں۔ (۲) حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب "النبراس" (حصہ دوم) کی تحقیق وتخریج۔ (۳) حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کی کتاب "اہلحدیث کے امتیازی مسائل" کی تحقیق وتعلیق۔ (۴) مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی کتاب "پیارے رسول کی پیاری دعائیں" کی تحقیق وتعلیق۔



مولانا محمد ابراہیم ﷾، جو ابن بشیر الحسینوی کے قلمی نام سے ایک عرصے سے علمی و دینی مضامین جماعت کے علمی جرائد میں لکھ رہے ہیں، ان کا بیشتر تعلق دینی احکام و مسائل سے ہے۔

یہ احکام و مسائل اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ ان میں:

اولاً: نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے اور اطناب و تفصیل سے گریز کیا گیا ہے۔

ثانیاً: ہر بات باحوالہ ہے، کوئی مسئلہ حوالے کے بغیر نہیں ہے۔

ثالثاً: کسی ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کیا گیا ہے، صرف صحیح یا حسن احادیث کا اہتمام و التزام کیا گیا ہے، اسی لیے ہر حدیث کی تحقیق و تخریج کا التزام ہے۔

رابعاً: اختلافات کے بیان سے گریز اور مثبت انداز سے صرف راجح اور قوی مسئلہ بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

خامساً: فاضل مؤلف ﷾ کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان احکام و مسائل پر روشنی ڈالیں جن پر بہت کم لکھا گیا ہے اور ان کی بابت زیادہ تفصیل دستیاب نہیں، گویا نادر احکام و مسائل کو ضبطِ تحریر میں لانا ان کے پیشِ نظر ہے۔

سادساً: اختصار کے ساتھ جامعیت کا بھی اہتمام ہے، یعنی جزئیات تک پر فاضل مؤلف کی نظر ہے اور وہ ان کو بھی بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر رات کے احکام کی تعداد ۲۶۵ جانوروں سے متعلقہ احکام کی تعداد ۳۱۵ اور بالوں کے احکام کی تعداد ۱۳۷ ہے۔ وعلیٰ هذا القیاس

اس اعتبار سے بلاشبہ "سلسلة الاحكام الصحيحه" کا یہ انسائیکلوپیڈیا (دائرة المعارف) اپنی مثال آپ اور ایک بے نظیر علمی کاوش ہے۔

ان شاء اللہ جلد ہی اس کی دیگر جلدیں بھی منظر عام پر آ جائیں گی۔

وبيد الله التوفيق والتكميل.

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ



ناشر

إحياء السنة پبلی کیشنز، قصور

0306 5094013